

دور صحابہ میں ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں

تصنیف

فاضل اہل بیت اعلیٰ علامہ ابو محمد طاهر الدین قادری مدظلہ العالی

صَفْہ پَبای کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ۔ اُردو بازار۔ لاہور۔ فون: 7324210



- محبت الہی
- محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
- شانِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ
- مکتوباتِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ
- شیخ سید یوسف ہاشم الرفاعی کا
- علماء نجد کے نام اہم پیغام۔
- احادیثِ قدسیہ
- ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ
- شرک نہیں
- مزارات پر حاضری کے آداب
- اسلام اور خدمتِ خلق
- رفعتِ ذکرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
- عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ مسلکِ
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
- نعلِ پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم
- ختمِ نبوت
- کیا حدیثِ نبوی سے
- فضیلتِ یزید ثابت ہے؟
- اسلام اور رزقِ حلال
- نماز کی اہمیت و فضیلت
- الحق المبین
- انبی کا صحیح معنی و مفہوم
- ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت
- فاضل بریلوی اور امور بدعت
- مقاماتِ مقدسہ کی تصویر کشی

صفہ پبلی کیشنز

109 پیرای روڈ، لاہور، فون: 324210

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

دردِ صحابہؓ فی اصلاحِ اُلوہ کی مختلف صورتیں

تصنیف

فاضلِ اجل ملک العلماء مولانا محمد طہر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

انشاء اللہ عزوجل

مدنی مقصد: مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔

M. Shahid Raza Attari

0306-0313-7919528 اسلامی بکس، قرآن

مدنی
انڈیز

مدنی عطر ہاؤس

امپورٹڈ عطریات، قرآن پاک، اسلامی بکس، تسبیحات، ٹوپی، عمامے
موزے، مسواک، گلوز، میلاد پرچم، بینرز، گاہول سیل پوائنٹ

Shop # 2-3 Ground Floor, Waqas Plaza, Amin Pur Bazar, Faisalabad.
Ph: 041-2621568 E-mail: muhammadshahidattari@yahoo.com

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا
بِالْإِيمَانِ (سورة الحشر ١٠)

”وہ عرض کرتے ہیں ہمارے رب! ہمارے گناہ معاف فرمادے اور

ہمارے ان بھائیوں کے بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔“

بلکہ قرآن مجید نے بڑی ہی جامع دعا عطا بھی فرمائی۔

ربنا اغفر لي ولوالدي وللمؤمنين يوم يقوم الحساب

”ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور تمام اہل

ایمان کو روز قیامت“

نماز جنازہ بھی انہی رحمتوں میں سے ہے حضور سرور عالم ﷺ کا مبارک فرمان ہے:

ما من رجل مسلم يموت ينفق على جنازة اربعون رجلا

لا يشركون بالله شيئا الا شفعمهم الله فيه (مسلم ابوداؤد)

”کوئی مسلمان فوت ہوا اور اس کی نماز جنازہ ایسے چالیس آدمیوں

نے پڑھی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے تھے تو اللہ

تعالیٰ اس میت کے حق میں ان کی سفارش قبول فرمائے گا۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں سوا افراد کا ذکر ہے:

”جس میت پر سو آدمی نے نماز جنازہ پڑھی اور اس کی بخشش کی

انہوں نے سفارش کی اس کے بارے میں ان کی سفارش مقبول

ہوگی۔“

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے امام نسائی کی روایت میں سویا اس سے زائد

افراد کا تذکرہ ہے۔

حضرت مالک بن بھیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
مسلمان فوت ہو۔

فیصلی علیہ ثلاث صفوف من المسلمین الا واجب
(ابوداؤد۔ متدرک)

”اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں تو اس کے لیے جنت
ثابت ہو جاتی ہے۔“

متعدد احادیث مبارک میں مختلف سورتوں کی تلاوت کر کے اہل قبرستان کو ایصال ثواب
کرنے کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

اہم بات

یہاں یہ بات ذہن نشین کرنا نہایت ہی ضروری ہے کہ قرأت و تلاوت قرآن
کے ذریعے ایصال ثواب جائز ہے خواہ اسے قبر پر پڑھا جائے یا کسی دوسری جگہ۔ یہ قرآن کی
برکات و فوائد میں سے ضرور ہے مگر یہ اس کا مقصد نزول نہیں اس کا مقصد نزول تو انسان کی
ایسی راہنمائی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرے اب ہمارا
وطیرہ یہ بن چکا ہے کہ ہم کبھی قرآن کو راہنمائی حاصل کرنے کے لیے پڑھتے ہی نہیں جب
بھی پڑھتے ہیں تو ایصال ثواب ہی مقصد ہوتا ہے کاش ہم اپنے رویہ میں تبدیلی لائیں اور
اللہ تعالیٰ کے کلام کو حصول ہدایت کے لیے پڑھیں اور اس کی تعلیمات کے غلبہ کے لیے
بھرپور جدوجہد کریں تاکہ انسانیت کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

کتاب کی اہمیت

زیر نظر کتاب کے مصنف عالم اسلام کی عظیم شخصیت مولانا محمد ظفر الدین بہاری

رحمتہ اللہ علیہ ہی انہوں نے مسئلہ ایصالِ ثواب کو جس نغم کے ساتھ بیان کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے انہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں ایصالِ ثواب کی متعدد صورتیں بڑی محنت سے جمع کر دی ہیں ہمیں ایصالِ ثواب کی محافل میں انہی کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور جو غلط چیزیں محافل میں در آئی ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ ثواب کی جگہ عذاب نہ لے لے۔

ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہمارا ہر عمل سنت نبوی ﷺ کے قریب ہونہ کہ خواہش نفس کے تابع ہو اگر ہم زباں سے محبت الہی اور اتباع نبوی ﷺ کی بات کریں لیکن ہمارا عمل نفس و شیطان کے تابع ہو تو یہ دعویٰ قابل قبول نہیں بلکہ یہ اپنے آپ کے ساتھ سوائے دھوکہ کے کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ صفہ پہلی کی شہزادہ ہور کے اراکین کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی کوشش سے یہ اہم کتاب منظر عام پر آ رہی ہے اور ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم ان تعلیمات کے مطابق ایصالِ ثواب کریں۔

والسلام

محمد خان قادری

خادم کاروان اسلام

شادمان لاہور

ملک العلماء فاضل بہار آفتاب علم و حکمت مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

کارخانہ قدرت سے عالم انسانی میں ہر روز سینکڑوں انسان جنم لیتے ہیں اور سینکڑوں فنا کا جام پی کر موت کی وادی میں گم ہو جاتے ہیں ان ہی میں بعض ایسے انسان بھی آئے جو صرف اپنی ذات اور غرض تک محدود رہے اور کچھ ایسے افراد بھی اس دنیا میں رونق افروز ہوئے جنہوں نے اپنی شبانہ روز محنت، دینی و ملی خدمات اور للہیت و خلوص کا پیکر بن کر انسانوں کی فلاح و بہبود اور بندگانِ خدا کی رب کریم تک رسائی کا کام کر کے اپنا نام رہتی دنیا تک چھوڑ گئے۔

تاریخ کے اوراق اس قسم کی عظیم شخصیات سے بھرے ہوئے ہیں انہی عظیم قد آور تابعہ عصر اور تاریخ ساز ہستیوں میں ملک العلماء فاضل بہار جامع معقول و منقول حضرت مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات کا نام دنیائے علم و روحانیت میں چمکتا نظر آتا ہے۔

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ میں دریائے گنگا کے کنارے آباد شہر عظیم آباد (پٹنہ) اٹلیا میں پیدا ہوئے شفقت پوری کی چھاؤں میں تعلیمی سفر کا آغاز کیا اور ۱۳۲۰ھ میں اپنے زمانے کے ماہر و مشہور استاذ حدیث مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ ”حنفیہ“ پٹنہ میں علم حاصل کیا ۱۳۲۱ھ میں ماہر معقولات حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے معقولات میں استفادہ کیا

مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک اونی جبہ لاکر مجھے عنایت فرمایا اور فرمایا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پہ رکھا اور آنکھوں سے لگایا اونی مدنی جبہ کے جلوؤں نے اپنا اثر دکھایا اور امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کی دعا ”اللہمی میرے ظفر کو اپنی ظفر دے دے۔“ کی تاثیر و برکت سے کامرانہوں نے قدم چوما اور وہاہوں کو سنگین گلست ہوئی اور آپ فاتح و غالب ہو کر واپس تشریف لائے۔ اس کی تمام تفصیلات آپ کی کتاب ”گلست سفاہت“ میں موجود ہے ”میرے ظفر“ میں جو پیارا اپنائیت اور اعتماد کا عنصر پایا جاتا ہے اس سے ہر صاحب ذوق لطیف لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۹ھ تک بریلی شریف میں رہے دینی خدمات کا ریکارڈ قائم کیا پھر شملہ اور آ رہے ہوتے ہوئے ۱۳۳۰ھ کو مدرسہ شمس الہدیٰ ”پٹنہ“ کی مسند فقہ و تفسیر پر رونق افروز ہوئے۔ ۱۳۳۲ھ میں ”خانقاہ کبیریہ“ سہرام شریف لے گئے اور سرزمین سہرام پر علم و فضل کے گوہر لٹائے ۱۳۳۵ھ میں بحیثیت سینیئر استاذ باصرار دوبارہ ”مدرسہ شمس الہدیٰ“ پٹنہ واپس بلا لیے گئے۔ ۱۹۳۸ء میں مدرسہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل مقرر ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے ۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۳ء ”ظفر منزل“ شاہ گنج میں اقامت گزریں ہو کر عبادت و ریاضت اور تصنیف و تالیف کے میدان میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔

آپ کی تصنیفات میں سے زیر نظر کتاب ”نُصْرَةُ الْأَضْحَابِ بِإِقْسَامِ إِنْصَالِ قَوَابِ“ (۱۳۵۴ھ) بہار (انڈیا) کے مشہور اہل قرآن عالم مولانا سید محی الدین تمنا عمادی پھلواری جو مستند شاعر اور خانقاہ عمادیہ مجیبہ پھلواری شریف کے خانوادے سے تعلق رکھتے تھے لیکن بعد میں صوفیائے کرام کے مسلک سے منحرف ہو گئے تھے۔ ان کے چار سوالوں کے جواب میں لکھی گئی سوالات یہ تھے (۱) ایصال ثواب کا کوئی طریقہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے

راشدین کے عہد ہائے مبارک میں مردوں کے لیے ایصالِ ثواب کا کوئی معمول یا دستور تھا یا نہیں؟ (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اہل بیت و اصحاب میں سے جو وفات پاتے گئے مثلاً حضرت خدیجہ الکبریٰ، حضرت ام کلثوم، حضرت خبیب، حضرت حمزہ، حضرت جعفر طیار و دیگر شہدائے جنگ بدر و حنین و تبوک وغیرہ ان کے لیے آپ خود یا آپ کے حکم مبارک سے اور صحابہ کرام یا اہلیت نے کبھی ایصالِ ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس طریقے سے؟ اور ایک بار کیا بار بار کرتے تھے؟ (۴) فقہ حنفی میں کوئی طریقہ ایصالِ ثواب کا لکھا ہے یا نہیں اگر لکھا ہے تو وہ کیا ہے؟ اور خود حضرت امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت منقول ہے یا نہیں؟ ان سوالوں کے جواب میں ملک العلماء نے ایک مستقل کتاب لکھ کر شائع کی تاکہ عوام الناس بھی اس سے فائدہ اٹھائیں پہلے سوال کے جواب میں وہ طریقے ایصالِ ثواب کے لکھے گئے جو سلفاً حلفاً مسلمانوں میں مروج ہیں دوسرے سوال کے جواب میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد مبارک میں ایصالِ ثواب کے 25 طریقے احادیثِ قوی و فعلی اور اقوال علماء کرام سے صراحتاً و دلالتاً ثابت کیے نیز مزید تائید و تقویت کے لیے علماء و مشائخ کے تعامل و توارث کا تفصیل سے ذکر کیا اسی طرح تیسرے اور چوتھے سوال کا جواب

مفصل طور پر دے کر سوال کرنے والے کے سارے شبہات کا ازالہ کیا گیا۔

ایصالِ ثواب کے موضوع پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور بہت سی کتابیں شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں مگر جس جامعیت اور کتب معتبرہ، مستندہ کے حوالہ جات سے مزین یہ کتاب لکھی گئی ہے ایسی کوئی دوسری کتاب سامنے نہیں آئی اس کتاب میں ملک العلماء نے عوام الناس کے لیے مسئلہ ایصالِ ثواب پر اس عمدہ پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے کہ اہل انصاف کے لیے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

ملک العلماء نے ۶۰ برسوں تک تصنیف و تالیف کے میدان میں خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ”نافع البشر فی فتاویٰ ظفر“ ۱۳۳۹ھ میں ۱۱۵۷۳ استفتاء کے جوابات ہیں۔

حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل و مناقب، اخلاق، نصح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توحید، تفسیر اور مناظرہ میں آپ کی ستر سے زیادہ کتابیں ہیں تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت میں ۴۰ کتابوں کے نام کی فہرست دی گئی ہے آپ کی تصنیفات میں ”جامع الرضوی المعروف بـصحیح البہاری“ چھ جلدوں پر مشتمل ہے ہر جلد آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب میں اندازاً نو ہزار احادیث درج ہیں اس کتاب کو سب سے پہلے ”جماعت رضائے مصطفیٰ“ بریلی شریف کے اشاعتی شعبہ نے شائع کیا تھا لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ متعلقہ شعبہ نے کتنی جلدیں شائع کیں تھیں کچھ عرصہ قبل اس کی دوسری جلد جو ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے حیدرآباد (انڈیا) سے شائع ہوئی ہے فقہ حنفی پر یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے کہ اس کو مدارس اسلامیہ کے نصاب میں شامل ہونا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم عالم دین اور علم و حکمت کے آفتاب کے علمی کارناموں کی قدر نہ ہو سکی جس کا نتیجہ ہے کہ اہل علم اور خاص طور پر نئی نسل ملک العلماء کی خدمات سے نا آشنا ہیں آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ آپ کی تصنیفات کو شائع کیا جائے تاکہ علماء، طلباء اور عوام الناس کے لیے مفید ثابت ہوں۔

(ملک العلماء کی اس اہم تصنیف ”نصرة الاصحاب باقسام ایصال ثواب“ کو چند

سال پہلے برادر م حافظ شاہد اقبال صاحب نے شائع کیا تھا اور اب اس عظیم علمی کتاب کی اشاعت کی سعادت صفحہ پہلی کیشنز لاہور کو حاصل ہو رہی ہے۔)

ملک العلماء نے ۱۹۵۰ء میں شہر کیدہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا

۱۹۶۰ء تک یہیں آپ کا چشمہ علم و فن بحر قلزم اور مہاساگر بن کر بہتا رہا ملک العلماء کے

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

شاہکار شاگرد حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین پورنوی اسی زمانہ خیر و برکت کی حسین یادگار ہیں۔
خیابان رضا سے اٹھنے والا یہ ابر بارندہ، علم و فضل کا آفتاب، شریعت و طریقت کا
نقیب، محافظ دین مصطفیٰ ﷺ، وارث علوم نبی ﷺ، جذبہ حب رسول ﷺ سے سرشار
برصغیر کے ذرے ذرے کو چمکا کر ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء میں غروب ہو گیا۔ حضرت شاہ ایوبی ابدالی
اسلام پوری نے نماز جنازہ پڑھائی علیگزہ مسلم یونیورسٹی کے صدر شعبہ عربی پروفیسر ڈاکٹر
مختار الدین احمد آپ کے لائق افتخار فرزند اور عالم اسلام کے عظیم سکالر ہیں۔
دعا ہے اللہ رب العزت ملک العلماء کی قبر پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں
ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ (آمین)

والسلام

عمر حیات قادری

ڈائریکٹر صفحہ سبلی کیشنز، لاہور (پاکستان)



https://archive.org/details/@madni_library

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فقیر حقیر محمد عبدالرشید قادری عظیم آبادی غفرلہ نے اس کتاب مستطاب موضح حق و ثواب دافع شک و ارتباب مسٹی بہ "نُصْرَةُ الْأَصْحَابِ بِأَقْسَامِ إِيصَالِ الثَّوَابِ" مؤلفہ عالم باعمل، فاضل اجل، ملک العلماء، فاضل بہاری جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری برکاتی رضوی سینئر مدرس مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کو اول سے آخر تک بغور تمام دیکھا، اگرچہ اس سے قبل مسئلہ ایصالِ ثواب میں متعدد رسالے شائع ہو چکے ہیں مگر جس جامعیت کے ساتھ یہ کتاب لکھی گئی ہے ایسا کوئی دوسرا رسالہ میری نظر سے نہیں گزرا، مصنف علام نے کتاب معتبرہ مستندہ سے بحوالہ صفحہ عبارت نقل فرما کر اور عام اردو داں اصحاب کے لیے ترجمہ کر کے مسئلہ ایصالِ ثواب پر اسے عمدہ پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے کہ اہل انصاف کے لیے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں، زمانہ کی نیرنگی سخت حیرت خیز ہے کہ جس مسئلہ کو اکابر علمائے کرام اجتماعی تحریر فرمائیں، اس زمانہ میں اہل علم حضرات اس میں شک فرمائیں اور تردد کو راہ دیں۔ علامہ شیخ صدر الدین ابو عبداللہ دمشقی اپنی کتاب "رحمة الامة فی اختلاف الائمة" میں تحریر فرماتے ہیں اَجْمَعُوا عَلٰی اَنْ اَلِاسْتِغْفَارَ وَالِدُعَاءِ وَالصَّدَقَةِ وَالْحَجِّ وَالْعِتْقِ يَنْفَعُ الْمَيِّتَ وَيَصِلُ اِلَيْهِ ثَوَابُهُ. اس امر پر علماء کا اجماع ہے کہ استغفار اور دعاء اور صدقہ اور حج اور غلام آزاد کرنا مردہ کو نفع بخش ہے

Purchase Islami Books Online Contact:

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad

اور اس کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے۔ شیخ محقق علامہ اسمعیل حقی ”روح البیان“ میں تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ أَبُو الْعَبَّاسِ مَنِ اعْتَقَدَ أَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يَنْتَفِعُ إِلَّا بِعَمَلِهِ فَقَدْ خَرِقَ الْأَجْمَاعَ - یعنی شیخ تقی الدین ابو العباس نے فرمایا کہ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ انسان اپنے عمل کے سوا اور کے عمل سے فائدہ نہیں اٹھاتا اس نے خرق اجماع کیا۔ اب رہا ایصال ثواب کے لیے کسی دن یا کسی تاریخ کو خاص کرنا تو امور خیر و مسنون کے لیے تعین اوقات شرع میں بہت جگہ وارد اور فعل شارع علیہ السلام سے ثابت ہے ”صحیح بخاری شریف“ میں ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَتِ النِّسَاءُ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا عَلَيْكَ الرَّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ تُوعِدُهُنَّ يَوْمًا تَقْبِهِنَّ فِيهِ فَوَعظَهُنَّ - الخ

یعنی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتوں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس قدر مردوں کو موقع ہدایت و نصیحت کا ملتا ہے عورتوں کو نہیں ملتا۔ تو ہمارے وعظ کے واسطے ایک دن معین فرمادیں۔ تو آپ نے ان کے لیے خاص فرمادیا۔

نیز بخاری میں ہے: عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَذْكُرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمْسٍ - یعنی ابو وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ ہر پنج شنبہ کے دن لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ صحابہ کرام وعظ و نصیحت کے لیے ایام مخصوص مقرر و معین فرماتے تھے۔ اب رہا شیرینی یا طعام کو آگے رکھ کر دعا کرنا اس پر فاتحہ پڑھنا اور اس

کو لوگوں میں تقسیم کرنا، تو یہ تینوں چیزیں بھی احادیث سے ثابت ہیں۔ صحیح بخاری شریف و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے بھوک محسوس کرنا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے آ کر اس کا تذکرہ کرنا، اور انس رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے بھیجنا، رسول اللہ ﷺ کا اپنے سب ساتھ والوں کو فرمانا کہ چلو سب لوگوں کا حضرت طلحہ کے یہاں آنا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ”اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ“ کہنا، پھر رسول اللہ ﷺ کا فرمانا ”هَلَمْنِي يَا أُمَّ سَلِيمٍ مَا عِنْدَكَ“ مذکور ہے۔ اسی میں ہے ”فَأَنْتِ بِذَلِكَ الْخَيْرِ فَقَالَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ الْحَدِيثُ“ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ روٹی اور گھی کا طییدہ بنوا کر حضور ﷺ نے اس پر دعا پڑھی، اس قسم کی حدیثیں بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ میں بہت ہیں جس میں کھانے کی چیز کو آگے رکھ کر دعا کرنا ثابت ہے۔ رہا بجائے دعا برکت کے بزرگوں کی فاتحہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا جو مروج ہے اس کی وجہ بھی قول رسول اللہ ﷺ سے جو فضائل سورہ فاتحہ میں وارد ہے بخوبی واضح ہے جس کا مفصل بیان حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ”فتح العزیز“ میں ہے۔

رہا جس شیرینی یا طعام پر دعا فاتحہ پڑھی گئی ہے اس کا لوگوں کو بانٹنا اس کے ثبوت کے لیے حدیث ترمذی کافی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں کچھ چھوہارے لائے، حضور ﷺ نے ان پر دعا کی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے توشہ دان میں رکھا، اور اس میں سے خود بھی کھاتے تھے اور لوگوں کو تقسیم کرتے تھے۔

فَكُنَّا نَأْكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ غرض ایصالِ ثواب میں جس قدر اصل باتیں ہیں وہ

سب ایک ایک کر کے احادیثِ قولی و فعلی و عبارات کتب معتبرہ مستندہ سے ثابت ہیں تو مجموعہ
اس کا بالضرور ثابت ہوگا۔ وَمَنْ ادَّعى خِلافَهُ فَعَلَيْهِ الْبَيِّنَاتُ بِالْحُجَّةِ وَالْبُرْهَانِ
وَلَا يُمَكِّنُ ذَلِكَ حَتَّى يَجْتَمِعَ الْمَشْرِقَانِ وَالْمَغْرِبَانِ وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى
سَيِّدِنَا وَوَلَدِ عَدْنَانِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ مَا لَمَعَ الْقَمْرَانِ وَأَنَا الْعَبْدُ الْفَقِيرُ
مُحَمَّدُ عَبْدُ الرَّشِيدِ الْقَادِرِيُّ الْعَظِيمِ أَبَادِي خَادِمُ الطُّلَبَاءِ فِي الْمَدْرَسَةِ
الْإِسْلَامِيَّةِ شَمْسُ الْهُدَى بِنْتُهُ۔

۱۵ شوال المکرم ۱۳۵۴ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الذرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ مرسلہ مولوی سید محی الدین صاحب تمنا عمادی پھلواروی بتوسط پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ علمائے ملت اسلامیہ مندرجہ ذیل سوالات کے مفصل جوابات مرحمت فرمائیں۔

(۱) مردوں کے لیے ایصالِ ثواب کا کوئی طریقہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے یا نہیں؟ اگر بتایا گیا ہے تو وہ کیا ہے؟ مع نقل آیات جواب مرحمت ہو۔

(۲) رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد ہائے مبارک میں مردوں کے لیے ایصالِ ثواب کا کوئی معمول بہ دستور تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو وہ کیا تھا؟ مع نقل روایات و حوالہ کتب و تعیین صفحہ و نام مطبع جواب ارشاد ہو۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اہل بیت و صحابہ میں سے جو لوگ وفات پاتے گئے۔ مثلاً حضرت خدیجہ الکبریٰ زوج النبی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم بنتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہما و حضرت حبیب، حضرت حمزہ و حضرت جعفر طیار و دیگر شہدائے جنگ بدر و خیبر واحد و حنین و تبوک و غیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے لیے رسول اللہ ﷺ نے خود یا آپ کے حکم مبارک سے اور صحابہ یا اہل بیت نے کبھی ایصالِ ثواب کیا یا

نہیں؟ اگر کیا تو کس طریقے سے؟ اور ایک بار کیا یا برابر کرتے رہے؟ اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خاص آنحضرت ﷺ کے لیے یا پہلے یا اپنے وقت کے اموات و شہداء کے لیے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے کبھی ایصالِ ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس طریقے سے کیا؟ اور ایک بار یا برابر کرتے تھے؟ جواب باصواب معہ نقل روایال وحوالہ کتب و تعین صفحہ و نام مطبع مرحمت ہو۔

(۴) فقہ حنفی میں کوئی طریقہ ایصالِ ثواب کا لکھا ہے یا نہیں اگر لکھا ہے تو وہ کیا ہے؟ اور خود حضرت امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت اس کی منقول ہے یا نہیں؟ معہ حوالہ کتب و عدد صفحہ پوری عبارت لکھئے۔ امید ہے کہ ان سوالوں کے مفصل جوابات جلد سے جلد مرحمت ہوں گے۔ انھی الاعظم مولانا عبید اللہ صاحب امجری مدظلہ، جی الاکرم مولانا ظفر الدین صاحب، جی الاکرم مولانا اصغر حسین صاحب، جی الاکرم مولانا عبدالسبحان صاحب، جی الاکرم مولانا دیانت حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہم، خصوصیت کے ساتھ ان سوالوں کی طرف توجہ فرمائیں اور ان کے علاوہ ہر مدرس مدرسہ سے بآداب استدعا ہے۔ بینواتو جروا و اجرکم علی من بیدہ اذمہ التوفیق وهو نعم المولی ونعم الرفیق، المستدعی تمنا الصحادی المجیبی الفلواروی غفرلہ۔

دالادب پھلوا ری شریف ضلع پٹنہ

۱۲۰ اگست ۱۹۳۵ء

الجواب اللهم هدايه الحق والصواب

مکرمی! اگر مکرم اللہ تعالیٰ و علیکم السلام و رحمہ اللہ و برکاتہ! سوالات پہنچے دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا کہ جناب کو نفس مسئلہ ایصالِ ثواب میں کلام نہیں ہاں اس کے طریقے کے متعلق سوال ہے کہ کس طریقے سے ہونا چاہیے قرآن و حدیث سے کیا ثابت ہے؟ حضور اقدس ﷺ و صحابہ کرام کا معمول بہ دستور کیا تھا؟ بعض بلند پایہ حضرات تو نفس ایصالِ ثواب ہی میں کلام کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ مردوں کو ثواب پہنچتا ہی نہیں میرے ملنے والوں میں ایک صاحب اسی خیال کے ہیں ایک دن کہنے لگے کہ لوگ جو قرآن شریف وغیرہ ھ کر مردوں کو بخشتے ہیں اس کا ثواب ان کو نہیں پہنچتا میں نے کہا کہ جناب کو یہ کس نے کہہ دیا؟ یا خود جا کر عالم برزخ میں دیکھ آئے ہیں کہ مسلمانوں کا کیا دھرا اکارت جاتا ہے جن کو بھیجا جاتا ہے انہیں نہیں پہنچتا۔ کیا راستہ میں رہن رہتے ہیں کہ راہ ہی میں لوٹ لیتے ہیں؟ وہاں نہیں پہنچتے دیتے۔ بولے! کیا آپ کے پاس پہنچنے کا کوئی ثبوت ہے؟ میں نے کہا! بلاشبہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات علماء کرام کی تصریحات جن لوگوں نے بھیجا ان کا مشاہدہ جن کے لیے بھیجا گیا ان کی تصدیق.....

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَتَصَدَّقُ عَنْ مَوْتَانَا وَنَحُجُّ عَنْهُمْ وَنَدْعُو لَهُمْ فَهَلْ
يَصِلُ إِلَيْهِمْ ذَلِكَ فَقَالَ نَعَمْ إِنَّهُ يَصِلُ إِلَيْهِمْ وَيَفْرَحُونَ كَمَا يَفْرَحُ
أَحَدُكُمْ بِالطَّبْقِ إِذَا أُهْدِيَ إِلَيْهِ..... رَوَاهُ أَبُو حَفْصٍ الْكَبِيرُ۔

یعنی امام ابو حفص کبیر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک شخص

نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم میت کی طرف سے صدقہ دیتے، حج کرتے، دعا کرتے ہیں، تو کیا یہ سب چیزیں ان کو پہنچتی ہیں؟ فرمایا: ہاں! وہ ان کو ضرور پہنچتی ہیں، اور اس سے وہ خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے ایک آدمی خوش ہوتا ہے، جب اس کے پاس طباق ہدیہ دیا جاتا ہے۔ (رواہ عینی شرح ہدایہ ج ۲، کشوری ص ۱۶۱۲)

ملا علی قاری رحمہ اللہ ”مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۲ مصری ص ۲۸۶ میں فرماتے ہیں:

أَخْرَجَ الْقَاضِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الْبَاقِي الْأَنْصَارِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي مَشِيخَتِهِ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ قَالَ حَمَادُ الْمَكِّيُّ خَرَجْتُ لَيْلَةَ إِلَى مَقَابِرِ مَكَّةَ فَوَضَعْتُ رَأْسِي عَلَى قَبْرِ فَنَمْتُ فَرَأَيْتُ أَهْلَ الْمَقَابِرِ حَلَقَةً حَلَقَةً فَقُلْتُ قَامَتِ الْقِيَامَةُ قَالُوا الْآ وَلَكِنْ رَجُلٌ مِنْ إِخْوَانِنَا قَرَأَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدَهُ وَجَعَلَ لَوَابِهَا لَنَا نَحْنُ نَقْتَسِمُهُ مُنْذُ سَنَةٍ۔

”یعنی قاضی ابوبکر بن عبدالباقی انصاری رحمہ اللہ اپنے مشیخت میں سلمہ بن عبید سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، حماد کی نے فرمایا: کہ میں ایک شب مکہ کے قبرستان میں گیا، ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا، تو قبرستان والوں کو دیکھا کہ حلقہ حلقہ کیے ہوئے بیٹھے ہیں، میں نے کہا، کیا قیامت قائم ہوگئی؟ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں، لیکن ہمارے بھائیوں سے ایک شخص نے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھ کر اس کا ثواب ہم لوگوں کو بخشا ہے، تو اس کو ایک سال سے ہم لوگ بانٹ رہے ہیں۔

اگر ثواب پہنچتا ہی نہیں تو کس چیز کو تقسیم کرتے تھے؟ اسی میں ہے۔ ص ۲۸۱

قَالَ النَّسَوِيُّ فِي الْأَذْكَارِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْجَمْرُوزِيُّ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ إِذَا دَخَلْتُمُ الْمَقَابِرَ فَاقْرَأُوا وَافْتَحُوا الْكِتَابِ

وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَاجْعَلُوا ثَوَابَ ذَلِكَ لِأَهْلِ الْمَقَابِرِ
لِأَنَّهُ يَصِلُ إِلَيْهِمْ

امام نووی شافعی ”کتاب الاذکار“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن احمد مروزی تمیذ
فربری متوفی ۳۷۱ھ نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا کہ فرماتے
ہیں کہ جب تم قبرستان جاؤ تو سورہ فاتحہ اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ
اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھو اور اس کا ثواب اس قبرستان
والوں کو بخشو کہ وہ ان کو پہنچتا ہے۔“

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی مکتوبات، جلد دوم، ص ۵۹ مکتوب ۳۶ میں ہے:

پیش ازیس ہجند سال داب فقیر آن بودہ کہ اگر طعام می پخت
مخصوص بروحانیت مطہرہ آل عبا می ساخت و آل سرور حضرت
امیر و حضرت فاطمہ و حضرات امامین راضم می کرد علیہم
الصلوات والتسلیمات شے در خواب می بیند کہ آن سرور حاضر
ست علی آلہ الصلوٰۃ والسلام، فقیر برایشان عرض سلام می کند،
متوجہ فقیر نمی شوند درو بجانب دیگر دارند دریں اثنا بفقیر
فرمودند کہ من طعام درخانہ عائشہ می خورم ہر کہ مرا طعام
فرستد بخانہ عائشہ فرستد این زمان فقیر دریافت کہ سبب عدم
توجہ شریف ایشان آن بودہ کہ فقیر حضرت صدیقہ را در آن طعام
شریک نمی ساخت بعد ازاں حضرت صدیقہ را بلکہ سائر ازواج
مظہرات را کہ ہمہ اہلیت اند شریک می ساخت بحمیم اہلیت
توسل می نمود۔

اس سے چند سال پہلے فقیر کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کھانا پکاتا تھا، ارواحِ مطہرہ آلِ عبا کے ساتھ مخصوص کرتا تھا اور آنحضور کے ساتھ۔ حضرت امیر المؤمنین علی اور حضرت فاطمہ اور حضراتِ امانین کو شامل کرتا تھا، علیہم الصلوٰت والتسلیمات ایک رات بندہ خواب میں دیکھتا ہے کہ آں سرور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ علی آلہ الصلوٰة والسلام فقیران پر سلام عرض کرتا ہے، متوجہ فقیر کی طرف نہیں ہوتے ہیں، اور چہرہ اقدس دوسری طرف پھیرے ہوئے ہیں۔ اسی درمیان میں فقیر سے فرماتے ہیں (ﷺ) کہ میں کھانا عائشہ کے گھر میں کھاتا ہوں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جو مجھے کھانا بھیجے، عائشہ کے گھر میں بھیجے۔

اسی وقت فقیر نے سمجھا کہ حضور ﷺ کے عدم توجہ کا سبب یہ تھا کہ فقیر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کھانے میں شریک نہیں کرتا تھا، اس کے بعد سے حضرت صدیقہ کو بلکہ تمامی ازواجِ مطہرات کو رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین کہ سب کی سب اہل بیت ہیں، شریک کرتا تھا اور تمامی اہل بیت کے ساتھ توکل کرتا تھا۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی جن کی جلالت شان ہر کہ دمہ پر ظاہر ہے

”الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین“ ص ۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

السَّحْدِيْتُ الثَّانِي وَالْعِشْرُونَ أَخْبَرَنِي السَّيِّدُ الْوَالِدُ قَالَ كُنْتُ أَصْنَعُ
طَعَامًا صَلَّةً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَفْتَحْ لِي سَنَةً مِنْ
السِّنِينَ شَيْئًا أَصْنَعُ بِهِ طَعَامًا فَلَمْ أَجِدْ إِلَّا حِمْصًا مُقْلِيًا فَقَسَمْتُهُ
بَيْنَ النَّاسِ فَرَأَيْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ هَذَا الْحِمْصَ
مُبْتَهَجًا بِشَاشًا

بانیسویں حدیث مجھے میرے سردار والد ماجد نے خبر دی کہ میں ہر سال نبی ﷺ کے ایصالِ ثواب کے لیے کھانا پکوا یا کرتا تھا، ایک سال کچھ فتوح نہ ہوا جس سے میں کھانا پکواسکوں، تو میں نے بھنے چنے مگوائے، اور اسی کو لوگوں میں تقسیم کیا تو میں زیارت حضور اقدس ﷺ سے مشرف ہوا، دیکھا کہ حضور کے سامنے وہ بھنے ہوئے چنے رکھے ہیں، اور آپ بہت خوش اور بشارتیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ ثواب بدنی ہو جیسا کہ پہلے دو واقعہ میں ہے، یا مالی میں ہو جیسا کہ حضرت شیخ محمد اور شاہ عبدالرحیم صاحب کے واقعہ میں ہے، یا دونوں کا مجموعہ جیسا کہ حدیث شریف کی مثال سے واضح، سب مردہ کو پہنچتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز ایصالِ ثواب کے لیے پکائی جاتی اور تقسیم کی جاتی ہے وہ عینہ پہنچتی ہے۔ خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی، قبل تحریر جواب اگر لفظ ثواب اور ایصال کی تحقیق کر لی جائے تو بہت ہے، ثواب مراد عمل نہیں جس کی مقدار معین ہو، اور ہر کام کرنے والے کو ملے۔ بہترے کام کرنے والے ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَدْ مَنَّا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُمْ مِّنْهُ مَنُورًا ۝

”اور قصداً کیا ہم نے طرف اس کے جو انہوں نے عمل کیا، تو اس کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا۔“

وَقَالَ تَعَالَىٰ غَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلِي نَارًا حَامِيَةً

”عمل کرنے والی، مشقت اٹھانے والی داخل ہوں گی بھڑکتی آگ میں۔“

بلکہ وہ اجر اس عمل مقبول کا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے، اسی لیے اس کے لیے کوئی حد نہیں، حسن نیت اور اخلاص عمل پر دس سے لے کر سات سو گنا، بلکہ اس سے بھی زیادہ جس کے لیے خدا چاہے ملتا ہے۔

قَالَ تَعَالَى مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ
أَنْبَتَتْ مَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ وَأَلْفٌ يَضَاعِفُ لِمَنْ
يُشَاءُ ۝

”ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو صرف کرتے ہیں، مثل اس
ایک دانہ کی ہے جس سے سات بائیس آگیں ہر بال میں سو دانے ہیں (تو مجموعہ
سات سو ہوا) اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے اور زیادہ فرمائے۔“

آیت کریمہ اگرچہ مال کے متعلق وارد ہے مگر یہ مخصوص اسی کے ساتھ نہیں اللہ
تعالیٰ جس عمل پر جس کو چاہے اجر عطا فرمائے، کسی کو کسی عمل پر اجر بے پایاں دے تو خدا کو
کوئی روکنے والا نہیں، اب رہا ایصال، یہ خدا کو وکیل کرنا نہیں کہ اس امر کا ثواب میرے نامہ
اعمال میں نہ لکھا جائے، بلکہ فلاں شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے، اس کو دیا جائے، اس
لیے کہ تو وکیل اس میں صحیح ہے جو کام انسان خود کر سکتا ہے ہدایہ جلد ۳ ص ۱۷۶ میں ہے۔

كُلُّ عَقْدٍ جَازٍ اِنْ يُعْقَدُهُ الْاِنْسَانُ بِنَفْسِهِ جَازٍ اِنْ يُوَكِّلَ غَيْرَهُ

”جس کام کو انسان خود کر سکتا ہے اس میں دوسرے کو وکیل کرنا جائز ہے۔“

اور ظاہر ہے کہ ثواب یہ شخص نہ خود لے سکتا ہے نہ کسی دوسرے کو دے سکتا ہے تو اس میں کسی
دوسرے کو وکیل بھی نہیں کر سکتا، بلکہ ایصال ثواب خداوند عالم سے دعا ہے کہ خداوند میں نے
جو یہ نیک کام تیرے لیے کیا ہے اس کا ثواب مجھ کو اور میرے ساتھ فلاں فلاں اشخاص کو بھی
اپنے فضل و کرم سے عطا فرما۔

مولوی اسماعیل صاحب دہلوی ”صراط مستقیم“ ص ۵۵ میں لکھتے ہیں:

ہر عبارت کہ از مسلمان ادا شود ثواب آن بروح کسی از
گزشتگان رساند طریق رسانیدن آن دعا خیر بجناب الہی ست

پس ایس خود البتہ بہتر و مستحسن ست و اگر آن کس کہ
ثواب بروحش می رساند از اہل حقوق اوست بمقدار حق دے
خوبی رسانیدن این ثواب زیادہ تر خواهد شد۔ پس در خوبی
ایس قدر امر از امور مرسومہ فاتحہ و اعراس و نذر و نیازاموات
شک و شبہ نیست۔

جو عبادت مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب اپنے گزرے ہوؤں میں سے کسی کی
روح کو پہنچائے اور اس دعائے خیر کے پہنچانے کا طریقہ جناب الہی کے ذریعہ
ہے تو یہ خود البتہ بہتر اور مستحسن ہے اور اگر وہ شخص کہ جس کی روح کو ثواب پہنچتا
ہے اس کے اہل حقوق سے ہے تو اس کے حق کے مقدار کے موافق اس ثواب
کے پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہوگی پس وہ امور جو میت کے لیے مروج ہیں
مثلاً فاتحہ اور اعراس اور نذر و نیاز کے ان سب کی خوبی میں شک و شبہ نہیں۔

نہ پندار کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب
نیست، چہ این معنی بہتر و افضل است

اسی کے ص ۶۴ میں ہے:

ہر گاہ ایصال نفعے بمیت منظور دار و موقوف بر اطعام نگزارد اگر میسر باشد بہتر ست
والا صرف ثواب سورۃ فاتحہ و اخلاص بہترین ثواب است۔
جس وقت کسی میت کو نفع پہنچانا منظور ہو تو چاہیے کہ وہ اس نفع کو کھانا کھلانے پر
موقوف نہ رکھے، اگر بروقت کھانا میسر ہو جائے تو بہتر ہے، ورنہ صرف سورۃ فاتحہ
اور سورۃ اخلاص کا ثواب ہی بہترین ثواب ہے۔

اسی لیے علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایک آیت یا ایک سورۃ پڑھ کر

مثلاً دس آدمی کو اس کا ثواب بخشے تو دسوں کو پورا پورا ثواب اس آیت یا اس سورۃ کا ملے گا۔
علامہ شامی جلد اول ”رد المحتار“ ص ۸۴۵ میں فرماتے ہیں:

سُئِلَ ابْنُ حَجْرٍ الْمَكِّيُّ عَمَّا لَوْ قَرَأَ لِأَهْلِ الْمَقْبَرَةِ الْقَائِحَةَ هَلْ يَقْسِمُ
الثَّوَابَ بَيْنَهُمْ أَوْ يَصِلُ لِكُلِّ مِّنْهُمْ مِثْلَ ثَوَابِ ذَلِكَ كَمَا مِلَّا فَأَجَابَ
بِأَنَّهُ أَقْبَى جَمَعَ بِالثَّانِي وَهُوَ الْأَيْقُ بِسِعَةِ الْفَضْلِ.

یعنی علامہ ابن حجر سے سوال ہے کہ کوئی شخص مقبرہ والوں کو فاتحہ پڑھ کر بخشے تو کیا
سورۃ فاتحہ کا ثواب انہیں بٹ کر ملے گا یا سب کو پورا پورا ثواب سورۃ فاتحہ کا پینچے
گا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت کا فتویٰ یہ ہے کہ سب کو پورا پورا
ثواب ملے گا اور یہی اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل کے لائق ہے۔

مکتوبات امام ربانی جلد سوم مکتوب بست و ہشتم ص ۵۴ میں ہے:

اگر بروحانیت کے تصدق کردہ سائر مومنان را شریک سازد بہمہ برسد و از آن
فخص کہ بہ نیت اودادہ بود ہیج نقصان نہ کنندان رتہک و اوسع المَغْفِرَةِ۔
اگر ایک کی روحانیت کے لیے صدقہ کر کے سارے مومنین کو شریک کر لے تو
سب کو (ثواب برابر) پینچے گا اور جس کی نیت سے (صدقہ) دیا گیا اس میں کچھ
کمی نہ ہوگی، بے شک تیرا رب (تبارک و تعالیٰ) وسیع مغفرت والا ہے۔

نیز یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ ایصالِ ثواب جس طرح مردوں کے لیے ہوتا ہے
زندوں کے لیے بھی ہو سکتا ہے، ثواب پہنچانے کے لیے مردہ ہونا کچھ ضروری نہیں، یہ شخص
عامیانا خیال ہے، وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ثواب مردہ ہی کو بخشا جاسکتا ہے، زندوں کے لیے
ایصالِ ثواب سن کر ان کو سخت حیرت ہوتی ہے۔ شامی جلد ۲ ص ۲۴۲ میں ہے:

قَوْلُهُ لِغَيْرِهِ أَيَّ الْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ بَخْرُغَنِ الْبَدَائِعِ

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

یعنی زندوں اور مردوں کو ثواب بخشا تو جائز ہے۔

یعنی ماتن نے جو کہا کہ:

الْأَصْلُ إِنَّ كُلَّ مَنْ آتَى بِعِبَادَةِ مَالِهِ جَعَلَ ثَوَابَهَا لِغَيْرِهِ.

یعنی اس بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے اس کو حق ہے

کہ اس کا ثواب غیر کو دے۔

چاہے وہ غیر زندہ ہو یا مردہ دونوں کا ثواب پہنچا سکتا ہے۔ شامی جلد اول ص ۸۴۴ میں ہے:

وَفِي الْبَحْرِ مَنْ صَامَ أَوْ صَلَّى أَوْ تَصَدَّقَ وَجَعَلَ ثَوَابَهُ لِغَيْرِهِ مِنَ
الْأَمْوَاتِ وَالْأَحْيَاءِ جَازٍ وَيَصِلُ ثَوَابُهُمُ إِلَيْهِمْ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ
وَالْجَمَاعَةِ كَذَلِكَ فِي الْبِدَائِعِ ثُمَّ قَالَ وَبِهَذَا عَلِمَ أَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ
يَكُونَ الْمَجْعُولُ لَهُ مَيِّتًا أَوْ حَيًّا وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يُتَوَى بِهِ
عِنْدَ الْفِعْلِ لِلغَيْرِ أَوْ يَفْعَلَهُ لِنَفْسِهِ ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ يَجْعَلُ ثَوَابَهُ لِغَيْرِهِ
لِإِطْلَاقِ كَلَامِهِمْ وَأَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ الْفَرَضِ وَالنَّفْلِ.

یعنی بحر الرائق میں ہے کسی نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ دیا اور اس کا
ثواب کسی مردہ یا زندہ کو بخشا تو جائز ہے اور اہلسنت کے نزدیک اس کا ثواب ان
لوگوں کو پہنچے گا۔ اسی طرح بدائع میں ہے پھر کہا اس سے معلوم ہوا کہ اس بارے
میں کوئی فرق نہیں ہے کہ جس کو ثواب بخشیں وہ مردہ ہو یا زندہ اور نہ فرق اس میں
ہے کہ کام کرتے وقت اس غیر کی نیت سے کیا جائے یا اپنے لیے کریں اور اس
کے بعد اس کا ثواب دوسرے کو بخشیں اس لیے کہ کلام ان کا مطلق ہے اور اس
بارے میں فرض اور نفل میں بھی کوئی فرق نہیں۔

بالجملہ! ایصال ثواب کسی عمل خیر فرض واجب سنت مستحب مباح و مجاز شرعی

بدنی یا مالی یا دونوں کے مجموعہ کا کسی کے نفع اخروی کی نیت سے کرنا یا بغیر نیت کسی دوسرے کے خود اپنے لیے کرے اس وقت یا کچھ بعد زبان سے یا فقط دل سے خداوند عالم سے دعا کرنا ہے کہ اس کا ثواب فلاں شخص یا اشخاص مردہ یا زندہ کو پہنچے۔ اب ان تمام تمہیدات کے بعد اصل سوالوں کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں فاقول وبالله التوفیق قرآن شریف میں مردوں کے لیے ایصالِ ثواب کے متعدد طریقے بتائے گئے ہیں۔ ان میں جس طریقہ کو انجام دے گا مردے کو ثواب ملے گا اور اگر کوئی شخص سب طریقے بجالائے تو اور بہتر ہے۔

اول: مغفرت کی دعا کرنا

قال تعالیٰ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا

الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (سورہ حشر، رکوع ۱)

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں

خداوند! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت کر جو ہم سے

پہلے ایمان لائے ہیں۔

تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۱۷۹ میں اس آیت کریمہ کے تحت میں ہے:

اعْلَمُ أَنَّ قَوْلَهُ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ عَطْفٌ أَيْضًا عَلَى

الْمُهَاجِرِينَ وَهُمْ الَّذِينَ هَاجَرُوا مِن بَعْدِ وَقِيلَ التَّابِعُونَ بِإِحْسَانٍ

وَهُمُ الَّذِينَ يُجِيشُونَ بَعْدَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

وَذَكَرَ تَعَالَى أَنَّهُمْ يَدْعُونَ لِأَنفُسِهِمْ وَلَمَنْ سَبَقَهُمْ بِالْإِيمَانِ وَهُوَ

قَوْلُهُ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَالْإِخْوَانَ الَّذِينَ سَبَقُوا قَدْ

اسْتَوْعَبَتْ جَمِيعَ الْمُؤْمِنِينَ لِأَنَّهُمْ أَمَّا الْمُهَاجِرُونَ أَوِ الْأَنْصَارُ

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

أَوِ الدِّينِ جَاوِمِينَ بَعْدِهِمْ وَيَبِينُ أَنْ شَأْنٌ مَنْ جَاءَ بَعْدَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ أَنْ يُذَكَّرَ السَّابِقِينَ وَهُمْ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ بِالِدَعَاءِ
وَالرَّحْمَةِ فَمَنْ لَمْ يَكُنْ كَذَلِكَ بَلْ ذَكَرَهُمْ بِسُوءٍ كَانَ خَارِجًا مِنْ
جُمْلَةِ أَقْسَامِ الْمُؤْمِنِينَ بِحَسَبِ نَصِ هَذِهِ الْآيَةِ.

یعنی اللہ تعالیٰ کا قول وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ عطف ہے۔ الْمُهَاجِرِينَ پر
اور وہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بعد کو ہجرت کیا اور بعضوں نے کہا کہ جو لوگ
بھلائی کے ساتھ ان کے تابع ہوئے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان کے بعد
قیامت تک آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ ان کی صفت یہ ہے کہ وہ
لوگ اپنے لیے دعا کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لانے میں ان
سے سابق ہوئے اور وہ باری تعالیٰ کا ارشاد ”يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا“ الایہ ہے
اور جان لو کہ ان آیات نے مسلمانوں کی تمام قسموں کو استیعاب کر (گھیر) لیا
اس لیے کہ مؤمنین یا مہاجرین ہیں یا انصار یا جو لوگ کہ ان کے بعد ہوئے اور
بیان فرمایا کہ مہاجرین و انصار کے بعد جو لوگ ہوئے ان کی شان یہ ہونی چاہیے
کہ اگلے لوگوں یعنی مہاجرین و انصار کو دعائے خیر اور رحمت کے ساتھ یاد کریں
اور جو شخص ایسا نہیں بلکہ انہیں برائی کے ساتھ یاد کرے تو وہ بحکم اس آیہ کریم
مسلمانوں کے تمام اقسام سے خارج ہے۔

جمل حاشیہ تفسیر جلالین مصری جلد ۴ ص ۳۱ میں ہے:

قَوْلُهُ الدِّينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْقَائِلِينَ لِهَذَا الْقَوْلِ
يَقْضِي مَنْ سَبَقَهُ مِنَ التَّقْلِ قَبْلَهُ مِنْ غَيْرِ فَاصِلٍ وَيَنْتَهِي إِلَى
عَضْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُ فِي إِخْوَانِهِ الدِّينَ سَبَقُوهُ

بِالْإِيمَانِ جَمِيعَ مَنْ تَقَدَّمَ مِنْ الْمُسْلِمِينَ وَلَا يَقْضَدُ بِالَّذِينَ سَبَقُوهُ
خُصُوصَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لِقُصُورِهِ وَإِنْ كَانَ أَصْلُ سَبَبِ
النُّزُولِ شَيْخَنَا يَعْنِي الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ.

یعنی ”الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ“ سے مراد یہ ہے کہ ہر کہنے والا اس قول کا من
سبقہ سے ان کو مراد لے جو لوگ ان کے زمانہ سے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ تک
انتقال کر چکے ہیں تو اس صورت میں اس کے اخوان سابقین بالایمان میں تمامی
وہ سب مسلمان داخل ہوں گے جو اس سے پہلے انتقال کر چکے ہیں اور اس سے
فقط مہاجرین و انصار مراد نہ لے کہ اس میں تنگی اور کمی ہے اگرچہ وہی لوگ اس
آیت کے اصل سبب نزول ہیں۔

اسی طرح صاوی حاشیہ تفسیر جلالین، جلد ۴، ص ۱۹۷ میں ہے:

وَعِبَارَتُهُ هَكَذَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ أَي بِالْمَوْتِ عَلَيْهِ فَيَنْبَغِي
لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْقَائِلِينَ لِهَذَا الْقَوْلِ أَنْ يَقْضَدَ بِمَنْ سَبَقَهُ مِمَّنْ انْتَقَلَ
قَبْلَهُ مِنْ زَمَانِهِ إِلَى عَصْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُ جَمِيعُ
مَنْ تَقَدَّمَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

یعنی جب مسلمان دعا کرے اور اس میں ”اغْفِرْ لَنَا وَإِخْوَانِنَا الَّذِينَ
سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ“ کہے تو اس سے یہ قصد کرے کہ جو لوگ ہم سے پہلے سابق
بالایمان ہوئے ہیں یعنی جو لوگ اس کے زمانہ سے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ
مبارک تک انتقال کر چکے ہیں تو اس میں تمامی گزشتہ مسلمان داخل ہو جائیں
گے۔

قنوی حاشیہ تفسیر بیضاوی مصری جلد ۷، ص ۱۵۶ میں ہے:

قَوْلُهُ يَقُولُونَ آيَاتِهِ وَفِيهِ تَرْغِيبٌ لِلْخَلْفِ لِلدُّعَاءِ لِلسَّلْفِ لِأَسِيْمَا
الْعُلَمَاءِ الْأَقْدَمِينَ فَإِنَّهُمْ آهَاءُ تَعْلِيمِ الدِّينِ وَإِنَّ الدُّعَاءَ بِالمَغْفِرَةِ
أَهْمٌ.

یعنی اس آیت کریمہ میں خلف کو رغبت دینا ہے سلف کے لیے دعا کرنے کی
خصوصاً اگلے علماء کے لیے کہ وہ دینی تعلیم کے باپ ہیں اور یہ کہ مغفرت کی دعا
سب سے اہم ہے۔

حاشیہ شہاب خفاجی علی البیضاوی مصری جلد ۸ ص ۱۸۰ میں ہے:

وَجُمْلَةٌ يَقُولُونَ حَالِيَّةٌ وَالْمَرَادُ بِدُعَاءِ اللَّاحِقِ لِلسَّابِقِ وَالْخَلْفِ
لِلسَّلْفِ إِنَّهُمْ مُتَّبِعُونَ لَهُمْ أَوْ هُوَ تَعْلِيمٌ لَهُمْ بَأَن يَدْعُو لِمَنْ قَبْلَهُمْ
وَيَذْكُرُوهُمْ بِالْخَيْرِ.

یعنی اس آیت کریمہ میں جملہ ”يقولون الآيه“ جملہ حالیہ ہے اور سابق کے لیے
لاحق اور سلف کے لیے خلف کی دعا کا یا تو یہ مطلب ہے کہ وہ ان کی تتبع ہیں اور
ان کی نقش قدم پر چلتے ہیں یا اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ تعلیم ہے کہ خلف کو چاہیے
کہ سلف کے لیے دعا کیا کریں اور ان کو بھلاؤ، کے ساتھ یاد کیا کریں۔

تفسیر روح البیان مصری جلد ۶ ص ۲۱۰ میں ہے:

وَلِى الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ التَّرْحِمَ وَالِاسْتِغْفَارَ وَاجِبٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
الْآخِرِينَ لِلسَّابِقِينَ مِنْهُمْ لِأَسِيْمَا لِأَبَائِهِمْ وَمُعَلِّمِيهِمْ أُمُورَ الدِّينِ.

یعنی آیت کریمہ ”رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا“ میں اس امر پر دلیل ہے کہ گزشتہ مسلمانوں
کے لیے رحمت کی دعا کرنا اور مغفرت چاہنا پچھلے مسلمانوں پر واجب ہے
خصوصاً اپنے آباؤ اجداد اور دینی علوم کے اساتذہ کرام کے لیے۔

قوت القلوب حضرت ابوطالب کی جلد ۲ ص ۲۳۸ میں ہے:

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ وَلَمْ يَكُنْ فِي اتِّخَاذِ الْأَخْوَانِ إِلَّا أَنْ أَحَدَهُمْ يَبْلُغُهُ
مَوْتُ أَخِيهِ فَيَتَرَخَّم عَلَيْهِ وَيَدْعُو لَهُ فَلَعَلَّهُ يَغْفِرُ لَهُ بِحُسْنِ نِيَّتِهِ وَيُقَالُ
مَنْ بَلَغَهُ مَوْتُ أَخِيهِ فَتَرَخَّم عَلَيْهِ وَاسْتَغْفَرَ لَهُ كَأَنَّهُ شَهِدَ جَنَازَتَهُ
وَصَلَّى عَلَيْهِ وَقَدَّرَ وَيُنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ
الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهِ مَثَلُ الْغَرِيقِ يَتَعَلَّقُ بِكُلِّ شَيْءٍ يُنْتَظَرُ دَعْوَةٌ مِنْ وُلْدِ
أَوْ وَالِدِ أَوْ أَخٍ وَإِنَّهُ لَيَدْخُلُ عَلَى قُبُورِ الْأَمْوَاتِ مِنْ دُعَاءِ الْأَحْيَاءِ مِنَ
الْأَنْوَارِ أَمْثَالِ الْجِبَالِ وَيُقَالُ الدُّعَاءُ لِلْأَمْوَاتِ، بِمَنْزِلَةِ الْهَدَايَا
لِلْأَحْيَاءِ فِي الدُّنْيَا قَالَ فَيَدْخُلُ الْمَلِكُ عَلَى الْمَيِّتِ مَعَهُ طَبَقٌ مِنْ
نُورٍ عَلَيْهِ مِنْدِيلٌ مِنْ نُورٍ فَيَقُولُ هَذِهِ هَدِيَّةٌ مِنْ عِنْدِ أَخِيكَ فَلَا تَنْ
مَنْ عِنْدَ قَرِينَتِكَ فَلَا تَنْ قَالَ فَيَفْرَحُ بِذَلِكَ كَمَا يَفْرَحُ الْحَيُّ
بِالْهَدِيَّةِ

”بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر اخوان بنانے میں اور کوئی فائدہ نہ ہو تو یہ کیا کم ہے کہ
کسی شخص کو اس کے دینی بھائی کے مرنے کی خبر پہنچتی ہے اس پر ترحم کرنا ہے اس
کے لیے دعا کرتا ہے تو شاید دعا کرنے والے کی نیک نیتی سے اس میت کی
مغفرت کر دی جائے۔ اور کہا جاتا ہے کہ جس شخص کو اس کے بھائی کے مرنے کی
خبر پہنچی پس اس نے اس پر ترحم کیا اور مغفرت کی دعا کی تو گویا اس کے جنازہ
میں حاضر ہوا اور جنازہ کی نماز پڑھی اور ہمیں رسول اللہ ﷺ سے روایت پہنچی
ہے کہ میت کی مثال قبر میں ایسی ہے جیسے کوئی ڈوبتا ہر چیز کا سہارا ڈھونڈتا ہے وہ
دعا کے انتظار میں ہے کہ لڑکا دعا کرے یا باپ یا بھائی اور بیشک زبوں کی دعا کی

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

برکت سے مردوں کی قبور میں پہاڑ جیسے انوار داخل ہوتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ مردوں کے لیے دعا کرنا ایسا ہے جیسے دنیا میں زندوں کو ہدیہ دینا۔ کہا کہ فرشتہ سب کے پاس جاتا ہے اس کے ساتھ نور کا طباق ہوتا ہے جو نور کے رومال سے چھپا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تحفہ تیرے فلاں بھائی کا ہے جو فلاں جگہ کارہنے والا ہے تو وہ مردہ یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے جس طرح زندہ ہدیہ پا کر خوش ہوتا ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی شرح احیاء العلوم مصری جلد ۱۰ ص ۳۶ میں فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ لِي قَبْرِهِ الْأَسْبَةُ الْفَرِيقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةَ مَنْ أَبِ أَوْ أُمِّ أَوْ صَدِيقٍ نِقَةٍ فَإِذَا لِحَقَّتْهُ كَانَ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا لِأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لِيَدْخُلَ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الدُّنْيَا أَمْثَالَ الْجِبَالِ وَإِنْ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ لِلْأَمْوَاتِ الْأَسْتِغْفَارَ لَهُمْ وَالصَّدَقَةَ عَنْهُمْ (رواه الديلمی فی مسند الفردوس ورواه البيهقي فی شعب الایمان)

دیلمی "مسند الفردوس" اور بیہقی "شعب الایمان" میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً راوی ہیں کہ نہیں ہے مردہ اپنی قبر میں مگر مثل ڈوبتے ہوئے کے طالب فریادرس ہے انتظار کر رہا ہے باپ یا ماں یا معتمد دوست کی دعا کا تو جب دعا اسے پہنچتی ہے اس کو دنیا و ما فیہا سے بڑھ کر محبوب ہوتی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ دنیا والوں کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑ جیسے خیر و برکات و انوار داخل کرتا ہے اور بے شک مردوں کے لیے زندوں کا تحفہ ان کی مغفرت چاہنا اور ان کی طرف سے صدقہ دینا ہے۔

حضرت شیخ مجدد اکثر تعزیتی خطوط میں اسی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے دعا و

صدقہ کی ہدایت فرماتے ہیں۔ مکتوبات جلد اول ص ۱۱۰ مکتوب ہشتاد و نہم میں ہے:

مرحومہ شمادریں او ان بسے مفتنم بودند الحال ہر شما آن لازم
است کہ مکافات احسان با احسان بکنند و بدعا و صدقہ ساعت
بساعت مدد نمائند فَإِنَّ الْمَيِّتَ كَالغَرِيقِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةَ تَلْحَقُهُ مِنْ
أَبِ أَوْ أُمِّ أَوْ إِخٍ أَوْ صَدِيقٍ.

تمہارے (میت) مرحومہ بڑے احسان کرنے والے تھے اب تم پر یہ لازم ہے
کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور دعا اور صدقہ سے ہر وقت ان کی مدد کرو اس
لیے کہ میت مثل غریق کے بے انتظار کرتا ہے اپنے رشتہ داروں باپ یا ماں یا
بھائی یا دوست کی دعاؤں کا جو اسے پہنچتی ہے۔

نیز مکتوب جلد اول ص ۱۲۱ مکتوبات صد و چہارم میں ہے:

مصیبت برفتن نیست بر حال رونده الی الحیب ست تا با دچہ معاملہ کنند بدعا
واستغفار و تصدیق امداد با کد نمود قال رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالغَرِيقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةَ تَلْحَقُهُ مِنْ
أَبِ أَوْ أُمِّ أَوْ صَدِيقٍ (الی قولہ) وَإِنْ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ
الْأَسْتِغْفَارَ لَهُمْ۔

مصیبت جانے پر نہیں ہے (بلکہ) دوست کی طرف جانے والے کے حال پر
ہے۔ یہاں تک کہ (وہ منتظر رہتا ہے کہ دیکھیں) لوگ کس طرح (میرے
دوست) معاملہ کرتے ہیں؟ (لہذا) دعا اور استغفار اور تصدق کے ذریعہ مدد
کرنی چاہیے (جیسا کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت قبر میں مثل ڈوبنے
والے فریاد کرنے والے کے بے انتظار کرتا ہے ان دعاؤں کا جو پہنچتی ہیں اس کو

باپ یا ماں یا دوست کی طرف سے (الی قولہ) بیشک زندوں کے تجھے ہدیے مردوں کی طرف ان کے (مردوں) کے لیے استغفار کرنا ہے۔

قرآن شریف کی آیت تفسیر کی عبارت علماء کرام کی صراحت احادیث کی دلالت نے مردوں کے لیے ایصالِ ثواب کے طریقہ کو بہت صاف طور پر واضح کر دیا کہ مسلمانوں پر نہ صرف مستحب بلکہ بقول علامہ حقی واجب ہے کہ گزشتہ مسلمانوں خصوصاً اپنے آباؤ اجداد و علماء کرام و مشائخ عظام کے ایصالِ ثواب کے لیے ان کی مغفرت کی دعا کیا کریں ورنہ حسب تصریح امام رازی مسلمانوں کی تیسری قسم بھی شامل ہونا معلوم۔

دوم: ماں باپ کے لیے خدائے تعالیٰ سے رحم و کرم چاہنا

قَالَ تَعَالَى وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ۝

(بنی اسرائیل رکوع ۳۷)

یعنی ماں باپ کے لیے دعا کرو اور کہو کہ خداوند ان دونوں پر رحم فرما جس طرح ان دونوں نے بچپن میں مجھے پالا۔

تفسیر روح المعانی مصری جلد ۳ ص ۵۰۸ میں ہے:

وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْأَمْرَ لِلْوَجُوبِ فَيَجِبُ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يَدْعُوَ لِوَالِدَيْهِ بِالرَّحْمَةِ.

یعنی اس آیت سے ظاہر یہ بات ہے کہ اولاد پر واجب ہے کہ والدین کے لیے رحمت کی دعا کیا کریں۔

اس لیے کہ امر و جوب کے لیے آتا ہے حمل مصری حاشیہ تفسیر جلالین جلد ۲ ص ۶۲۲ میں ہے:

قَوْلُهُ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا أَيُّ أَدْعُ لَهُمَا وَلَوْ خَمْسَ مَرَّاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ كَذَا فِي الصَّوَابِ (جلد ۲ ص ۲۷۱)

یعنی آیت کریمہ ”وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا“ کے یہ معنی ہیں کہ ماں باپ کے لیے رحمت کی دعا کیا کرے اگر زیادہ نہیں تو کم از کم دن رات میں صرف پانچ ہی دفعہ سمی۔

تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۱۴۸ میں ہے:

وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا وَاذْعُ اللّٰهَ اَنْ يُرْحَمَهُمَا بِرَحْمَتِهِ الْبَاقِيَةِ
وَلَا تَكْتَفِ بِرَحْمَتِكَ الْفَائِيَةِ.

یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اپنی رحمت باقی کے ساتھ ان پر رحم کرے تم فقط اپنی رحمت فانی پر اکتفا نہ کرو کہ جہاں تک ہو سکے ان کے ساتھ سلوک کرو۔

اسی میں ہے:

سُئِلَ ابْنُ عِيْنَةَ عَنِ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ فَقَالَ كُلُّ ذَلِكَ وَاَصِلَ
اِلَيْهِ وَلَا شَيْئِي اَنْفَعُ لَهٗ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ وَلَوْ كَانَ شَيْئِي الْفَضْلُ مِنْهُ
لَا مِرْثَ بِهِ فِي الْاَبْوَيْنِ وَيَعْضُدُهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْفَعُ
دَرَجَةَ الْعَبْدِ فِي الْجَنَّةِ لَيَقُولُ يَا رَبِّ اَنْتَ لِيْ هَذَا فَيَقُولُ بِاِسْتِغْفَارِ
وَلَدِكَ وَفِي الْحَدِيثِ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبُوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا لِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ
كَانَ بَارًا.

یعنی ابن عیینہ سے سوال ہوا کہ مردہ کی طرف سے صدقہ کرنا کیسا ہے؟ اور یہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ اس کے لیے کیا جائے گا سب اس کو پہنچے گا؟ اور کوئی چیز استغفار سے بڑھ کر نہیں اس لیے کہ اگر کوئی چیز استغفار سے افضل ہوتی تو والدین کے حق میں اسی کا حکم ہوتا، اور اس کی تائید حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے بندہ

کا درجہ بلند فرمائے گا وہ بندہ کہے گا میرے مولیٰ! یہ رتبہ مجھ کو کس طرح ملا؟
ارشاد ہوگا کہ تیرے لڑکے کے استغفار کی وجہ سے اور حدیث شریف میں ہے کہ
جو شخص ہر جمعہ کے دن ماں باپ یا ان میں کسی ایک کی قبر کی زیارت کیا کرے وہ
اللہ تعالیٰ کے یہاں بار یعنی نیکو کار گنا جائے گا۔

تفسیر ابی مسعود علی ہامش تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۵۷۳ میں ہے:

وَلَا تَكْتَفِ بِرَحْمَتِهِ الْفَانِيَةَ بَلْ أَدْعُ اللَّهَ لَهُمَا بِرَحْمَتِهِ الْوَاسِعَةِ
الْبَاقِيَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا بِرَحْمَتِكَ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْآخِرَوِيَّةِ الَّتِي
مِنْ جُمْلَتَيْهَا الْهَدَايَةِ إِلَى الْإِسْلَامِ فَلَا يَنَالُنِي ذَلِكَ كُفْرُهُمَا

یعنی والدین کے حق میں فقط اپنی فانی رحمت پر اکتفا نہ کرو بلکہ ان دونوں کے لیے
اللہ تعالیٰ سے اس کی وسیع باقی رحمت کے لیے دعا کرو اور یوں کہہ کہ خداوند ان
دونوں پر اپنی دنیوی و اخروی رحمت کے ساتھ رحم فرما اور منجملہ اخروی رحمت کے
اسلام کی طرف رہبری بھی ہے تو اگر کسی کے ماں باپ کافر ہوں جب بھی اس
دعا میں مضائقہ نہیں اس لیے کہ کفر اس دعا کے منافی نہیں۔

سوم: میت کے لیے جنازہ پڑھنا

قَالَ تَعَالَى وَصَلَّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ

(سورہ براءۃ رکوع ۱۳ع)

”اور ان کے مرنے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھے اس لیے کہ آپ کا ان پر

نماز جنازہ پڑھنا ان کے لیے سکون و وقار ہے۔“

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں دو قول ہیں اول دعاء مغفرت کرنا اس معنی کو یہ پہلے

طریقہ کی دلیل ہوگی اور بعض علماء نے اس آیت کی تفسیر نماز جنازہ سے کی ہے۔ تب یہ آیت

تیسری صورت کی دلیل ہوگی۔ تفسیر البحر المحیط جلد ۵ ص ۹۵ میں ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ أَيُّ أَدْعُ لَهُمْ أَوْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ صَلِّ عَلَيْهِمْ إِذَا مَاتُوا.
اول یعنی اس آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں اول ان کے لیے دعا کیجئے دوم
دعا مغفرت کیجئے سوم جب مرجائیں تو جنازہ کی نماز پڑھئے۔

تفسیر روح البیان جلد ۲ ص ۵۷۳ میں ہے:

قَالَ فِي الْكَافِي "الصلوة على الميت مشروعة لقوله تعالى وصل
عليهم ان صلواتك سکن لهم

"کافی میں ہے کہ جنازہ کی نماز مشروع ہے اور اس کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ
ارشاد "وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنْ صَلَوَاتِكَ سَكَنَ لَهُمْ" ہے۔

تفسیر روح المعانی جلد ۳ ص ۳۲۵ میں ہے:

وَالْحَمْدُ عَلَى صَلَاةِ الْمَيِّتِ بَعِيدٌ وَأَنَّ زُورِي عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُمَا.

یعنی آیت کریمہ "وَصَلِّ عَلَيْهِمْ" سے نماز جنازہ مراد لیتا بعید ہے۔ اگرچہ یہ
تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

اس عبارت نے اتنا پتہ دیا کہ "صَلِّ عَلَيْهِمْ" سے نماز جنازہ مراد لیانا نہ صرف
صاحب البحر المحیط اور صاحب کافی کی ذاتی رائے ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
عنہما سے بھی یہ تفسیر مروی و منقول ہے۔ رہا علامہ آلوسی بغدادی مؤلف روح المعانی کا باوجود
روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو بعید بتانا عقل و علم سے بعید ہے
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جلالت شان علمی اور وہ بھی خاص فن تفسیر میں اس
سے ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کے لیے دعاء اَللّٰهُمَّ عَلِمَةُ الْكِتَابِ فرمائی وہ

اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں، اور الفاظ قرآن اس کو مقتضی، علماء کرام نماز جنازہ کے ثبوت و استدلال میں اس آیت کو پیش کرتے ہیں، ”روح البیان“ والے اس کو نقل کر کے مقرر رکھتے ہیں، باوجود ان سب باتوں کے علامہ آلوسی اس کو بعید کہتے ہیں، ثابت بالحدیث اور صحابی کے قول کو تفسیر قرآن میں بعید بتانا، سخت جرات اور شان علم و عقل سے بہت ہی بعید ہے۔

امام جلال الدین سیوطی تفسیر درالمثور جلد ۳، ص ۲۷۵ میں اس آیت کی تفسیر میں

منجملہ اور احادیث کے ایک یہ حدیث لکھتے ہیں:

وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ خَارِجَةَ بِنِ زَيْدٍ عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ قَابِثٍ
وَكَانَ أَكْبَرُ مِنْ زَيْدٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَلَمَّا وَرَدْنَا الْبَقِيعَ إِذَا هُوَ بِقَبْرِ جَدِيدٍ فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوا فُلَانَةٌ
فَعَرَفَهَا قَالَ أَفَلَا إِذْ تَتَمَوَّنِي بِهَا فَقَالُوا كُنْتَ قَائِلًا لَكَرِهْنَا أَنْ
نُؤَدِّبَكَ فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا مَأْمَاتٍ مِنْكُمْ مَيِّتٌ مَا دُمْتُ بَيْنَ أَظْهَرِكُمْ
إِلَّا أَذُنْتُ مَوْلِي فَإِنَّ صَلَاتِي عَلَيْهِ رَحْمَةٌ.

یعنی ابن ابی شیبہ نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے ساتھ چلے تو جب جنت البقیع پہنچے تو حضور نے ایک نئی قبر ملاحظہ فرمائی، آپ نے پوچھا، لوگوں نے کہا، کہ فلاں عورت کی قبر ہے، تو آپ نے اس کو پہچان لیا، ارشاد ہوا کہ تم لوگوں نے مجھے کیوں نہ خبر دی؟ لوگوں نے کہا، حضور قیلوہ فرما رہے تھے، تو ہم نے ناپسند کیا کہ حضور کو تکلیف دیں، ارشاد ہوا، کہ ایسا نہ کیا کرو جب تک میں تم میں ہوں، تو نہ انتقال کرے تم میں کوئی شخص مگر مجھے ضرور خبر دیا کرو اس لیے کہ میرا نماز پڑھنا میت کے لیے رحمت ہے۔

والحدیث رواہ ابن ماجہ فی سنن واہن حبان فی صحیحہ

والحاكم في المستدرک فی الفضائل وسکت عنه وروی نحوه البخاری
و مسلم، ص ۳۱۰ و ابو داؤد الطیالسی ص ۳۲۱ اس مسئلہ کی تائید اس آیت
کریمہ سے بھی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَا تَأْتِيهِمْ (سورہ براءۃ)

یعنی منافقین میں جو شخص مر جائے اس کی جنازہ کی نماز آپ نہ پڑھیں۔

تفسیر بیضاوی شریف میں اس آیت کریمہ کے تحت میں ہے:

وَالْمُرَادُ مِنَ الصَّلَاةِ الدُّعَاءُ لِلْمَيِّتِ وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُ وَهُوَ مَمْنُوعٌ عَطِي
حَقِّ الْكَافِرِ.

یعنی صلوة سے مراد میت کے لیے دعا اور اس کی مغفرت کی دعا کرنا ہے اور کافر
کے لیے یہ منع ہے۔

حاشیہ خفاجی علی البیضاوی جلد ۴ ص ۳۵۲ میں ہے:

إِنَّ الْمُرَادَ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ صَلَاةُ الْمَيِّتِ الْمَعْرُوفَةِ وَإِنَّمَا مَنَعَ مِنْهَا
عَلَيْهِ لِأَنَّ صَلَاةَ الْمَيِّتِ دُعَاءٌ وَاسْتِغْفَارٌ وَاسْتِغْفَاعٌ لَهُ وَقَدْ مَنَعَ مِنَ
الدُّعَاءِ لِمَيِّتِهِمْ فِيمَا تَقَدَّمَ فِي هَذِهِ السُّورَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ
أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ وَقَوْلُهُ تَعَالَى إِنَّ
تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ.

یعنی اس آیت میں صلوة سے مراد نماز جنازہ معروفہ ہے اور منافقین کے لیے
ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ میت پر نماز پڑھنا دعا و استغفار اور شفاعت کرنا ہے اور
منافق مردوں کے لیے دعا کرنا پہلے غیر مفید و ممنوع ہو چکا ہے ان پر ایک سا ہے
تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستر بار ان کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز

انہیں نہیں بخشے گا۔

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب منافقین کے لیے استغفار دعا نماز جنازہ ممنوع ہے تو ضروری ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ سب باتیں نہ فقط جائز بلکہ مامور و مشروع ہوں ورنہ ان کی تکلیف و تذلیل کیا ہوگی؟ امام رازی تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۷۰۹ میں اس آیت کریمہ کے تحت میں ارشاد فرماتے ہیں:

إِعْلَمُ أَنَّهُ تَعَالَى أَمَرَ رَسُولَهُ بِأَنْ يُسْعَى فِي تَخْدِيلِهِمْ وَاهَانَتِهِمْ وَإِذْ لَابِهِمْ فَالَّذِي سَبَقَ ذِكْرُهُ فِي الْآيَةِ الْأُولَى وَهُوَ مَنَعَهُمْ مِنَ الْخُرُوجِ مَعَهُ إِلَى الْغَزَوَاتِ سَبَبٌ قَوِيٌّ مِنْ أَسْبَابِ إِذْلَالِهِمْ وَاهَانَتِهِمْ وَهَذَا الَّذِي ذِكْرُهُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ وَهُوَ مَنَعَ الرَّسُولَ مِنْ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ سَبَبٌ آخَرٌ قَوِيٌّ فِي إِذْلَالِهِمْ وَتَخْدِيلِهِمْ.

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ منافقین کے رسوا کرنے، اہانت کرنے اور ذلیل کرنے کی کوشش کریں تو آیت گزشتہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں جانے کی ممانعت کرنا، ایک قوی سبب ان کی ذلت و اہانت کا ہے اور جو اس آیت میں مذکور ہے یعنی نبی ﷺ کو ان کے نماز جنازہ سے روک دینا، ان کی تذلیل و رسوائی کا دوسرا قوی سبب ہے۔

چہارم: مسلمان میت کے قبر پر جانا اور اس جگہ ٹھہرنا اور اس کی زیارت کرنا

قَالَ تَعَالَى وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ (سورہ براءہ رکوع ۱۱) تفسیر بیضاوی میں ہے:

وَلَا تَقِفْ عِنْدَ قَبْرِهِ لِلدَّفْنِ أَوَّلِ الزِّيَارَةِ (حاشیہ قنوی علی البیضاوی جلد ۳ ص

۷۱ میں ہے:

أَيُّ النَّهْيِ عَنِ الْقِيَامِ نَهْيٌ عَنِ الْوُقُوفِ مُطْلَقًا كِنَايَةً أَوْ مَجَازًا أَوْ كَانَ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ عَلَى قُبُورِ الْمُنَافِقِينَ وَيَدْعُو لَهُمْ ثُمَّ نَهَى
عَنْ ذَلِكَ حِينَ مَاتَ رَيْسُ الْمُنَافِقِينَ.

یعنی قیام سے ممانعت مطلقاً ٹھہرنے سے کنایہ یا مجازاً ممانعت ہے اور حضور
اقدس ﷺ پہلے منافقین کی قبروں پر بھی ٹھہرتے اور ان کے لیے دعا کرتے تھے
جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مرثدہ اس سے ممانعت ہوگی۔

تفسیر کبیر جلد ۴، ص ۷۱۰ میں ہے:

ثُمَّ قَالَ وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ وَفِيهِ وَجْهَانِ الْأَوَّلُ قَالَ الزُّجَاجُ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَفِنَ الْمَيِّتَ وَقَفَ عَلَى قَبْرِهِ
وَدَعَا لَهُ فَمَنَعَ هَهُنَا مِنْهُ الثَّانِي قَالَ الْكَلْبِيُّ لَا تَقُمْ بِإِصْلَاحِ مُهْمَاتِ
قَبْرِهِ.

یعنی آیت کریمہ ”ولا تقم علی قبرہ“ کی دو تفسیریں ہیں اول زجاج نے کہا کہ رسول
اللہ ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب کسی میت کو دفن کرتے اس کی قبر پر
ٹھہرتے اور اس کے لیے دعا کرتے تو اس سے منع کر دیئے گئے کہ مہمات قبر کی
اصلاح کے لیے آپ منافقوں کی قبر پر نہ ٹھہریں۔

تفسیر ابوسعود جلد ۴، ص ۷۰۲ میں ہے:

إِنِّي لَا تَقِفُ عَلَيْهِ لِلدَّفْنِ أَوْ لِلزِّيَارَةِ أَوْ لِلدُّعَاءِ.

یعنی منافق کی قبر پر آپ کھڑے نہ ہوں نہ دفن کے لیے نہ زیارت کے لیے نہ دعا
کے واسطے۔

تفسیر روح البیان جلد ۲، ص ۵۵۹ میں ہے:

وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِي لَاتَقِفِ عِنْدَ قَبْرِهِ لِلدَّفْنِ أَوْ لِلزِّيَارَةِ وَالِدُّعَاءِ
وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَفِنَ الْمَيِّتَ وَقَفَ عَلَى قَبْرِهِ
وَدَعَا لَهُ أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ تَعْلِيلٌ لِنَهْيِهِ عَلَى أَنْ الْإِسْتِغْفَارَ

رَلِّمَتِ وَالْوُقُوفَ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّمَا يَكُونُ لِأَسْتِصْلَاحِهِ وَذَلِكَ
مُسْتَحِيلٌ لِي حَقِّهِمْ لِأَنَّهُمْ اسْتَمَرُّوا عَلَى الْكُفْرِ بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ مُدَّةَ
حَيَاتِهِمْ قَالَ الْحَافِظُ.

”قبرہ“ کے یہ معنی ہیں کہ آپ منافق کی قبر پر نہ ٹھہریں، دن یا زیارت اور دعا کے لیے اور حضور اقدس ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ جب مردہ دفن کیا جاتا تو اس کے قبر پر ٹھہرتے اور اس کے لیے دعا کرتے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ”إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ“ اس نہی کی علت ہے اس لیے کہ میت کے لیے استغفار اور اس کی قبر پر ٹھہرنا اس کی اصلاح کے لیے ہوتا ہے اور یہ منافقوں کے حق میں محال ہے چونکہ وہ مدۃ العمر اللہ ورسول کے ساتھ کفر پر مستمر رہے جیسا کہ حضرت حافظ شیرازی نے فرمایا۔

بآبِ كَوْنِ وَ زَمَزَمِ سَفِيدِ نَتَوَانِ كَرْدِ

گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ان سیہ بخشان قسمت کے حق میں ان کے کفر کے سبب غیر مفید ہونے کی وجہ سے جب قبر پر ٹھہرنا منع کر دیا گیا تو مسلمانوں کے لیے وہ حکم بدستور باقی رہا چونکہ ان کے لیے مفید ہے۔ بالجملہ! قرآن شریف کی ان آیات کریمہ سے ایصالِ ثواب کے چار طریقے ثابت ہوئے! اول! دعائے مغفرت، دوم! دعائے رحمت، سوم! نماز جنازہ، چہارم! بر پر ٹھہرنا اور دعا کرنا، ان میں نماز جنازہ کی ترکیب تو مفصل طریقے پر کتب فقہ میں مذکور ہے۔ رہا دعائے مغفرت و دعائے رحمت کرنا اور قبر پر ٹھہرنا، قرآن شریف میں اس کا مفصل بیان مذکور نہیں کہ کس طرح دعا کرنی چاہیے؟ اور اس کے آداب و شرائط کیا ہیں؟ لیکن اہل علم و فہم پر مخفی نہیں کہ جب یہ دعا ہے تو جو آداب و شرائط دعا کے اپنی جگہ مرقوم و مکتوب ہیں، اس دعا کے لیے بھی ان کا لحاظ ضروری ہے۔ وہ بہت امور ہیں جن کا مفصل بیان اعلیٰ حضرت مولانا مولوی محمد تقی علی خان صاحب قدس سرہ العزیز کی مستقل

تصنيف احسن الوعاء لاداب الدعاء اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شیخ الاسلام
والسلمین سیدی و مرشدی مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ
القوی کے حاشیہ مسمی بہ ذیل المُلَدَّعَا لِأَحْسَنِ الْوَعَائِمِ مَذْکُور ہے اگر ان سب امور کا لحاظ
نہ کر سکیں تو کم از کم دو تین باتوں کا خیال کرنا ضروری ہے تاکہ جو دعا کریں امید قبولیت قوی
ہو اَوَّل کچھ سورتیں یا آیتیں قرآن شریف کی پڑھیں کہ قرآن شریف کے بعد دعا قبول
ہوتی ہے۔ کنز العمال جلد ۱ ص ۱۲۹ میں ہے:

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنْ لِقَارِي الْقُرْآنِ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَإِنْ شَاءَ صَاحِبُهَا عَجَّلَهَا لِي
الدُّنْيَا وَإِنْ شَاءَ أَخْرَجَهَا إِلَيَّ الْآخِرَةَ (رواه ابن مردويه، ص ۱۳۲)
قرآن شریف پڑھنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے تو اگر چاہے دنیا میں جلد لے
لے اور اگر چاہے آخرت کے لیے مؤخر کرے۔

اسی میں ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَقَرَأَهُ لِحَامِلِ الْقُرْآنِ دَعْوَةٌ
مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُوبُهَا فَيُسْتَجَابُ لَهُ
(رواه البيهقي في شعب الایمان، ص ۱۳۳)

”تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف پڑھے اور قرآن شریف
پڑھائے اور حافظ قرآن کی دعا مستجاب ہوتی ہے جو دعا کرتا ہے قبول کی جاتی
ہے۔“

اسی میں ہے:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلَيْسَ أَلِ اللَّهِ بِهِ فَإِنَّهُ سَيَأْتِي أَقْوَامَ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ

وَيَسْأَلُونَ بِه النَّاسَ (رواه ابن ابی شیبہ والطبرانی فی الکبیر
والبیہقی فی شعب الایمان)
جو شخص قرآن شریف پڑھے اسے چاہیے کہ خداوند عالم سے اس کے ویلے سے
سوال کرے۔ اس لیے کہ ایک قوم ایسی آئے گی جو قرآن پڑھے گی اور لوگوں
سے اس کے ذریعے سوال کرے گی۔

اب رہی یہ بات کہ کون کون سی سورہ پڑھے؟ کون کون سی آیتیں پڑھے؟ اس
میں اختیار ہے کوئی خاص سورہ ضروری نہیں۔ ہاں! جن جن سورتوں کا ثواب خصوصیت کے
ساتھ مذکور ہے جیسے سورہ فاتحہ یا اول و آخر بقرہ، آیت الکرسی، سورہ یسین، انا اعطینا، قل یا
لھا الکافرون، قل ہو اللہ احد، معوذتین وغیرہ ان کا پڑھنا افضل و اعلیٰ ہے۔ کنز العمال جلد ۱
ص ۱۳۹ میں ہے:

عَنْ أَبِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
أَنْزَلَ اللَّهُ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ مِثْلَ أَمِّ الْقُرْآنِ وَهِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي
(رواه الترمذی والنسائی)

یعنی توریت و انجیل میں کوئی سورہ اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ کے مثل نہیں نازل کی
اور یہ سب مثنیٰ ہے۔

اسی میں ہے: ص ۱۳۹

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتِحَةُ
الْكِتَابِ تُجْزِي مَا لَا تُجْزِي شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ وَلَوْ أَنَّ فَاتِحَةَ
الْكِتَابِ جَعَلْتُ فِي كَفِّهِ الْمِيزَانَ وَجَعَلَ الْقُرْآنُ فِي الْكُفَّةِ الْأُخْرَى
لَفُضِّلْتُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ عَلَى الْقُرْآنِ سَبْعَ مَرَّاتٍ (رواه الديلمی
مسند الفردوس)

سورہ فاتحہ اس کام میں کفایت کرتی ہے کہ کوئی چیز قرآن سے کفایت نہیں کرتی،

اور اگر سورہ فاتحہ ایک پلہ میں رکھی جائے اور بقیہ قرآن دوسرے پلہ میں تو سورہ فاتحہ اس سے سات گنا زیادہ ہو۔ اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْقُرْآنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (رواه الحاكم والبيهقي في شعب الايمان)

”سورہ فاتحہ قرآن شریف میں سب سے افضل ہے۔“

اسی میں ص ۱۳۹ پر ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ أَنْزَلْتُ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ أَمَّ الْكِتَابِ وَآيَةُ الْكُرْسِيِّ وَخَوَاتِيمُ الْبَقَرَةِ وَالْكَوْثَرِ (رواه الطبرانی في الكبير واهو الشيخ والضياء)

”چار سورتیں ہیں جو اس خزانہ سے نازل کی گئیں جو عرش کے نیچے ہے۔ سورہ فاتحہ آیتہ الکرسی، خواتیم سورہ بقرہ اور سورہ کوثر“

اسی ص ۱۴۰ میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ شَيْئٍ سِنَامٌ وَإِنَّ سِنَامَ الْقُرْآنِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَفِيهَا آيَةٌ هِيَ سَيِّدَةُ آيِ الْقُرْآنِ آيَةُ الْكُرْسِيِّ (رواه الترمذی)

”ہر چیز کے لیے چوٹی ہے اور قرآن شریف کی چوٹی سورہ بقرہ ہے اور اس میں ایک آیت ہے جو قرآن کی تمام آیتوں کی سردار ہے یعنی آیت الکرسی۔“

اسی میں ہے: ص ۱۴۱

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ سُورَةُ الْبَقَرَةِ فِيهَا آيَةٌ سَيِّدَةٌ آيَةُ الْقُرْآنِ لَا تَقْرَأُ فِي بَيْتٍ وَفِيهِ
شَيْطَانٌ الْأَخْرَجَ مِنْهُ آيَةُ الْكُرْسِيِّ.

سورہ بقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآن کی تمام آیتوں کی سردار ہے، نہیں پڑھی
جائے گی یہ آیت کسی ایسے گھر میں جس میں شیطان ہو مگر اس کی برکت سے
شیطان دفع ہو جائے گا وہ آیت ”آیت الکرسی“ ہے۔

اسی میں ہے: ص ۱۳۳

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ شَيْئٍ
قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْآنِ يَسُّ مَنْ قَرَأَ يَسُّ كُتِبَ لَهُ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةٌ
الْقُرْآنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ (رواه الترمذی والدارمی)

یعنی ہر چیز کے لیے دل ہوتا ہے اور قرآن شریف کا دل سورہ یسین ہے جو شخص
سورہ یسین پڑھے اس کے لیے اس کے پڑھنے کا اجر و ثواب دس مرتبہ قرآن
شریف پڑھنے کے برابر لکھا جائے گا۔

اسی میں ہے: ص ۱۳۴

مَنْ قَرَأَ يَسَّ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ فَأَقْرَأُ وَهَا
عِنْدَ مَوْتِكُمْ (رواه البيهقي في شعب الایمان عن معقل بن یسار)
جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے سورہ یسین پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے
اگلے گناہ بخش دے گا تو اس سورہ کو اپنے مردوں کے پاس پڑھا کرو۔

اسی میں ہے: ص ۱۳۴

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ تَعْدِلُ رُبْعَ الْقُرْآنِ (رواه الطبرانی
في الكبير والحاكم)

”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ“ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ اور ”قُلْ“

هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ کا تو کیا کہنا اس کے فضائل اظہر من الشمس ہیں۔

کنز العمال جلد اول ص ۱۳۵ میں ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تَعْدِلُ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ. (رواه الامام مالك والامام احمد والبخارى و ابو داؤد والترمذى و رواه مسلم عن ابى الدرداء و رواه الترمذى و ابن ماجه عن ابى هريره و رواه النسائى عن ابى ايوب و رواه الامام احمد و ابن ماجه عن ابى مسعود الانصارى و رواه الطبرانى عن ابن مسعود و رواه البزار عن جابر و ابو عبيده عن ابن عباس رضى الله عنهم اجمعين)

”ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے“ اس کو امام مالک، امام احمد، بخاری، ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے ابو داؤد سے روایت کیا اور روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے اور روایت کیا اس کو نسائی نے ابو ایوب سے اور روایت کیا اس کو امام احمد نے اور ابن ماجہ نے ابو مسعود انصاری سے اور روایت کیا اس کو طبرانی نے ابن مسعود سے اور روایت کیا اس کو بزار نے جابر اور ابو عبیدہ سے اور انہوں نے ابن عباس سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اسی میں ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْزَلَ عَلَيَّ آيَاتٍ لَمْ يَرِ مِثْلَهُمْ قَطُّ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (رواه الامام احمد والترمذى والنسائى)

مجھ پر چند آیتیں نازل ہوئیں کہ ان کے مثل کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی گئی، وہ ”قُلْ
أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ“ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ “ ہے۔
وفی روایۃ اقرء المعوذتین فانک لن تقرء مثلہما۔
معوذتین پڑھا کرو اس لیے کہ تم ہرگز ان کے مثل نہ پڑھو گے۔
مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں بے مثل ہیں۔

(رواہ الطبرانی عنہ) وفی روایۃ یا عقیبۃ الا اعلمک خیر سورتین
قرء تاقل اعوذ برَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ یا عقیبۃ اقرء بہما
کلما نمت و قمت ما سأل سائل ولا استعاذ مستعیذ بمثلہما
(رواہ الامام احمد والنسائی والحاکم عن عقبہ بن عامر)

یعنی اے عقبہ کیا میں تمہیں دو بہترین سورتیں نہ بتاؤں ”قل اعوذ برب
الفلق“ اور ”قل اعوذ برب الناس“ اے عقبہ ان دونوں سورتوں کو پڑھو
جب سوؤ اور جب کھڑے ہو، نہیں سوال کیا کسی کرنے والے نے اور نہ پناہ
پکڑی کسی پناہ پکڑنے والے نے کسی چیز کے ساتھ جو مثل ان دو سورتوں کے ہو،
یعنی یہ دونوں ہر چیز سے بہتر ہیں۔

دوم، اول و آخر درود شریف پڑھیں کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی
ہے، جب تک رسول اللہ ﷺ اور ان کے آل پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔
کنز العمال، جلد اول، ص ۱۲۳ میں ہے:

عَنْ عَلِيِّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ كُلُّ دُعَاءٍ مُّحْجُوبٍ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيَّ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شَعْبِ الْإِيمَانِ وَ رَوَاهُ
الدِّيلَمِيُّ فِي مَسْنَدِ الْفَرْدَوْسِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.
”بیہقی شعب الایمان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہر دعا اللہ تعالیٰ
کے یہاں قبول ہونے سے روکی ہوئی ہوتی ہے، جب تک رسول اللہ ﷺ پر درود

شریف نہ پڑھے۔“

اسی میں ہے: ص ۲۱۳

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْئٌ حَتَّى
تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ
الْحَافِظُ الْعِرَاقِيُّ فِي شَرْحِهِ وَهُوَ الْكَانَ مَوْقُوفًا عَلَيْهِ فَمِثْلُهُ لَا يُقَالُ
مِنْ قَبْلِ الرَّأْيِ وَإِنَّمَا هُوَ أَمْرٌ تَوْقِيفِي فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمَرْفُوعِ كَمَا
صَرَّحَهُ بِهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْأَيْمَةِ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَالْأُصُولِ.

یعنی حضرت سعید بن مسیب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ دعا آسمان و زمین میں رکی ہوئی رہتی ہے وہ اوپر بلند نہیں ہوتی، جب تک رسول اللہ ﷺ پر درود شریف نہ بھیجا جائے اسے ترمذی نے روایت کیا، حافظ عراقی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر ایسی بات اپنی عقل سے کوئی شخص نہیں کہہ سکتا ہے، یہ تو شارع علیہ السلام ہی کی طرف سے معلوم ہو سکتا ہے، اس لیے اس کا حکم حدیث مرفوع کا ہے جیسا کہ آئمہ حدیث و علمائے اصول نے تصریح فرمائی۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ لِي أَنَّ الدُّعَاءَ يَكُونُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْئٌ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رواہ ابن راہویہ بسند صحیح)

”یعنی محدث ابن راہویہ نے صحیح سند سے حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مجھ سے ذکر کیا گیا کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان رہتی ہے، بلند نہیں ہوتی، جب تک رسول اللہ ﷺ پر درود شریف نہ بھیجا جائے۔“

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ الدَّاعِي
فَإِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا صَلَّى عَلَيَّ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ رَأْسَهُ وَابْتَدَأَ بِالدُّعَاءِ وَابْتَدَأَ
الرَّاهُوِي فِي الْارْبَعِينَ وَقَالَ وَرَوَى عَنْ عُمَرَ مَوْقُوفٌ مِنْ قَوْلِهِ
وَهُوَ صَحِيحٌ مِنَ الْمَرْفُوعِ.

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دعا کرنے والا دعا کرتا ہے تو اس کی دعا آسمان و زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے جب نبی ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے تب وہ بلند ہوتی ہے اس حدیث کو دیلمی اور عبدالقادر رهاوی نے اربعین میں روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حضرت عمر سے موقوفاً بھی مروی ہے اور وہ باعتبار سند مرفوع سے صحیح ہے۔

اسی میں ہے: ص ۲۱۴

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ دُعَاءٍ مُحْجُوبٌ عَنِ السَّمَاءِ حَتَّى
يُصَلِّيَ عَلَيَّ مُحَمَّدٌ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ رَوَاهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي حَفْصٍ
الْعَيْشِيُّ فِي حَدِيثِهِ وَعَبْدُ الْقَادِرِ الرَّاهُوِي فِي الْارْبَعِينَ وَالطَّبْرَانِيُّ
فِي الْكَبِيرِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ.

اس حدیث میں علی محمد کے بعد علی آل محمد زائد ہے اس لیے بہتر بھی ہے کہ درود شریف کامل پڑھے جس میں آل و اصحاب سب کا ذکر ہو۔

سوم: دعائے پہلے کوئی عمل صالح کرے کہ خداوند عالم کی رحمت اس

کی طرف متوجہ ہو خصوصاً صدقہ کہ اس باب میں اثر تمام رکھتا ہے

قَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ
نَجْوَاكُمْ صَدَقَهُ (سورۃ مجادلہ، کوع ۲)

مسلمانو! جب تم رسول خدا سے مناجات کرنا چاہو تو قبل مناجات صدقہ دے لو۔
تفسیر خازن جلد ۲ ص ۲۳۱ میں ہے:

يَعْنِي إِذَا أَرَدْتُمْ مُنَاجَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ
الْإِنْسَانَ إِذَا وَجَدَ الشُّبْنَى بِمُشَقَّةِ اسْتِعْظَمَةٍ وَإِنْ وَجَدَهُ بِسُهُولَةٍ
اسْتَحْقَرَهُ وَنَفَعَ كَثِيرٌ مِنَ الْفُقَرَاءِ بِبَيْتِكَ الصَّدَقَةَ الْمُقْتَمَةَ قَبْلَ
الْمُنَاجَاةِ.

یعنی اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جب رسول ﷺ سے مناجات کا ارادہ
کرو تو قبل سرگوشی کرنے کے صدقہ دو اور اس صدقہ دینے کا فائدہ رسول ﷺ
سے مناجات کی تعظیم ہے اس لیے کہ آدمی جب کسی چیز کو مشقت اٹھا کر حاصل
کرتا ہے تو اس کی قدر ہوتی ہے اور جو چیز بے درد حاصل ہوتی ہے وہ بے قدر
ہوتی ہے دوسرا فائدہ اس صدقہ کا بہتیرے فقرا کو نفع پہنچانا ہے۔

ومثلہ فی التفسیر الکبیر جلد ۸ ص ۱۶۶

مقام غور ہے کہ جب رسول سے مناجات کی یہ قدر ہے تو خدا سے مناجات و عرض
حاجت کی اہمیت کا مقتضی اسی سے ظاہر ہے یہ مانا کہ اب یہ حکم مامور و مفروض نہیں مگر اس
کے ساتھ ساتھ استحباب و مندوبیت میں کلام نہیں اور فقراء کو اس سے نفع پہنچانا تو ہر شخص
آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے۔ فقیر غفر المولی القدریر کہتا ہے یہی آیت مسلمانوں کے اس
دستور اور معمول بہ کی اصل اصیل ہے کہ جب بزرگوں کے مزار پر فاتحہ و زیارت کے لیے
جاتے ہیں تو شیرینی وغیرہ کوئی چیز فقراء پر تصدق کرنے کے لیے جایا کرتے ہیں۔ اب ان
سب آیتوں اور حدیثوں کو عملاً جمع کرنے کے بعد ایصال ثواب کی بہترین صورت یہ ثابت
ہوئی کہ جب کسی میت بزرگ یا فرد استاد یا مشائخ کے لیے ایصال ثواب چاہیں تو قبر پر اس
کے جائیں اور شیرینی وغیرہ صدقہ کے لیے لائیں پھر قرآن شریف کی سورتیں یا آیتیں
پڑھیں پھر اول آخردرد و شریف پڑھ کر اس میت کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کریں

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید قبولیت کی ہے، اور یہی طریقہ ہے جو سلفا خلفا مسلمانوں میں ایصالِ ثواب کا شائع و مروج ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عہد ہائے مبارک میں مردوں کے لیے ایصالِ ثواب کے متعدد طریقے تھے، جنہیں سے غورو تامل کے بعد اس وقت فقیر کے خیال میں پچیس طریقے احادیثِ قولی و فعلی و اقوال علماء کرام سے صراحتاً و دلالتاً ثابت ہوتے ہیں۔ نیز اس وقت تک کے علماء و مشائخ کے تعامل و توارث سے ان کی تائید و تقویت ہوتی ہے۔ فاقول وباللہ التوفیق وبالوصول الی ذریٰ الخفق۔

پہلا طریقہ

سورہ یسین شریف پڑھنا ہے جس کا کرنا مرنے کے بعد ہی، بلکہ وقت

احتضار ہی سے ثابت ہے

سنن ابی داؤد جلد ۳، ص ۸۹ میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

إِقْرَأْ وَأَنْتَ مَوْتَاكُمْ (رواہ ابن ماجہ والنسائی واعلہ ابن القطان
وصحیح ابن حبان)

”یعنی اپنے مردوں پر سورہ یسین پڑھو۔“

مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲، ص ۲۸۲ میں ہے:

قَالَ الْقُرْطُبِيُّ حَدِيثُ إِقْرَأْ وَأَعْلَى مَوْتَاكُمْ يَسْ هَذَا يَحْتَمِلُ أَنْ
تَكُونَ هَذِهِ الْقِرَاءَةُ عِنْدَ الْمَيِّتِ فِي حَيَاتِهِ وَيَحْتَمِلُ أَنْ تَكُونَ عِنْدَ
قَبْرِهِ كَمَا ذَكَرَهُ السُّيُوطِيُّ فِي شَرْحِ الصَّدُورِ.

یعنی علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اقراء واعلیٰ موتاکم یسین اس حدیث کے
دو مطلب ہیں۔ اول یہ کہ مرنے والے کے پاس اس کی حیات میں پڑھی جائے

اور دوسرا یہ کہ اس کی قبر پر پڑھی جائے، اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں ذکر کیا ہے۔

وَعَنْ مُعْقَلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ قَرَأَ يَسَّ إِبْتِغَاءً وَجِهَ اللَّهُ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ فَأَقْرَأُ
وَمَا عِنْدَ مَوْتِكُمْ. (رواه البيهقي في شعب الایمان، کنز العمال، جلد اول،
ص ۱۴۴)

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سورہ یسین پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے سب
گزشتہ گناہ معاف کر دے، تو تم اسے مردوں کے پاس پڑھا کرو۔

مرقات شرح مشکوٰۃ، جلد ۲، ص ۶۰۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

(فَأَقْرَأُ وَهَذَا عِنْدَ مَوْتِكُمْ) أَيْ مُشْرِفِي الْمَوْتِ أَوْ عِنْدَ قُبُورِ أَمْوَالِكُمْ
فَإِنَّهُمْ أَخْرَجَ إِلَى الْمَغْفِرَةِ.

یعنی موتی سے مراد وہ لوگ ہیں جو قریب المرگ ہیں یا یہ مطلب ہے کہ مردوں کی
قبور کے پاس سورہ یسین پڑھو اس لیے کہ وہ لوگ ہی مغفرت کے زیادہ تر محتاج
ہیں۔

دوسرا طریقہ:

میت کو چومنا اور بوسہ دینا

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ الصُّدَيْقَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَلَ عُثْمَانَ بْنَ مَطْعُونٍ وَهُوَ مَيْتٌ وَهُوَ يَكْفِي حَتَّى سَأَلَ ذُمُوعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى وَجْهِهِ عُثْمَانَ (رواه ابو داؤد والترمذی و ابن ماجه و رواه ابو داؤد ص ۲۰۱ الطیاسی الی قوله و هو میت)

حضور اقدس ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بوسہ دیا جبکہ وہ مردہ تھے اور نبی ﷺ رورہے تھے یہاں تک کہ حضور کے آنسو حضرت عثمان کے چہرہ پر بہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى فَرَسِهِ مِنْ مُسْكِنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يَكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَتِيَّمَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًى بِبَرْدٍ جَبْرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ فَبَكَى الْحَدِيثُ. (رواه البخاری و روى الترمذی و ابن ماجه و ابو داؤد الطیاسی ص ۲۳۷)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے پر اپنے مکان سے جو سخ میں واقع تھا آئے یہاں تک کہ گھوڑے سے اترے مسجد میں داخل ہوئے تو کسی سے کلام نہ کیا

یہاں تک کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف لائے، تو حضور اقدس ﷺ کا قصد فرمایا، اور آپ بردیمانی اوڑھا دیئے گئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا چہرہ مبارک کھولا اور آپ کی طرف جھکے پس آپ کو بوسہ دیا اور روئے۔

مشہ مختصراً و لفظ ابی داود فقبل جہنتہ و عنہا ان ابابکر قبل بین عیني النبي صلى الله عليه وسلم وهو ميت. (رواه النسائي في باب تقبيل الميت، جلد ۱، ص ۲۰۳ و ابن يقبل منه) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اس حال میں کہ آپ وصال فرما چکے تھے۔

علامہ یعنی عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۴، ص ۱۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ تَقْبِيلِ الْمَيِّتِ بِفِعْلِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكَانَ أَبَابَكْرٍ فِي تَقْبِيلِهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفْعَلْهُ إِلَّا قُدْوَةً بِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِمَا رَوَى التِّرْمِذِيُّ مُصَحِّحًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَطْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ وَقَبَّلَهُ ثُمَّ بَكَى حَتَّى رَأَيْتُ الدَّمُوعَ تَسِيلُ عَلَى وَجْهِهِ

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو بوسہ دینا جائز ہے۔ بوجہ فعل ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نہیں کیا مگر حضور اقدس ﷺ ہی کی اقتداء سے جیسا کہ ترمذی نے روایت کہا، اور اس حدیث کو صحیح بتایا کہ حضور اقدس ﷺ حضرت عثمان بن

مظعون کے پاس ان کے انتقال کے بعد تشریف لے گئے اور ان پر جھکے اور بوسہ دیا (حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں) یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے آنسو دونوں رخساروں پر بہ رہے ہیں۔

فقیر غفرلہ المولیٰ القدر کہتا ہے شاید مسلمانوں میں بوسہ قبر کا رواج اسی حدیث کی بنا پر ہوا ہو کہ زائر کی خواہش دلی تو یہ ہوتی ہے کہ صاحب مزار کو بوسہ دے لیکن جب وہ متعذر (مشکل) ہے تو اوپر ہی سے بوسہ دے لینا کافی خیال کرتا ہے اور جس طرح قبر کی مٹی مردے کے دیکھنے اور زائر کا کلام سننے میں حارج نہیں اسی طرح بوسہ دینے میں بھی مانع نہیں اس لیے کہ قبر کی مٹی ان لوگوں کے لیے بمنزلہ شیشہ کے ہے۔ علامہ مرتضیٰ زبیدی شرح احیاء العلوم جلد ۱۰ ص ۳۶۷ میں فرماتے ہیں:

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ رَجَبٍ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ أَحْمَدَ الْبَغْدَادِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخْبَرَنِي قُسْطَنْطِينُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّومِيُّ سَمِعْتُ أَسَدَ بْنَ مُوسَى يَقُولُ كَانَ لِي صَدِيقٌ فَمَاتَ فَرَأَيْتُهُ فِي الْمَنَامِ وَهُوَ يَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ جِئْتُ إِلَى قَبْرِ فَلَانَ صَدِيقِكَ قَرَأْتُ عِنْدَهُ وَتَرَحُّمْتُ عَلَيْهِ وَأَنَا مَا جِئْتُ إِلَيْهِ وَلَا قَرُبْتِي قُلْتُ لَهُ وَمَا يُدْرِيكَ قَالَ لَمَّا جِئْتُ إِلَى قَبْرِ صَدِيقِكَ فَلَانَ رَأَيْتُكَ قُلْتُ كَيْفَ رَأَيْتَنِي وَالتُّرَابَ عَلَيْكَ قَالَ مَا رَأَيْتُ الْمَاءَ إِذَا كَانَ لِي الزُّجَاجُ مَا يَتَّبِينُ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَكَذَلِكَ نَحْنُ نَرَى مَنْ يُزُورُنَا.

یعنی حافظ ابن رجب اپنی سند کے ساتھ اسد بن موسیٰ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے تھے کہ میرے ایک دوست کا انتقال ہو گیا اس کو خواب میں دیکھا کہ کہتا ہے سبحان اللہ! تم فلاں دوست کی قبر کے پاس اس کی زیارت کو آئے اور قرآن

شریف پڑھا اور رحمت کی دعا کی اور نہ میرے پاس آئے اور نہ نزدیک ہوئے
میں نے ان سے پوچھا: تمہیں کیا معلوم؟ اس نے کہا کہ جب اپنے فلاں دوست
کے پاس آئے تو میں نے تم کو دیکھا۔ میں نے کہا: تم نے مجھ کو کیسے دیکھا؟ تم پر تو
مٹی کا انبار تھا، کہا کہ تم نے نہیں دیکھا، پانی جب شیشہ میں ہوتا ہے کیا نہیں
ظاہر ہوتا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں؟ کہا: کہ اسی طرح ہم اس کو دیکھتے ہیں جو
ہماری زیارت کو آئے۔

اس بوسہ قبر کی مثال ویسی ہی ہے کہ عام طور پر مسلمان قرآن شریف کو غلاف و
جزو دان کے ساتھ بوسہ دیتے ہیں یہ بوسہ غلاف و جزو دان کے کپڑے کو کوئی نہیں سمجھتا بلکہ
قرآن شریف کو بوسہ دینا سمجھا جاتا ہے اسی طرح قبر کے اوپر بوسہ اس بزرگ کو بوسہ دینا
خیال کیا جائے وَلِيْنَعْمَ مَنْ قَالَ۔

اگر بوسہ بر قبر مرداں زنی بر مردی کہ پیش آیدت روشنی

علاوہ ازیں افعال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی بوسہ قبر کی اصلیت معلوم

ہوتی ہے۔ ابن عساکر سند جید ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

لَمَّا رَحَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ فَتْحِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ
فَصَارَ إِلَى جَابِيَةِ سَأَلَهُ بِلَالٌ أَنْ يُقِرَّهُ بِالشَّامِ فَفَعَلَ وَذَكَرَ قِصَّةَ نَزْوِئِهِ
بِدَارِيَا قَالَ لَمْ أَنْ بِلَالًا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ
مَا هَذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلَالُ أَمَا أَنْ لَكَ أَنْ تَزُورَنِي يَا بِلَالُ فَأَنْتَبَهُ حُزِينًا
وَجِلًّا خَائِفًا فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَالْقَصْدَ الْمَدِينَةَ وَأَتَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَتَكَبَّرُ عِنْدَهُ وَيَمْرَغُ وَجْهَهُ عَلَيْهِ لِأَقْبَلِ الْحَسَنَ
وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَجَعَلَ يَضُمُهُمَا وَيَقْبَلُهُمَا. الخ

یعنی جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس فتح کر کے واپس ہوئے اور جابیہ پہنچے تو حضرت بلال نے کہا کہ ان کو شام میں مقرر کریں تو امیر المؤمنین نے ایسا ہی کیا اس کے بعد راوی نے ان کے وہاں پہنچنے اور دریا میں اترنے کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے بلال! یہ کیا ظلم ہے؟ کیا تیرے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تو میری زیارت کو آئے؟ اس خواب کو دیکھ کر بہت پریشان خوفزدہ بیدار ہوئے اور راحلہ پر سوار ہوئے اور مدینہ طیبہ کا قصد کیا۔ جب مدینہ پہنچے تو روضہ مطہرہ پر حاضر ہوئے قبر شریف کے پاس پہنچ کر رونے اور اپنا چہرہ قبر پر ملنے لگے اتنے میں حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے پس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کو لپٹانے اور چومنے لگے۔

(وفا الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ جلد ۲، ص ۴۰۸)

اگر بوسہ قبر مطلقاً ناجائز ہوتا تو حضرت بلال کے ”میرغ و جہہ علیہ“ کے کیا معنی

ہیں گے؟ کہ یہ تو اس سے بھی بڑھا ہوا ہے اسی میں ہے:

قَالَ الْعِزُّونِيُّ كِتَابِ الْعَدْلِ وَالسُّؤَالَاتِ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ
عَنْ أَبِيهِ رَوَيْتُهُ عَلِيُّ بْنُ الصُّوفِيِّ عَنْهُ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ سَأَلْتُ أَبِي عَنِ
الرَّجُلِ يَمَسُّ مِنْبَرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَتَبَرَّكُ
بِمَسِّهِ وَيَقْبَلُهُ وَيَفْعَلُ بِالقَبْرِ مِثْلَ ذَلِكَ رَجَاءَ ثَوَابِ اللَّهِ تَعَالَى قَالَ
لَا بَأْسَ بِهِ.

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت امام احمد بن حنبل سے پوچھا
اس شخص کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کے منبر کو مس کرتا اور اس کو بوسہ دیتا

ہے اور قبر مبارک کے ساتھ بھی یہی کرتا یعنی بوسہ دیتا اور مس کرتا اور اسی میں خداوند عالم سے ثواب کی امید رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں ہرج نہیں۔
وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۴۴۳ میں ہے۔ ابو الحسین یحییٰ بن حسین اخبار مدینہ میں تحریر فرماتے ہیں:

أَقْبَلَ مَرُوانُ ابْنَ الْحَكَمِ فَإِذَا رَجُلٌ مُلْتَزِمٌ الْقَبْرِ فَأَخَذَهُ مَرُوانُ بِرَقَبَتِهِ
ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا صَنَعُ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ نَعَمْ أَنِّي لَمْ آتِ
الْحَجْرَ وَلَمْ آتِ اللَّيْلَانَ إِنَّمَا جِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَأَتَّبِعُوا عَلَى الدِّينِ إِذَا وَلِيَهُ أَهْلُهُ وَلَكِنْ أَبْكَوْا عَلَيْهِ إِذَا وَلِيَهُ غَيْرُ
أَهْلِهِ قَالَ الْمُطَلَبُ وَذَلِكَ الرَّجُلُ أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ.

یعنی مروان بن الحکم روضہ اقدس پر حاضر ہوا دیکھا کہ ایک شخص قبر مبارک کو لپٹا ہوا ہے مروان نے اس کی گردن پکڑی اور پوچھا تم جانتے ہو کہ کیا کر رہے ہو؟ وہ شخص اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کہ ہاں! میں پتھر کے پاس نہیں آیا اور نہ اینٹ کے پاس آیا ہوں میں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں مت روؤ دین پر جب اہل اس کے والی ہوں البتہ! اس وقت روؤ جب نا اہل والی ہوں مطلب بن عبد اللہ خطب راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص جو قبر مبارک کو لپٹے ہوئے تھے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۴۴۳ میں حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

الکریم سے مروی ہے:

لَمَّا رَمَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَوَقَفَتْ عَلَى قَبْرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخَذَتْ

قُبْضَةً مِّنْ تُرَابِ الْقَبْرِ وَوَضَعَتْ عَلَى عَيْنَيْهَا وَبَكَتْ وَانْشَأَتْ
تَقُولُ.

یعنی جب حضور اقدس ﷺ کا وصال ہوا، حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حاضر ہوئیں، قبر مبارک کے پاس کھڑی ہوئیں اور تھوڑی سی خاک پاک قبر
مبارک صاحب لولاک ﷺ کی لے کر اپنی آنکھوں سے لگائی اور روئیں اور یہ
دو شعر پڑھے۔

مَاذَا عَلِيٌّ مِنْ شَمِّ تُرْبَةِ أَحْمَدَ

أَنْ لَا يَشُمَّ مُلْدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا

صُبَّتْ عَلَيَّ الْآيَامِ صِرُنَ لِيَا لِيَا

جس شخص نے روضہ اقدس کی خاک پاک سونگھنے کا شرف حاصل کیا ہوا، اگر زمانہ
تک کوئی خوشبو نہ سونگھے تو کوئی مضا لقمہ نہیں مجھ پر ایسی مصیبتیں گریں کہ اگر دنوں
پر وہ مصیبتیں پڑتیں تو مارے غم کے دن رات ہو جاتے۔

وفاء الوفاء، جلد ۲، ص ۴۴۴، ہی میں ہے:

وَذَكَرَ الْخَطِيبُ ابْنَ حَمَلَةَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَضَعُ

يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْقَبْرِ الشَّرِيفِ وَأَنَّ بِلَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَضَعَ

خَدْيَهُ عَلَيْهِ. أَيْضًا

یعنی خطیب بن حملہ نے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر اپنا دایاں ہاتھ قبر شریف

پر رکھتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے دونوں رخساروں کو بھی

قبر مبارک پر رکھا۔

وفاء الوفاء جلد ۲، ص ۴۴۴ ہی میں ہے:

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجْرٍ اسْتَنْبَطَ بَعْضُهُمْ مِنْ مَّشْرُوعِيَةِ تَقْبِيلِ
الْحَجْرِ الْأَسْوَدِ جَوَازَ تَقْبِيلِ كُلِّ مَنْ يُسْتَحَقُّ التَّعْظِيمَ مِنْ آدَمِيٍّ
وغيره فَأَمَّا تَقْبِيلُ يَدِ آدَمِيٍّ فَسَبَقَ لِي الْأَدَبُ وَأَمَّا غَيْرُهُ فَنُقِلَ عَنْ
أَحْمَدَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ تَقْبِيلِ مَنبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرِهِ
فَلَمْ يَرِبْ بِهِ بَأْسًا وَأَسْتَبَعَدَ بَعْضُ اتِّبَاعِهِ صِحَّةَ عَنْهُ وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ أَبِي
الصُّيْفِ الْيَمَانِيِّ أَحَدِ عُلَمَاءِ مَكَّةَ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ جَوَازَ تَقْبِيلِ
الصُّحُفِ وَأَجْزَاءِ الْحَدِيثِ وَقُبُورِ الصَّالِحِينَ وَأَنْشَدَ.

یعنی حافظ ابن حجر نے تقبیل حجر اسود کے مشروع ہونے سے ہر اس چیز کے بوسہ کا
جواز ثابت کیا ہے جو مستحق تعظیم ہے، خواہ آدمی ہو یا غیر آدمی، لیکن آدمی کے ہاتھ
چومنا، ادب میں گزرا، لیکن غیر انسان کا بوسہ تو امام احمد سے منقول ہے، کہ ان
سے منبر نبوی و قبر مبارک کے بوسہ سے سوال ہوا، تو آپ نے فرمایا: کہ مضائقہ
نہیں، مگر بعض اتباع امام احمد نے اس کا انکار کیا، ابن ابی الصیف یمانی شافعی
عالم سے منقول ہے کہ آپ نے قرآن شریف کا چومنا، اجزائے حدیث کا چومنا،
اور صالحین کی قبر کا بوسہ جائز رکھا، اور طیب ناشری نے محبت طبری سے نقل کیا، کہ
قبر کو بوسہ دینا، اور اس کو چھونا، جائز ہے۔ اور کہا کہ اسی پر علماء صالحین کا عمل ہے
اور یہ شعر پڑھا۔

أَمْرٌ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلَى

أَقْبَلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارَا

وَمَا حُبُّ الدَّيَّارِ شَفَعَنَ قَلْبِي

وَلَكِنُّ حُبُّ مَنْ مَسَّكَ الدَّيَّارَا

میں گزرتا ہوں گھروں پر یعنی لیلیٰ کے گھروں پر تو بوسہ دیتا ہوں اس دیوار کو اور
اس دیوار کو

اور ان گھروں کی محبت میرے دل میں نہیں کبھی لیکن اس کی محبت جو ان گھروں
میں رہتا ہے

وَلِيْنَعْمَ مَنْ قَالَ

چوں بگوری اے باد بھرائے مدینہ

یاد آر ازیں عاشق شیدائے مدینہ

کن عرض سلام بہ نیاز یکہ تو داری

بر کوچہ و بازار و مکانھائے مدینہ

علامہ عینی شرح بخاری جلد ۳ ص ۶۰۷ میں فرماتے ہیں:

وَأَمَّا تَقْبِيلُ الْأَمَاكِنِ الشَّرِيفَةِ عَلَى قَصْدِ التَّبَرُّكِ وَكَذَلِكَ تَقْبِيلُ

أَيْدِي الصَّالِحِينَ وَأَرْجُلِهِمْ فَهُوَ حَسَنٌ مَحْمُودٌ بِإِغْتِيَارِ الْقَصْدِ

وَالنِّيَّةِ وَقَدْ سَأَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ الْحَسَنَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنْ يُكْشِفَ لَهُ

الْمَكَانَ الَّذِي قَبَّلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سُرَّتُهُ

فَقَبَّلَهُ تَبَرُّكًا بِأَثَرِهِ وَذُرِّيَّتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَانَ ثَابِتُ

الْبُنَانِيُّ لَا يَدْعُ يَدَ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى يَقْبِلَهَا وَيَقُولُ يَدَ مَنْسُتٍ

يَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَيْضًا وَأَخْبَرَنِي الْحَافِظُ

أَبُو سَعِيدِ بْنِ الْعَلَاءِيِّ قَالَ رَأَيْتُ فِي كَلَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فِي جُزْءٍ

قَدِيمِ عَلَيْهِ خَطُّ ابْنِ نَاصِرٍ وَغَيْرِهِ مِنَ الْحُفَاطِ إِنَّ الْإِمَامَ أَحْمَدَ سُئِلَ
عَنْ تَقْبِيلِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقْبِيلِ مَنَبَرِهِ قَالَ لَا بَأْسَ
بِهِ قَالَ فَأَرَيْنَاهُ لِبِشْرِ بْنِ أَبِي الْوَيْثَنِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ لَمَّا رَأَى لَمَّا رَأَى يَتَعَجَّبُ مِنْ
ذَلِكَ وَيَقُولُ عَجِبْتُ أَحْمَدَ عِنْدِي جَلِيلٌ يَقُولُهُ هَذَا كَلَامُهُ
أَوْ مَعْنَى كَلَامِهِ وَقَالَ وَأَيُّ عَجَبٍ لِي ذَلِكَ وَقَدْ رَوَيْنَا عَنِ الْإِمَامِ
أَحْمَدَ أَنَّهُ غَسَلَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَسَلَ الْمَاءَ الَّذِي غَسَلَهُ بِهِ
وَإِذَا كَانَ هَذَا تَعْظِيمُهُ لِأَهْلِ الْعِلْمِ فَكَيْفَ بِمَقَادِيرِ الصَّحَابَةِ وَكَيْفَ
بِأَنْبَاءِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

یعنی ہمارے شیخ زین الدین نے فرمایا کہ تبرک مقامات کا قصد تبرک بوسہ دینا
اور اسی طرح بزرگوں کے ہاتھ پاؤں کو چومنا بہتر اور پسندیدہ ہے باعتبار قصد اور
نیت کے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ اس جگہ کو کھولیے جہاں رسول اللہ ﷺ نے بوسہ دیا تھا
اور وہ جگہ ناف ہے۔ پس حضرت ابو ہریرہ نے اس جگہ کو حضور اقدس ﷺ کے
آثار اور ذریت کے ساتھ برکت لینے کے لیے بوسہ دیا اور ثابت بنانی حضرت
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ اس پر بوسہ دیتے اور
کہتے کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مس کیا ہے اور فرمایا کہ مجھے
حافظ ابوسعید ابن علاقہ نے خبر دی کہ میں نے امام احمد ابن حنبل کا کلام ایک
پرانے جزو میں دیکھا۔ جس پر علامہ ابن ناصر وغیرہ حفاظ کی تحریر ہے کہ امام احمد
بن حنبل سے کسی نے حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک اور منبر شریف کو بوسہ دینے
کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا کہ اس میں ہرج نہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نے

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کو دکھایا تو وہ تعجب کرنے لگے اور کہتے کہ تعجب ہے امام احمد بن حنبل میرے نزدیک بزرگ ہیں وہ ایسی بات کہتے ہیں یہ کہا یا اس کی مثل کہا میرے شیخ نے فرمایا: کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے ہمیں امام احمد بن حنبل سے روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے امام شافعی کا کرتہ دھویا اور اس کا غسل پیا تو جب وہ اہل علم کی اس قدر عزت و تعظیم کرتے ہیں تو صحابہ کی تعظیم کی قدر کون بتا سکتا ہے؟ پھر آثار انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم کا کیا کہنا؟

تیسرا طریقہ:

کسی بزرگ کے پہنے ہوئے متبرک کپڑے میں کفن دینا ہے
عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَتْ ابْنَتُهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا
أَوْ خَمْسًا وَأَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنِ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ
لِي الْآخِرَةَ كَالْفُورِ أَوْ حَيْثُ مِنْ كَالْفُورِ فَإِذَا فَرَّغْتُنِ فَأَذْنِي فَلَمَّا فَرَّغْنَا
أَذْنَاهُ أَغْطَانَا حَقْوَةً فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِثَاءً تَعْنِي إِزَارَةٌ. (رواه البخاری
ج ۱ ص ۱۳۹ و مسلم و ابو داؤد و الترمذی و النسائی)

یعنی حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا
کہ جس وقت حضور ﷺ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو آپ تشریف لائے اور
فرمایا: کہ خالص پانی یا پیر کے پتے جوش دیئے ہوئے پانی سے تین یا پانچ مرتبہ
غسل دو اور اگر ضرورت دیکھو! تو اس سے زیادہ اور آخر میں کافور لگاؤ اور جب
غسل دینے سے فارغ ہو تو مجھ کو خبر دو وہ کہتی ہیں کہ جب ہم لوگ غسل دے کر

فارغ ہوئے، تو حضور ﷺ کو خبر دی، حضور ﷺ نے اپنا تہ بند مبارک عنایت فرمایا کہ اسے بدن سے متصل رکھو۔

علامہ عینی شرح بخاری، جلد ۴، ص ۴۶ میں فرماتے ہیں:

وَالْحِكْمَةُ فِيهِ التَّبَرُّكُ بِأَثَارِهِ الشَّرِيفَةِ وَالنَّمَا أَخْرَجَهُ إِلَى فَرَاعِهِنَّ مِنَ الْغُسْلِ وَلَمْ يُنَا وَلِهِنَّ إِثَابُهُ أَوْلَى لِيَكُونَ قَرِيبُ الْعَهْدِ مِنْ جَسَدِهِ الشَّرِيفِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَ انْتِقَالِهِ مِنْ جَسَدِهِ إِلَى جَسَدِهَا فَاصِلٌ وَهُوَ أَصْلُ فِي التَّبَرُّكِ بِأَثَارِ الصَّالِحِينَ.

یعنی اس میں مصلحت برکت حاصل کرنا حضور اقدس ﷺ کے آثار شریفہ کے ساتھ ہے، اور حضور ﷺ نے ان عورتوں کے غسل سے فارغ ہونے تک اس کو مؤخر کیا اور پہلے ہی سے عطا نہ فرمادیا تاکہ قریب العہد آپ کے جسد مبارک سے ہو یہاں تک کہ حضور ﷺ کے جسد مبارک سے اترنے اور حضرت کی صاحبزادی کے پہننے میں کوئی فاصل نہ رہے، اور یہ حدیث آثار صالحین کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کی اصل اور دلیل ہے۔

علامہ قسطلانی شرح بخاری، جلد ۲، ص ۲۱۵ میں فرماتے ہیں:

إِنَّمَا فَعَلَ ذَلِكَ لِيُنَا لَهَا بَرَكَةٌ فَوْبِهِ.

اور حضور اقدس ﷺ نے یہ اسی لیے کیا، تاکہ آپ کے لباس مبارک کی برکتیں انہیں پہنچیں۔

امام نووی شرح مسلم، جلد ۱، ص ۲۰۵ میں اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:

وَالْحِكْمَةُ فِي أَشْعَارِهَا بِهِ بِتَبَرُّكِهَا بِهِ فَفِيهِ التَّبَرُّكُ بِأَثَارِ الصَّالِحِينَ وَبِلِبَاسِهِمْ.

یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو تہ بند مبارک پہنانے میں حکمت اس لباس کے سبب برکت دینا ہے۔ تو اس حدیث میں آثار صالحین اور ان کے لباس سے برکت لینے کی دلیل ہے۔

بخاری شریف، جلد اول، ص ۱۴۱ میں حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں ایک عورت کے چادر نذر دینے اور حضور اقدس ﷺ کے زیب تن فرمانے پھر ایک صحابی کے ماتھے، قوم کے اعتراض کا ذکر ہے، اس کے بعد ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جواب مذکور ہے:

قَالَ إِنِّي وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ لَأَلْبَسُهُ إِنَّمَا سَأَلْتُ لِتَكُونَ كَفِينِي قَالَ سَهْلٌ
فَكَانَتْ كَفْنَةً.

یعنی سائل نے کہا، کہ بخدا! میں نے زندگی میں پہننے کے لیے اسے نہیں مانگا، بلکہ اس لیے کہ یہ متبرک کپڑا، حضور ﷺ کا پہنا ہوا کپڑا میرا کفن ہو۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ واقعی وہ چادر ان کے کفن میں دی گئی۔

علامہ عینی، جلد ۴، ص ۷۰ میں اس کی شرح میں اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وَلِيهِ التَّبَرُّكُ بِأَثَارِ الصَّالِحِينَ وَفِيهِ بَرَكَةٌ مَا لَبَسَهُ مِمَّا يَلْبَسُ جَسَدَهُ.
یعنی اس حدیث میں برکت لینا ہے آثار صالحین کے ساتھ اور نیز اس حدیث میں اس کپڑے کا تبرک ہونا ہے جو حضور ﷺ کے جسد مبارک سے نزدیک ہوا ہے۔

وَرَوَى ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ أُمُّ عَلِيٍّ بَنِي أَبِي طَالِبٍ أَلْسَبَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِصَّةً وَأَضْطَجَعَ

مَعَهَا فِي قَبْرِهَا فَقَالُوا مَا رَأَيْنَاكَ صَنَعْتَ مَا صَنَعْتَ بِهِ لَهُ فَقَالَ إِيَّاكُمْ
يَكُنْ أَحَدٌ بَعْدَ أَبِي طَالِبٍ أَبْرَأَى مِنْهَا إِنَّمَا الْبَسْتُهَا لِمَنْصِي لِيُكْسِي مِنْ
حَلَلِ الْجَنَّةِ وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا لِيُهَوِّنَ عَلَيْهَا (وقام الوفاء جلد ۲ ص ۸۸)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت
علیؑ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا
قیس مبارک ان کو پہنایا اور ان کے ساتھ قبر میں لیے، تو صحابہ رضوان اللہ علیہم
اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! حضور نے آج وہ بات کی جو کبھی نہیں
کی تھی، ارشاد ہوا کہ ابو طالب کے بعد میرے ساتھ احسان اور بھلائی کرنے والا
ان سے بڑھ کر کوئی نہ تھا، میں نے ان کو اپنا کرتہ اس لیے پہنایا کہ یہ جنت کا
لباس پہنیں اور میں ان کے ساتھ اس لیے لیٹا کہ غلط قبر آسان ہو۔

دوسری روایت میں ہے:

ثُمَّ نَزَعَ لِمِصَّةٍ فَأَمَرَ أَنْ تَكْفَنَ فِيهِ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا عِنْدَ قَبْرِهَا
فَكَبَّرَ سَعًا وَقَالَ مَا أَغْفَى أَحَدًا مِنْ صَفْطَةِ الْقَبْرِ إِلَّا فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ
قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا الْقَاسِمَ قَالَ وَلَا إِبْرَاهِيمَ وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ
أَضْفَرُهُمَا (وقام الوفاء ج ۲ ص ۸۸)

یعنی حضور ﷺ نے اپنی قیس مبارک اتار کر حکم دیا کہ اس میں انہیں کفناؤ پھر ان
کی قبر کے پاس ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور اس میں نو تکبیر فرمائی اور ارشاد ہوا
کہ صغطہ قبر سے کوئی نہیں بچا سوائے فاطمہ بنت اسد کے صحابہ نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ! حضور کے صاحبزادے حضرت قاسم ارشاد ہوا ابراہیم بھی نہیں اور یہ
حضرت قاسم سے چھوٹے تھے۔

علامہ ابن عبدالبر استیعاب، جلد اول، ص ۲۶۲ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی حالت علالت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَأَلْفَاقٌ مُعَاوِيَةَ قَالَ يَا بَنِيَّ إِنِّي صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعْتُهُ بِأَدَاوَةٍ فَكَسَانِي أَحَدَ ثَوْبَيْهِ الَّذِي كَانَ
عَلَى جَسَدِهِ فَخَبَّاتُهُ لِهَذَا الْيَوْمِ وَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ أَظْفَارِهِ وَشَعْرِهِ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَخَذْتُهُ وَخَبَّاتُهُ لِهَذَا الْيَوْمِ فَإِذَا
أَنَامْتُ لَأَجْعَلَ ذَلِكَ الْقَمِيمَ دُونَ كَفْنِي مِمَّا يَلِي جِلْدِي وَخُذْ
ذَلِكَ الشَّعْرَ وَالْأَظْفَارَ لَأَجْعَلَهُ فِي فَمِي وَعَلَى عَيْنِي وَمَوَاضِعَ
السُّجُودِ مِنِّي فَإِن نَفَعَ شَيْئِي فَذَاكَ وَالْإِلَافِانِ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ.

پس افاقہ پایا حضرت امیر معاویہ نے تو کہا، اے میرے بیٹے! میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا، پس حضور ﷺ قضاے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے تو میں حضور ﷺ کے پیچھے پانی کا برتن لے کر چلا، حضور اقدس ﷺ خوش ہوئے تو مجھ کو اپنے دو کپڑوں میں سے جو بدن مبارک پر تھا، ایک عطا فرمایا: تو اس کو میں نے آج کے دن کے لیے چھپا کر رکھا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے ناخن مبارک اور موئے مبارک ترشوائے تو اس کو بھی میں نے لے لیا، اور آج کے دن کے لیے چھپا رکھے ہیں، تو میں جب مرجاؤں تو اس قمیص کو میرے کفن کے نیچے بدن سے متصل رکھنا، اور ناخن اور موئے مبارک کو میرے منہ اور میری آنکھوں اور سجدہ کی جگہوں پر رکھنا، تو اگر کوئی چیز نفع بخش ہوگی تو یہ ہوگی، نہیں تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر کبیر، جلد ۲، ص ۷۰۹ میں آیت کریمہ

وَلَا تَصَلِّ عَلَيَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ (الایہ) کے شان نزول میں تحریر فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ لَمَّا اشْتَكَى عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أَبِي
إِبْنِ سُلُوبٍ عَادَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَلَبَ مِنْهُ أَنْ
يُصَلِّيَ عَلَيْهِ إِذَا مَاتَ وَيَقُومَ عَلَى قَبْرِهِ ثُمَّ إِنَّهُ أُرْسِلَ إِلَى الرَّسُولِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَطْلُبُ مِنْهُ قَمِيصَهُ لِيُكْفِنَ فِيهِ فَأُرْسِلَ إِلَيْهِ الْقَمِيصَ
الْفَوْقَايِي فَرَدَّهُ وَطَلَبَ الَّذِي يَلِي جِلْدَهُ لِيُكْفِنَ فِيهِ.

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن
ابی ابن سلول بیمار پڑا، رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے، اس نے
حضور ﷺ سے خواہش ظاہر کی کہ جب وہ مر جائے تو حضور ﷺ اس کی جنازہ کی
نماز پڑھیں اور اس کی قبر پر ٹھہریں، پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس قمیص
کے لیے آدی بھیجا تا کہ اسی قمیص میں کفنا یا جائے، رسول اللہ ﷺ نے اوپر والی
قمیص بھیج دی، اس نے واپس کر دی اور جو قمیص مبارک جسم اقدس سے متصل ہے
کفن کے لیے اسے طلب کیا۔

علامہ عینی شرح صحیح بخاری، جلد ۲، ص ۶۰، لَمَّا تَوَفَّيَ کے تحت میں عبداللہ بن ابی
ابن سلول کے شوال میں بیمار ہونے، بیس دن بیمار رہنے، ذی قعدہ ۹ھ میں اس کے مرنے کے ضمن
حضور ﷺ کا عیادت کے لیے تشریف لے جانا، اور اس کو نصیحت کرنے کے واقعہ کو بیان
کر کے تحریر فرماتے ہیں:

ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ هَذَا بِحَيِّنٍ عِتَابٌ هُوَ الْمَوْتُ فَإِنْ مِتُّ
فَاخْضِرْ عُسْلِيَّ وَأَعْطِنِي لِمِصْكِكَ الَّذِي يَلِي جَسَدَكَ فَكُفِّنِي فِيهِ
وَصَلِّ عَلَيَّ وَاسْتَغْفِرْ لِي فَفَعَلَ ذَلِكَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَقَالَ الْحَاكِمُ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَمِيصَانِ لَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَأَعْطِنِي قَمِيصَكَ الَّذِي يَلِي جَسَدَكَ
لَمَّا غَطَاهُ آيَاهُ.

یعنی عبداللہ بن ابی نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ وقت مرنے کا ہے عتاب کا
وقت نہیں، جب میں مر جاؤں تو حضور میرے غسل کے وقت تشریف لائیں اور
مجھ کو اپنی قمیص مبارک جو جسد اطہر سے متصل ہے عنایت فرمائیں اور اسی میں
مجھے کفنائیں اور میری جنازہ کی نماز پڑھیں اور میری مغفرت کی دعا کریں تو
حضور ﷺ نے ایسا کیا۔ حاکم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت دو قمیص
پہنے ہوئے تھے تو عبداللہ نے کہا کہ مجھے وہ قمیص مبارک عطا فرمائیں جو جسم
شریف سے متصل ہے۔

مقام غور ہے کہ عبداللہ بن ابی جیسا منافق اور نہ صرف منافق بلکہ رئیس المنافقین
حضور اقدس ﷺ کے قمیص مبارک سے برکت چاہتا ہے اس میں کفنائے جانے کی آرزو
کرتا اس کو بعد موت وسیلہ اجر و مغفرت بنانا ہے حسرت و افسوس! اس نام نہاد مسلمان پر
ہے جس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی وقعت و عظمت اور ان کے لباس مبارک و آثار
شریفہ کی اہمیت و عزت اس منافق کے دل کے اتنی بھی نہ ہو۔

شرم دار و کفر از اسلام او

یہ مانا کہ اس کا قمیص مبارک کفن کے لیے طلب کرنا حضور اقدس ﷺ کا عطا
فرمانا اس میں کفنایا جانا اس کی نجات کا باعث نہ ہوا، خود حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں إِنَّ
قَمِيصِي لَا يُغْنِي عَنْهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا مگر یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اس کا یہ عقیدہ اور قمیص
مبارک طلب کرنا، حضور کا قمیص مبارک پہنانا بالکل بے اثر رہا۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں اس کی

برکت سے اس کی قوم سے ہزار آدمی کامل الایمان ہو گئے۔

تفسیر کبیر، جلد ۲، ص ۷۰۹ میں ہے:

وَكَانَ الْمُنَافِقُونَ لَا يَتَّقُونَ عِبَادَ اللَّهِ بَنِي أَبِي فَلَمَّا رَأَوْهُ يَطْلُبُ هَذَا

الْقَمِيصِ وَيَرْجُوا أَنْ يَنْفَعَهُ أَسْلَمَ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَتْ.

یعنی منافقین کبھی عباد اللہ بن ابی کو نہیں چھوڑتے تھے جب ان لوگوں نے دیکھا کہ

وہ قمیص مبارک طلب کرتا ہے اس کے نفع کا امیدوار ہے تو ان لوگوں سے ہزار

آدمی اس دن مسلمان ہو گئے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اجمعۃ الممعات، شرح مشکوٰۃ فارسی، جلد ۱

ص ۷۱۶ میں تحت حدیث ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں:

درینجا استحباب تبرک ست بلہاس صالحین و آثار ایشاں بعد از موت در قبر چنانکہ

قبل موت۔ نیز ہمیں بودہ لمعات میں فرماتے ہیں:

هَذَا الْحَدِيثُ أَصْلٌ فِي التَّبَرُّكِ بِالْأَثَارِ الصَّالِحِينَ وَلِبَاسِهِمْ كَمَا

يَفْعَلُ بَعْضُ مُرِيدِي الْمَشَائِخِ مِنْ لُبْسِ الْقَمِيصَتِهِمْ فِي الْقَبْرِ.

یعنی یہ حدیث آثار صالحین اور ان کے لباس سے برکت حاصل کرنے کی اصل

ہے جس طرح بعض مریدین مشائخ کی قمیصوں کو پہنا کر دفن کیے جاتے ہیں۔

شیخ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان، جلد ۲، ص ۵۵۹ میں تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ فِي الْأَسْرَارِ الْمُحَمَّدِيَّةِ لَوْ وَضَعَ شَعْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَصَاهُ أَوْ سَوْطَهُ عَلَى قَبْرِ عَاصٍ لَتَجَا ذَلِكَ الْعَاصِي

بِبَرَكَاتِ بِلْكَ الدُّخَيْرَةِ مِنَ الْعَذَابِ وَإِنْ كَانَ فِي خَارِئِ نَسَانٍ

أَوْ بَلْدَةٍ لَا يَصِيبُ سُكَّانَهَا بَلَاءٌ بِبَرَكَتِهِ وَإِنْ لَمْ يَشْعُرُوا بِهِ وَهَذَا

الْقَبِيلِ مَاءٍ زَمْزَمَ وَالْكَفْنُ الْمَبْلُورُ بِهِ وَبِطَانَةِ إِسْتَارِ الْكُفْبَةِ وَالْعُكْفُنُ
بِهَا وَكِتَابَةُ الْقُرْآنِ عَلَى الْقَرَطِيسِ وَالْوَضْعُ فِي أَيْدِي الْمَوْتَى.
یعنی اسرار محمد یہ میں ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا موءے مبارک یا عاصا شریف یا
حضور کا کوڑا کسی گنہگار کی قبر پر رکھا جائے تو ان تبرکات کی برکت سے وہ عاصی
عذاب سے نجات پائے اور اگر کسی آدمی کے گھر یا کسی شہر میں ہو تو وہاں کے
رہنے والوں کو اس کی برکت سے کوئی مصیبت نہ پہنچے گی اگرچہ وہ اس کو نہ سمجھیں
اور اسی قسم سے آب زمزم اور اس میں ترکیا ہوا کفن ہے اور خانہ کعبہ کا غلاف
شریف اور اس میں کفن دینا ہے اور قرآن شریف کو کاغذ پر لکھنا اور اس کو مردہ
کے ہاتھوں پر دینا ہے۔

چوتھا طریقہ:

میت کے کفن پر کوئی آیت یا کلمہ طیبہ یا عہد نامہ یا کوئی دعا لکھنا
مصنف عبدالرزاق اور ان کے طریق سے مجھ طبرانی پھر حلیہ ابو نعیم میں ہے:

أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا لَمَّا حَضَرَتْهَا الْوَفَاةُ أَمَرَتْ عَلَيْهَا فَوَضَعَ لَهَا غَسْلًا فَاغْتَسَلَتْ
وَتَطَهَّرَتْ وَدَعَتْ بِشِيَابِ أَكْفَائِهَا فَلَبَسَتْهَا وَمَسَّتْ مِنَ الْحُنُوطِ ثُمَّ
أَمَرَتْ عَلَيْهَا أَنْ لَا تَكْشِفَ إِذَا هِيَ قَبَضَتْ وَإِنْ تَلْرُجَ كَمَا هِيَ فِي
أَكْفَائِهَا فَقُلْتُ لَهُ هَلْ عَلِمْتَ أَحَدًا فَفَعَلَ نَحْوَ ذَلِكَ قَالَ نَعَمْ
كَثِيرُونَ عَبَّاسٍ وَكَتَبَ فِي أَطْرَافِ أَكْفَائِهِ بِشَهْدِ كَثِيرِينَ عَبَّاسٍ أَنْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

یعنی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کا وقت ہوا تو حضرت علی

نامہ دے دیا جائے، امام نے اسے روایت کر کے فرمایا:

وَعَنْ طَاوُسٍ أَنَّهُ أَمَرَ بِهَذِهِ الْكَلِمَاتِ فَكُتِبَتْ فِي كَفَنِهِ:

امام طاؤس کی وصیت سے یہ عہد نامہ ان کے کفن میں لکھا گیا۔

امام فقیہ بن عجل نے اسی دعاء عہد نامہ کی نسبت فرمایا:

إِذَا كَتَبَ هَذَا الدُّعَاءَ وَجَعَلَ مَعَ الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهِ وَ قَاَهُ اللَّهُ فِئْتَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَهُ.

جب یہ دعا لکھ کر میت کی قبر میں رکھ دیں، تو اللہ تعالیٰ اسے سوال تکیرین و عذاب قبر سے امان دے دے گا۔

در مختار ص ۱۲۶ میں ہے:

كُتِبَ عَلَى جَبْهَةِ الْمَيِّتِ أَوْ عَمَامَتِهِ أَوْ كَفَنِهِ عَهْدُ نَامَةٍ يُرْجَى أَنْ يُغْفَرَ اللَّهُ لِلْمَيِّتِ أَوْ صِلَى بَعْضُهُمْ أَنْ يُكْتَبَ فِي جَبْهَتِهِ وَصَدْرِهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَفَعَلْتُ ثُمَّ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ فَسَنَلْتُ فَقَالَ لَمَّا وَضَعْتَ فِي الْقَبْرِ جَاءَ نَبِيُّ مَلَائِكَةِ الْعَذَابِ فَلَمَّا رَأَى مَا كُتِبَ عَلَيَّ جَبْهَتِي بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالُوا آمَنْتُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ.

یعنی مردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لیے بخشش کی امید ہے، کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن لکھ دیں، لکھ دی گئی، پھر خواب میں نظر آئے، حال پوچھنے پر فرمایا: جب میں قبر میں رکھا گیا، عذاب کے فرشتے آئے، جب میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمن لکھا دیکھا، کہا، تجھے عذاب الہی سے امان ہے۔

علامہ سید احمد مٹھلاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ كُتِبَ عَلَى جَبْهَةِ الْمَيِّتِ أَخْلَمِنُ ذَلِكَ جَوَازُ الْكِتَابَةِ وَلَوْ بِالْقُرْآنِ وَلَمْ يُعْتَبَرُوا كَوْنُ مَا لَهُ إِلَى التَّجَنُّسِ بِمَا يُسْئَلُ مِنْ

الْمَيِّتِ.

یعنی مصنف کے اس قول کتب اربعہ سے لکھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اگرچہ قرآن شریف کی آیت ہی ہو اور اس کے مال کا کوئی اعتبار نہ کیا گیا کہ اس لکھے ہوئے کو مردہ کے بدن سے ریم یا خون بہہ کر نجس کر دے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس بارے میں ایک مستقل رسالہ بنام تاریخی الحرف الحسن فی الکتابة علی الکفن تحریر فرمایا ہے۔ یہ روایتیں اسی رسالہ سے ماخوذ ہیں فقیر غفرلہ المولیٰ القدر کہتا ہے کہ یہ حدیثیں اور نصوص علماء کرام اس معمول بہ کی اصل ہیں کہ مریدوں کی قبر میں مشائخ کرام کا شجرہ رکھتے ہیں کہ اَلْاَسْمُ عَنْہِ الْمُسْتَمٰی کَمَا صَرَخَ بِہِ فِی کُتُبِ الْعَقَائِدِ اور ظاہر ہے کہ نام کا کسی سے اختصاص کپڑوں کے اختصاص سے زائد ہے اور نام کی کسی پر دلالت تراشہ ناخن کی دلالت سے افزوں ہے تو خالی اسماء ہی ایک ذریعہ تبرک و توسل ہوتے نہ کہ اسامی سلاسل علیہ عالیہ کہ اسناد اتصال محبوب ذی الجلال و حضرت عزت و جلال ہیں اور اللہ اور محبوب و اولیاء کے سلسلہ کرم و کرامت میں منسلک ہونے کی سند تو شجرہ طیبہ سے بڑھ کر اور کیا ذریعہ توسل چاہیے۔

اس جگہ ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ اس میں بزرگان دین کے ناموں کی اہانت ہے اس لیے کہ مردے کے بدن سے خون پیپ وغیرہ سے تلوٹ کا اندیشہ ہے مگر اندیشہ وہم موجب ممانعت نہیں حدیث شریف میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے چو پاؤں پر باوجود احتمال تلوٹ جنس فی سبیل اللہ لکھوایا تھا علاوہ بریں تلوٹ بہ نجاست کا احتمال بھی مطرد نہیں اس لیے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ دس مخصوں کے بدن قبر میں سلامت رہتے ہیں۔ انبیاء اولیاء علمائے دین شہداء حفاظ مؤذن کہ اللہ اذان کہا کرتا ہو سرحد اسلام پر حفاظت بلاد اسلامیہ کے لیے قیام رکھنے والا جو طاعون سے صابر و محتسب مرے ذکر الہی بکثرت کرنے والا بے گناہ بندہ تو اگر وہ مخص جس کی قبر میں شجرہ رکھتے ہیں

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

ان میں سے کوئی ایک ہے جب تو عدم ٹکوث ظاہر و زور نہ ممکن کہ شجرہ شریفہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ یہ عزت اسے عنایت فرمائے پھر بھی شجرہ کے لیے کچھ ضرور نہیں کہ کفن ہی میں رکھیں بلکہ قبر میں قبلہ کی طرف خواہ سرہانے طاق بنا کر رکھیں۔

جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

”شجرہ در قبر نہادن معمول بزرگان ست لیکن اس را دو طریق ست اول اینکه بر سینہ مردہ دروں کفن یا بالائے کفن گزارند و اس طریق را فقہا منع می کنند و می گویند کہ از بدن مردہ خون در سیلان می کند و موجب سوائے ادب با ساء بزرگان می شود و طریق دوم اس ست کہ جانب سر مردہ اندرون قبر طاقچه بگزارند و در آن کاغذ شجرہ را نهند۔“

”قبر میں شجرہ شریفہ کا رکھنا بزرگان دین کا معمول ہے، لیکن میت کے ساتھ قبر میں شجرہ رکھنا دو طریقوں پر ہے، اول میت کے سینہ پر کفن کے اندر یا کفن کے اوپر رکھنا، اس طریقے سے شجرہ رکھنے کو فقہاء نے منع فرمایا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ میت کے جسم سے خون یا ریم بہہ کر شجرہ کو آلودہ کر دے گی اور بزرگوں کے ناموں کی بے ادبی ہوگی۔ (لہذا کفن کے اندر یا کفن کے اوپر شجرہ شریفہ کو رکھنا منع ہے) دوم دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مردہ کی قبر کے اندر سرہانے کی جانب طاقچہ رکھیں اور اس میں شجرہ کا کاغذ وغیرہ رکھیں تو یہ درست ہے۔“

پانچواں طریقہ:

جنازہ کو دیکھ کر تعریف کرنا اور میت کی خوبیوں کو بیان کرنا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَاتَّبَعُوا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَاتَّوُوا عَلَيْهَا حَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ
لِقَالَ عُمَرُ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ هَذَا الْبَيْتُ عَلَيْهِ خَيْرٌ أَوْ جَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ
وَهَذَا الْبَيْتُ عَلَيْهِ حَرًّا أَوْ جَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ
(رواه البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ماجه و ابو
داؤد الطيالسی، ص ۲۷۵)

یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک جنازہ لے کر لوگ
گزرے صحابہ کرام نے اس کی تعریف کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب
ہوگئی۔ پھر دوسرا جنازہ لے کر گزرے لوگوں نے برائی بیان کی حضور نے فرمایا:
واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: کیا واجب ہوگئی؟
ارشاد ہوا: پہلے جنازہ والے کی تم لوگوں نے تعریف کی تو اس کے لیے جنت
واجب ہوگئی اور دوسرے کی تم لوگوں نے برائی کی تو اس کے لیے جہنم کی آگ
واجب ہوگئی تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

وَعَمْرٍو قَالَ - بَهْلَا كَيْفَ جَسَّ خَلْقًا كَوْنًا خَدَا سَجْو
وَعَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَبَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ
الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَاتَّوُوا عَلَيَّ صَاحِبِهَا
خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَاتَّوُوا عَلَيَّ
صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ وَجَبَتْ ثُمَّ بِالثَّالِثَةِ فَاتَّوَى عَلَيَّ صَاحِبِهَا
حَرًّا فَقَالَ عُمَرُ وَجَبَتْ فَقَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ
الْمُؤْمِنِينَ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا
مُسْلِمٍ فَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ قُلْنَا وَثَلَاثَةٌ قَالَ وَثَلَاثَةٌ
قُلْنَا وَإِنْسَانٍ قَالَ وَإِنْسَانٍ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنْ وَاحِدٍ (رواه البخاری و
النسائی)

ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں پہنچا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا ایک جنازہ گزرا لوگوں نے اس کی تعریف کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی پھر دوسرا جنازہ گزرا لوگوں نے اس کی بھی تعریف کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی پھر تیسرا جنازہ گزرا لوگوں نے اس کی برائی کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ ابوالاسود کہتے ہیں میں نے کہا: کیا واجب ہوگئی یا امیر المؤمنین؟ فرمایا: میں وہ بات کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی کہ جس مسلمان کے لیے چار مسلمان اچھا ہونے کی گواہی دیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے کہا: اور تین شخص ارشاد ہوا: تین آدمی پھر ہم لوگوں نے کہا: کہ اور دو آدمی ارشاد ہوا: کہ اور دو آدمی پھر ہم نے ایک آدمی کے بارے میں نہیں پوچھا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَشْهَدُ لَهُ ثَلَاثَةٌ أَيْبَاتٍ مِنْ جِيرَانِهِ الْأَذْنَيْنِ بِخَيْرٍ إِلَّا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ قَبَّلْتُ شَهَادَةَ عِبَادِي عَلَى مَا عَلِمُوا وَغُفِرَتْ لَهُمْ مَا عَلِمَ. (رواه الامام احمد دردی ابو يعلى و ابن حبان فى صحيحه و لفظهما اربعته اهل ابيات من جيرانه)

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور نبی ﷺ رب العزت جل جلالہ سے کہ جب کوئی مسلمان بندہ مرے اور اس کے لیے تین قریب گھر والے پڑوسی بھلائی کی گواہی دیں تو اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میں نے اپنے بندوں کی گواہی اس بارے میں جو ان کے علم میں ہے قبول کی اور جو خطا و قصور اس کا میں جانتا ہوں اس کو بخش دیا۔ یعنی ابو یعلیٰ اور ابن حبان نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس میں تین گھر کی جگہ چار گھر کا لفظ ہے۔

چھٹا طریقہ:

نماز جنازہ اور کثرتِ مصلیان کا فائدہ

نماز جنازہ پڑھنا ہے اور کثیر مصلیان مرغوب و مطلوب ہے، اس لیے کہ ہر نمازی اس میت کا سفارش ہے اور کثرتِ سفارش اہمیت کی دلیل ہے:

عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مَاتَ لَهُ ابْنٌ بِقَدِيدٍ أَوْ بَغْسَفَانَ فَقَالَ يَا كُرَيْبُ انْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهُ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَخَرَجْتُ فَإِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوا لَهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ تَقُولُ هُمْ أَرْبَعُونَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَخْرِجُوهُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَةِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُونَ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَعَهُمُ اللَّهُ فِيهِ. (رواه الامام احمد و مسلم و ابو داؤد و ابن ماجه)

یعنی کریب سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے کا انتقال قدید یا غسغان میں ہوا تو آپ نے فرمایا: دیکھو! کتنے آدمی جمع ہوئے ہیں؟ کریب کہتے ہیں کہ میں نکلا دیکھا کہ لوگ جمع ہیں، میں نے ان کو خبر دی۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے پوچھا کہ چالیس آدمی ہوں گے؟ کریب نے کہا ہاں! ابن عباس نے کہا کہ اب میت کو باہر لاؤ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ جو مرد مسلمان انتقال کرے اور اس کی جنازہ کی نماز ایسے چالیس آدمی پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی شفاعت اس میت کے حق میں قبول فرمائے گا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّيُ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُبَلِّغُونَ مِائَةَ كُلِّهُمْ

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

يَشْفَعُونَ إِلَّا شَفَعُوا فِيهِ (رواه مسلم، ص ۳۰۸، والترمذی وقال
حدیث حسن صحیح و رواه النسائی و لفظه مائة فما فوقها)
یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا: جس مسلمان میت کی نماز جنازہ ایک جماعت مسلمانوں کی پڑھے جس کی
تعداد سو تک پہنچی ہو اور وہ سب اس کی شفاعت کریں تو ان لوگوں کی شفاعت
اس میت کے حق میں قبول ہوگی۔

یعنی نسائی کی روایت میں ہے کہ سو یا زیادہ آدمی اس کی سفارش کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی
شفاعت قبول فرمائے گا۔

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ فَيُصَلِّيَ عَلَيْهِ ثَلَاثَةٌ صُفُوفٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا
أَوْجِبَ قَالَ فَكَانَ مَالِكٌ إِذَا اسْتَقَلَّ أَهْلُ الْجَنَازَةِ جَزَاهُمْ ثَلَاثَةَ
صُفُوفٍ لِلْحَدِيثِ. (رواه ابو داؤد، جلد ۲، ص ۹۵، و رواه
الترمذی و حسنه و صححه الحاكم و فی رواية له الْأَغْفَرُ لَهُ)
یعنی جس مسلمان پر تین صف مسلمان نماز پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت
واجب کر دے گا۔ راوی کہتا ہے کہ مالک بن ہبیرہ کی عادت تھی کہ جب آدمی
تھوڑے ہوتے تھے جب بھی اس حدیث کی وجہ سے ان کو تین صف کر دیتے
تھے۔ یعنی حاکم کی ایک روایت میں اوجب کے بدلے غفرلہ ہے یعنی اللہ اس کی
مغفرت کر دے گا۔

ساتواں طریقہ:

مقدس جگہ اور صالحین کے پڑوس میں دفن کرنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَرْسَلَ مَلِكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ فَقَالَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللَّهُ عَيْنَهُ فَقَالَ إِرْجِعْ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَنْ تَوَرَّأَ فَلَهُ بِكُلِّ مَا عَطَّتْ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ أَيُّ رَبِّ تُمْ مَاذَا قَالَ تُمْ الْمَوْتِ قَالَ فَأَلَانَ نَسَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يُدْبِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمِيَةً بِحَجَرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ نَمَةً لَا رَيْتُكُمْ قَبْرَةَ إِلَى جَانِبِ الطُّورِ عِنْدَ الْكَيْبِ الْأَحْمَرِ (رواه البخاری و مسلم والنسائی)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بھیجے گئے، تو جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، انہوں نے ایک طمانچہ مارا، جس سے ایک آنکھ جاتی رہی، پس خداوند عالم کے پاس واپس گئے اور کہا، کہ خداوند! تو نے مجھ کو ایسے بندہ کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ ان کو واپس دی، اور فرمایا: کہ جاؤ اور موسیٰ سے کہو کہ اپنا ہاتھ تیل کی پیٹھ پر رکھیں، تو ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں، ہر بال کے بدلے ایک سال عمر ان کو اور دی گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا، اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: موت، تب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تو ابھی پھر اللہ تعالیٰ سے استدعا کی کہ مجھ کو بیت المقدس کے قریب کر دے، ایک پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو ضرور تمہیں ان کی قبر دکھا دیتا، طور کے پاس سرخ ٹیلہ کے نزدیک۔

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

علامہ یعنی شرح بخاری، جلد ۴، ص ۱۶۵ میں فرماتے ہیں:

أَيُّ سَأَلَ اللَّهَ تَعَالَى الدُّنُوَّ مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ لِيُدْفَنَ فِيهِ دُنُوًّا لَوْ رَمَى
رَأْسِي الْحَجَرَ مِنْ ذَلِكَ الْمَوْضِعِ الَّذِي هُوَ الْآنُ مَوْضِعَ قَبْرِهِ
لَوْصَلَ إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَإِنَّمَا سَأَلَ ذَلِكَ لِفَضْلِ مَنْ دُفِنَ فِي
الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ فَاسْتَحَبَّ مُجَاوَرَتَهُمْ
الْمَمَاتِ كَمَا فِي الْحَيَوَةِ وَلِأَنَّ النَّاسَ يَقْضُونَ الْمَوَاضِعَ الْفَاضِلَةَ
وَيَزُورُونَ قُبُورَهَا وَيَدْعُونَ لِأَهْلِهَا.

”یعنی خداوند عالم سے سوال کیا بیت المقدس کی نزدیکی کا تاکہ وہاں دفن ہوں
اس قدر نزدیک کہ اگر کوئی پتھر پھینکنے والا اس جگہ سے جواب حضرت موسیٰ علیہ
السلام کی قبر کی جگہ ہے پتھر پھینکنے تو ضرور وہ پتھر بیت المقدس تک پہنچے اور یہ سوال
اسی لیے کیا کہ جو لوگ انبیاء و صالحین سے بیت المقدس میں دفن ہیں ان کی
بزرگی کے سبب ان کی مجاورت کو بعد موت پسند کیا۔ جس طرح اچھے لوگوں کی
مجاورت زندگی میں پسند کرتے ہیں اور اس لیے کہ لوگ تبرک مقامات کا قصد
کرتے ہیں اور وہاں کی قبور کی زیارت کرتے ہیں اور قبر والوں کے لیے دعاء خیر
کرتے ہیں۔“

اسی میں ہے:

وَلِيهِ اسْتِحْبَابُ الدُّفْنِ فِي الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ وَالْقُرْبِ مِنْ مَدَائِنِ
الصَّالِحِينَ.

یعنی اس حدیث سے یہ مسئلہ مستفاد ہوتا ہے کہ تبرک مواضع میں دفن کرنا مستحب
ہے اور مدفن صالحین کی نزدیکی بہتر ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ مَيْمُونٍ الْأَزْدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ إِذْ هَبَّ إِلَيَّ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَالِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهَا فَقُلْ يَقْرَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكَ السَّلَامُ ثُمَّ سَلَهَا أَنْ أُذْفَنَ
مَعَ صَاحِبِي قَالَتْ كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي فَلَا وَوَرْتَهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي
فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَهُ مَا لَدَيْكَ قَالَ أَذِنْتُ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ مَا
كَانَ شَيْئِي أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ الْمَضْجَعِ.

یعنی عمرو بن میمون ازدی سے روایت ہے کہ دیکھا میں نے عمر بن الخطاب رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کو کہ انہوں نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر کو فرمایا کہ تم ام
المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں جاؤ اور سوال کرو کہ میں
حضرت اقدس ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دفن کیا
جاؤں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں نے اس جگہ کو اپنے لیے
رکھا تھا لیکن اب میں ترجیح دیتی ہوں حضرت عمر کو اپنے نفس پر پس جب حضرت
عبداللہ ابن عمرو آپس آئے امیر المؤمنین نے پوچھا کیا خبر ہے؟ عرض کیا کہ
حضرت عائشہ نے اجازت دی فرمایا: کوئی چیز مجھے اس جگہ دفن ہونے سے زیادہ
اہم نہ تھی۔

علامہ یعنی شرح بخاری جلد ۴ ص ۲۵۵ میں فرماتے ہیں:

لِيَهِيَ الْحِرْصُ عَلَى مُجَاوَرَةِ الصَّالِحِينَ فِي الْقُبُورِ طَمَعًا لِيُصَابَةَ
الرُّحْمَةَ إِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِمْ وَلِيُ دُعَاءِ مَنْ يَزُورُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْخَيْرِ.

”یعنی اس حدیث میں اچھے لوگوں کے جوار میں دفن ہونے پر حرص ہے کہ جب
ان پر رحمت نازل ہو تو صاحب قبر کو بھی پہنچے اور جو اہل خیر ان لوگوں کی قبر کی
زیارت کریں وہ اس صاحب قبر کے لیے بھی دعا کریں۔“

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۷۵ حدیث

رَدُّوَالْقَتْلَى إِلَى مَضَاجِعِهِمْ کے تحت میں اس بحث میں کہ مردہ کو ایک شہر سے نکل کر کے
دوسرے شہر میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں۔ لکھتے ہیں:

قَالَ صَاحِبُ الْهَدَايَةِ وَذَكَرَ أَنَّ مَنْ مَاتَ فِي بَلَدَةٍ يَكْرَهُ نَقْلَهُ إِلَى
أُخْرَى لِأَنَّهُ إِهْتِغَالٌ بِمَا لَا يُفِيدُ بِمَا فِيهِ تَأْخِيرٌ ذَلِيلٌ وَكَفَى بِذَلِكَ
كَرَاهَةً قُلْتُ فَإِذَا كَانَ يَتَرْتَّبُ عَلَيْهِ فَايِدَةٌ مَنِ نَقَلَهُ إِلَى أَحَدِ
السَّحْرَمِينَ أَوْ إِلَى قُرْبٍ أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَوْ الْأَوْلِيَاءِ أَوْ لِزُورَةِ أَقَارِبِهِ
مِنْ ذَلِكَ الْبَلَدِ وَغَيْرِ ذَلِكَ فَلَا كَرَاهَةَ إِلَّا مَا نَصَّ عَلَيْهِ مِنْ شُهَدَاءِ
أَحَدٍ أَوْ مَنْ فِي مَعْنَاهُمْ مِنْ مُطَّلَعِ الشُّهَدَاءِ.

یعنی صاحب ہدایہ نے فرمایا: جو شخص کسی شہر میں انتقال کرے اس کو دوسرے شہر
میں دفن کے لیے لے جانا مکروہ ہے، اس لیے کہ غیر مفید کام میں مشغول ہونا ہے
اور اس میں تاخیر دفن ہی ہے جو کراہت کے لیے کافی ہے، میں کہتا ہوں، تو جب
اس پر کوئی فائدہ مرتب ہو جیسے احد الحرمین لے جانا یا کسی نبی یا ولی کے مزار کے
پاس دفن کرنا تاکہ اس شہر میں اس کے عزیز و قریب اس کی زیارت کیا کریں وغیر
ذکر تو نقل میں کراہت نہیں ہاں! جہاں ممانعت منصوص ہو جیسے شہدائے احد یا
دیگر شہدائے کرام تو ان کو نقل کرنا البتہ مکروہ ہوگا۔

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں تحریر فرماتے ہیں:

وَأَخْرَجَ أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَذْهِبُوا مَوْتَاكُمْ وَسَطَ قَوْمٍ صَالِحِينَ فَإِنَّ الْمَيِّتَ يَتَأَذَى
بِجَارِ السُّوءِ.

”راوی نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کو اچھے لوگوں کے درمیان
دفن کرو اس لیے کہ مردے برے پڑوسی سے اذیت پاتے ہیں۔

اسی میں ہے:

وَأَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ الْمَيِّتَ فَأَخْسِنُوا كَفَنَهُ وَعَجِّلُوا الْجَارَ وَصِيَّةَ

وَأَعْمِقُوا لَهُ مِنْ قَبْرِ وَجَنُودَهُ جَارَ السُّوءِ قَبِيلَ يَارَسُؤَلَ اللَّهِ وَهَلْ يَنْفَعُ
الْجَارُ الصَّالِحُ فِي الْآخِرَةِ قَالَ هَلْ يَنْفَعُ فِي الدُّنْيَا قَالَ نَعَمْ قَالَ
كَذَلِكَ يَنْفَعُ فِي الْآخِرَةِ.

”یعنی ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی
کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی انتقال کرے تو اس کا کفن اچھا دو
اور اس کی وصیت کے جاری کرنے میں جلدی کرو اور اس کی قبر گہری کھودو اور
اسے برے پڑوسی سے بچاؤ۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا اچھا پڑوسی
آخرت میں کچھ نفع پہنچاتا ہے؟ ارشاد ہوا کہ دنیا میں نفع پہنچاتا ہے؟ کہا ہاں!
فرمایا: اسی طرح آخرت میں بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔“

وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعِ الْمُرَزِيِّ قَالَ مَاتَ رَجُلٌ
بِالْمَدِينَةِ فُدِّنَ بِهَا فَرَأَاهُ رَجُلٌ كَأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَعْتَمَ لِذَلِكَ ثُمَّ
أَرِيهِ بَعْدَ سَابِعَةٍ أَوْ ثَامِنَةٍ كَأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَسَأَلَهُ قَالَ دُفِنَ مَعَنَا
رَجُلٌ مِنَ الصَّالِحِينَ فَشَفَعَ فِي أَرْبَعِينَ مِنْ جِيرَانِهِ فَكُنْتُ فِيهِمْ.

”یعنی ابن ابی الدنیا نے عبداللہ بن نافع مرزنی سے روایت کیا کہ ایک آدمی مدینہ
طیبہ میں مرا، پس وہیں دفن کیا گیا، کسی شخص نے اس کو خواب میں دیکھا کہ گویا وہ
دوزخی ہے، پھر سات آٹھ رات کے بعد دکھایا گیا، کہ وہ اہل جنت سے ہے۔
پس اس شخص نے پوچھا، اس نے جواب دیا کہ ایک شخص صالحین سے ہمارے
ساتھ دفن کیا گیا۔ اپنے پڑوسیوں سے چالیس آدمیوں کی شفاعت کی تو میں بھی
انہیں چالیس سے ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس میت صالح کے جوار کی برکت
سے مجھے جنتی بنایا۔“

آٹھواں طریقہ:

جب قبر تیار ہو تو تھوڑی دیر اس قبر میں کوئی بزرگ بیٹھیں یا لیٹیں

جب قبر تیار ہو تو تھوڑی دیر اس قبر میں کوئی بزرگ بیٹھیں یا لیٹیں اور کوئی دعا اور

قرآن شریف کی کوئی سورہ یا آیت پڑھیں اس کے بعد مردہ کو دفن کریں۔

طبرانی معجم کبیر و اوسط میں اور ابن حبان و حاکم بافادہ صحیح حضرت انس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے راوی:

قَالَ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَسَدٍ دَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا فَقَالَ رَجِهَكَ اللَّهُ يَا أُمِّي بَعْدَ أُمِّي وَذَكَرْنَا هُ عَليهَا وَتَكْفِينَهَا بِرُدَّةٍ ثُمَّ قَالَ دُعَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَأَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ وَعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَغُلَامًا أَسْوَدَ يَحْفَرُونَ فَحَضَرُوا قَبْرَهَا فَلَمَّا بَلَّغُوا اللَّحْدَ حَضَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ وَأَخْرَجَ تَرَابَهُ بِيَدِهِ فَلَمَّا فَرَغَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاضْطَجَعَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ اغْفِرْ لَأُمِّي فَاطِمَةَ بِنْتُ أَسَدٍ وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِي فَإِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ.

”یعنی جب حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا، حضور اقدس ﷺ ان کے پاس

تشریف لے گئے اور سرہانے بیٹھے۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔

اے میری والدہ کے انتقال کے بعد میری ماں راوی حدیث حضرت انس نے

رسول اللہ ﷺ کا ان کی اچھی تعریف کرنا اور اپنی چادر مبارک میں ان کو کفنانا بیان کر کے پھر کہا کہ حضور ﷺ نے اسامہ بن زید، ابویوب انصاری، حضرت عمر بن الخطاب اور ایک سیاہ غلام کو بلایا کہ یہ لوگ قبر کھودتے تھے تو ان لوگوں نے حضرت فاطمہ بنت اسد کی قبر کھودی جب لحد تک پہنچے تو حضور اقدس ﷺ نے بہ نفس نفیس اپنے دست مبارک سے قبر کھودی اور قبر کی مٹی نکالی، جب اس سے فارغ ہوئے تو حضور اقدس ﷺ قبر میں لیٹے اور یہ دعا پڑھی۔ اللہ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا، خداوند! میری ماں حضرت فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اور ان کی قبر کشادہ کر اپنے نبی اور تمام انبیاء کی برکت سے جو میرے قبل ہوئے۔ تو ارحم الراحمین ہے۔

وفاء الوفاء، جلد ۲، ص ۸۹ میں ہے:

وَفِي رِوَايَةٍ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَلَمَّا فَرَّغَ مِنْهُ نَزَلَ فَاضْطَجَعَ لِي
اللَّحْدِ وَقَرَأَ فِيهِ الْقُرْآنَ.

یعنی جب قبر تیار ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ اس قبر میں اترے اور اس میں قرآن شریف پڑھا۔ (وفاء الوفاء، جلد ۲، ص ۸۸)

وَأَخْرَجَ ابْنُ شَيْبَةَ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَاهُ ابْتِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَمَّ عَلِيٍّ وَجَعْفَرَ وَعَقِيلٍ فَلَمَّاتَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قُومُوا إِلَيَّ أُمِّي لَقَمْنَا وَكَانَ عَلِيٌّ رُوِيَ مِنْ مَعَةِ الطَّيْرِ فَلَمَّا
انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَابِ نَزَعَ لِمِصَّةٍ فَقَالَ إِذَا غَسَلْتُمُوهَا فَاشْعَرُوهَا إِيَّاهُ
تَحْتَ أَكْفَائِهَا فَلَمَّا خَرَجُوا بِهَا جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَرَّةً يُحْمِلُ وَمَرَّةً يُتَقَلَّمُ وَمَرَّةً يُتَأَخَّرُ حَتَّىٰ آتَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ
فَتَمَعَّكَ فِي اللَّحْدِ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ أَدْخُلُوهَا بِاسْمِ اللَّهِ وَعَلَىٰ اسْمِ
اللَّهِ فَلَمَّا أَنْ دَفَنُوهَا قَامَ قَائِمًا فَقَالَ جَزَاكَ اللَّهُ مِنْ أُمَّ وَرَبِيبَةٍ خَيْرًا
فَنِعْمَ الْأُمُّ وَنِعْمَ الرَّبِيبَةُ كُنْتُ لِي قَالِ لَقُلْنَا لَهُ أَوْقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
لَقَدْ صَنَعْتَ شَيْئَيْنِ مَا زَانَاكَ صَنَعْتَ مِثْلَهُمَا قَطُّ قَالِ وَمَا هُوَ قُلْنَا
نَزَعَكَ قَمِيصَكَ وَتَمَعَّكَ فِي اللَّحْدِ قَالِ أَمَا قَمِيصِي فَأَرِيدُ
أَنْ لَا يَمْسَهَا النَّارُ أَبَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَأَمَا تَمَعَّكَ فِي اللَّحْدِ
فَأَرَدْتُ أَنْ يُوسِعَ اللَّهُ عَلَيْهَا قَبْرَهَا.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! علی جعفر اور عقیل کی ماں نے انتقال کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ چلو میری ماں کی تجھیز و تکفین کے لیے تو ہم لوگ کھڑے ہو گئے اور جو لوگ حضور ﷺ کے ساتھ چلے سب خاموش باادب تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں، جب ہم لوگ دروازہ پر پہنچے تو حضور اقدس ﷺ نے تمہیں مبارک اتار کر عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ غسل دے چکو تو اس کو بدن سے متصل کفن کے نیچے رکھنا، پس جب جنازہ لے چلے رسول اللہ ﷺ کبھی جنازہ اٹھاتے، کبھی آگے آگے چلتے اور کبھی جنازہ کے پیچھے چلتے، یہاں تک کہ ہم لوگ قبر تک پہنچے۔ پس حضور ﷺ قبر میں لینے پھر باہر تشریف لائے، پھر فرمایا: خدا آپ کو بہتر جزا دے۔ اے میری ماں اور پرورش کرنے والی! کیا اچھی آپ میری ماں اور پرورش کرنے والی تھیں؟ پس ہم لوگوں نے عرض کیا؟ یا حضور! حضور سے عرض کیا گیا کہ حضور نے دو باتیں

ایسی کیس جو کبھی نہیں کرتے تھے۔ فرمایا: کہ وہ کون کون سی باتیں ہیں؟ ہم لوگوں نے عرض کیا: ایک قمیص مبارک کا اتار کر کفن کے لیے دینا اور دوسری بات قبر میں لیٹنا؟ ارشاد ہوا قمیص اتار کر اس لیے دی کہ اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ آگ ان کو کبھی نہ چھوئے گی اور قبر میں اس لیے لیٹا کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر وسیع و فراخ کر دے۔ (وقا الوفاء، ص ۸۸ جلد ۲)

نواں طریقہ:

قبر پر پانی چھڑکنا

عَنْ جَابِرٍ قَالَ رُشُّ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْبَدِيُّ رَشُّ الْمَاءِ عَلَى قَبْرِهِ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ بِقَرْبَةِ بَدَايُنَ قَبْلَ رَأْسِهِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى رِجْلَيْهِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ (مشکوٰۃ ص ۱۴۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا گیا اور جس نے قبر مبارک پر پانی چھڑکا وہ بلال بن رباح ہیں، مشک سے پانی چھڑکا، سرہانے کی طرف سے شروع کیا اور پائنتی کی طرف ختم کیا۔

ملائی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد دوم ص ۲۷۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ الطَّبِيبِيُّ لَعَلَّ ذَلِكَ إِشَارَةٌ إِلَى اسْتِنزَالِ الرُّوحَةِ الْإِلَهِيَّةِ وَالْعَوَاطِفِ الرَّبَّانِيَّةِ كَمَا وَرَدَ فِي الدُّعَاءِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَاَهُ بِالْمَاءِ وَالسَّلْجِ وَالْبُرْدِ وَقَالُوا سَقَى اللَّهُ ثَرَاهُ وَبَرَدَ مَضْجَعَهُ أَوْ إِلَى الدُّعَاءِ بِالطَّرَاوَةِ وَعَلِمَ اللُّرُوسِ قَالَ مِيرَكَمٌ وَلَعَلَّ الْحِكْمَةَ فِيهِ إِنَّ الْقَبْرَ إِذَا رُشَّ بِالْمَاءِ كَانَ أَكْثَرُ بَقَاءً وَأَبْعَدَ عَنِ التَّنَائُرِ وَالْإِنْدِرَاسِ

قُلْتُ هَذَا أَمْرٌ ظَاهِرٌ حَسْبِي لَا يَحْتَاجُ إِلَى نَقْلِ وَهُوَ مَا خُوذَ مِنَ الْعِبَارَةِ
وَأَمَّا ذِكْرُهُ الطَّبِيبِيُّ مِنَ الْإِشَارَةِ فَهُوَ فِي غَايَةِ اللَّطَافَةِ وَبِهَيَاةِ
الشَّرَافَةِ وَنَظِيرُهُ أَنَّ أَحَدًا مِنَ الْمُرِيدِينَ بَنَى بَيْتًا مُمْضِيًّا ضَيْفَ ضَيْحَةٍ
فَقَالَ لَهُ الشَّيْخُ لَا يَشِيءُ شَيْئِي فَعَحَّتِ الطَّافَةُ قَالِ لِذُخُولِ الْهَوَاءِ
وَحُمُولِ الضُّيَاءِ فَقَالَ هَذَا أَمْرٌ ظَاهِرٌ حَاصِلٌ لَا مَحَالَةَ لَكِنْ كَانَ
يُنْبَغِي أَنْ تَقْضِدَ بِالْإِصَالَةِ سِمَاعَ الْأَذَانِ وَيَكُونُ الْبَاقِي تَبَعًا لَهُ.

”علامہ طبیبی نے فرمایا کہ پانی چمڑکنا رحمت الہیہ و عواطف ربانیہ کے نزول کی
طرف اشارہ ہے جیسا کہ دعا میں وارد ہے ”خداوند ادمودے اس کے گناہوں کو
پانی برف اور اولے سے“ اور لوگ دعا کے وقت کہا کرتے ہیں سقنی اللہ شراہ و برد
مضجع یا تراوٹ اور نہ مٹنے کی طرف اشارہ ہے۔ علامہ میرک کہتے ہیں کہ اس میں
یہ حکمت ہے کہ قبر پر جب پانی چمڑک دیا جاتا ہے تو اس کی بقا زیادہ ہو جاتی ہے
اور انتشار اور مٹنے سے دور ہو جاتی ہے۔ طاغی قاری فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں
یہ تو ظاہر اور محسوس ہے۔ اس کی نقل کی ضرورت نہیں اور یہ تو عبارت ہی سے ظاہر
ہے اور علامہ طبیبی نے جو اشارہ ذکر کیا وہ غایت لطیف اور بہت ہی خوب ہے۔
اس کی مثال وہ واقعہ ہے کہ کسی مرید نے ایک گھر بنایا اور اپنے شیخ کی دعوت کی
شیخ نے پوچھا اس میں روشندان کس لیے رکھا ہے؟ مرید نے کہا کہ ہوا اور روشنی
کے لیے شیخ نے کہا یہ تو ظاہر ہے یقیناً ہونا ہی ہے لیکن مناسب یہ تھا کہ اصل
مقصد اذان کی آواز آنا ہوتا۔ باقی ہوا اور روشنی بالتبع مراد ہوتی، و العم من قال۔

سرمد کہ برائے نور چشم ست زرباش چشم او طفیل ست

وَعَنْ أَبِي زَائِعٍ قَالَ سَلْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا

وَرَشَّ عَلِيَّ قَبْرِهِ مَاءً (رواہ ابن ماجہ)

”یعنی ابن ماجہ حضرت ابورافع سے راوی رسول اللہ ﷺ نے (کسی ضرورت یا بیان جواز کے لیے) حضرت سعد کو سرہانے کی طرف سے قبر میں داخل کیا اور ان کے قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا۔“

”وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ أَبِيهِ مُرْسَلًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى عَلَى الْمَيِّتِ ثَلَاثَ حَيَّاتٍ بِيَدَيْهِ جَمِيعًا وَأَنَّ رَشَّ عَلِيَّ قَبْرِ ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءً (رواہ فی شرح السنہ وروی الشافعی من قوله رش“

علامہ بغوی ”شرح السنہ“ میں امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد ماجد امام محمد باقر سے مرسلًا راوی نبی ﷺ نے میت پر دونوں ہاتھوں سے تین لپ مٹی ڈالی اور اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکا اور قبر پر سنگریزے رکھے۔ اس حدیث کو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روایت کیا مگر صرف رش سے۔ (مکتوٰۃ شریف، ص ۱۳۸)

مرقات شرح مکتوٰۃ جلد ۲، ص ۳۷۷ میں ہے:

قَالَ ابْنُ الْمَلِكِ وَيَسْنُ حَيْثُ لَا مَطَرٌ رَشَّ الْقَبْرِ مَاءً بَارِدًا طَاهِرًا
مُطَهَّرًا تَفَاوُلًا بَانَ اللَّهُ يَبْرُؤُ مَضْجَعَهُ.

”ابن مالک نے کہا کہ جب بارش نہ ہو تو قبر پر ٹھنڈا طاهر مطہر پانی چھڑکنا مسنون ہے اس بات کی تقاول کے لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کی خواب گاہ ٹھنڈی کرے۔“

اسی میں ہے ص ۳۷۸:

وروی البزاز أنه أمر بالرش في قبر عثمان بن مظعون.
یعنی بزاز نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر
پانی چھڑکنے کا حکم دیا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی لغات حاشیہ، مکتوٰۃ ص ۱۴۹ میں تحت حدیث جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

وَذَلِكَ لِمَصْلِحَةِ رَأْيِهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَالْعِلَّةُ فِي رَشِّ قَبْرِ غَيْرِهِ الْأَصْلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّفَاوُلُ
بِاسْتِنْزَالِ الرَّحْمَةِ وَغَسْلِ الْخَطَايَا وَتَطْهِيرِ الدُّنُوبِ وَعَلَى أَيْضًا بَأَنَّ
يُمْسِكُ تَرَابَ الْقَبْرِ عَنِ الْإِنْتِشَارِ وَيَمْنَعُ عَنِ الدَّرُوسِ.

”یعنی صحابہ کرام نے جو رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا، وہ کسی مصلحت
کی وجہ سے ہوا جو ان لوگوں نے سمجھا ہو، یا حضور ﷺ کے سوا اوروں کی قبر پر پانی
چھڑکنے کی علت، تو نزول رحمت، اور خطا دھلنے، گناہوں سے پاک صاف ہونے
کی نیک فال ہے اور قبر کی مٹی کو منتشر ہونے سے بچانا، اور قبر کو مٹنے سے محفوظ رکھنا
بھی اس کی علت بیان کی گئی ہے۔“

علامہ شامی رد المحتار جلد ۱ ص ۸۳۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ وَلَا يَأْسُ بِرَشِّ الْمَاءِ عَلَيْهِ بَلْ يَنْبَغِي أَنْ يُنْدَبَ لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهُ بِقَبْرِ سَعْدٍ كَمَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَبِقَبْرِ لَيْدِ بْنِ أَبِي
كَمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ فِي مَرَايِيلِهِ وَأَمْرِهِ فِي قَبْرِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ
كَمَا رَوَاهُ الْبَزَّازُ.

”یعنی قبر پر پانی چھڑکنا مندوب ہے اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت،

سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبر پر پانی چھڑکا جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے اور اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر جیسا کہ مراسیل ابوداؤد میں ہے اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا جیسا کہ الہزار کی روایت میں ہے۔

دسواں طریقہ:

بعد دفن میت کو تلقین کرنا (احیاء العلوم بر حاشیہ)

اتحاف السادة المستقین، جلد ۱۰، ص ۳۶۸ میں ہے:

قَالَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَوْدِيُّ شَهِدْتُ أَبَا أَمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ وَهُوَ فِي
النُّزْعِ لَقَالَ يَا سَعِيدُ إِذَا مِتُّ فَاصْلَعُوا بِي كَمَا أَمَرْنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَسَوِّتُمْ عَلَيْهِ التُّرَابَ
فَلْيَقُمْ أَحَدُكُمْ عَلَى رَأْسِ قَبْرِهِ ثُمَّ يَقُولُ يَا فَلَانُ بْنُ فُلَانَةَ فَإِنَّهُ يَسْمَعُ
وَلَا يُجِيبُ ثُمَّ لِيَقُلْ يَا فَلَانُ بْنُ فُلَانَةَ الْغَائِبَةَ فَإِنَّهُ يَسْتَوِي قَاعِدًا ثُمَّ
لِيَقُلْ يَا فَلَانُ بْنُ فُلَانَةَ الْغَائِلَةَ فَإِنَّهُ يَقُولُ أَرَضَدْنَا بِرُحْمِكَ اللَّهُ وَلَكِنْ
لَا تَسْمَعُونَ لِيَقُولَ لَهُ أَذْكَرًا مَّا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةً أَنْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِنَّكَ رَضِيتَ بِاللَّهِ رَبًّا
وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَبِالْقُرْآنِ أَمَامًا
فَإِنَّ مُتَكْرَمًا وَكَبِيرًا يَتَعَاخَرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِيَقُولَ انْطَلِقْ بِنَا مَا يَقْعُدُنَا
عِنْدَهُذَا وَقَدْ لَقِنَ حُجَّتَهُ وَيَكُونُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَجِيجَهُ دُونَهُمَا
فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ يَعْرِفْ اسْمَ أُمِّهِ قَالَ فَلْيَنْسُبْهُ إِلَى

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

خَوَاءُ.

”یعنی سعد بن عبداللہ اودی کہتے ہیں کہ میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا جس وقت وہ حالت نزع میں تھے انہوں نے کہا کہ اے سعید! جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ وہ کام کرو جس کا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی مرے اور تم بعد دفن اس پر مٹی برابر کر چکو تو ایک آدمی اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہوا اور کہے کہ اے فلاں بن فلاں! تو وہ سنے گا مگر جواب نہ دے گا پھر دوسری مرتبہ کہے اے فلاں بن فلاں! اس کو سن کر وہ بیٹھ جائے گا پھر تیسری مرتبہ کہے اے فلاں بن فلاں! تب وہ کہے گا کہ ہوا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے لیکن اس کہنے کو تم نہ سناؤ گے۔ تب وہ شخص کہے یاد کرو اس عقیدہ کو جس پر تم دنیا سے نکلے اس بات کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں اور تو راضی ہے اس بات پر کہ خدا تیرا رب ہے اسلام تیرا دین اور محمد ﷺ تیرے رسول ہیں اور قرآن شریف تیرا پیشوا ہے یہ سن کر منکر نکیر دونوں پیچھے ہٹیں گے اور ایک دوسرے سے کہے گا کہ چلو! کیا بیشعیر اس کے پاس جس کو حجت تلقین کی گئی؟ اور اللہ تعالیٰ اس شخص اور ان دونوں فرشتوں کے درمیان ہوگا اس پر ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر میت کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو ارشاد ہوا تو فلاں بن خواء کہتا۔

علامہ مرتضیٰ زبیدی شرح احیاء العلوم جلد ۱۰ ص ۳۶۸ میں فرماتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَفِي كِتَابِ الدُّعَاءِ وَابْنُ مُنْدَةَ فِي كِتَابِ
الرُّوحِ وَابْنُ عَسَاكِرٍ وَالدَّبَلِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مُنْدَةَ مِنْ وَجْهِ آخَرَ عَنْ
أَبِي أَمَامَةَ قَالَ إِذَا آتَمْتُ فَدَفَنْتُمُونِي فَلْيَقُمْ إِنْسَانٌ عِنْدَ رَأْسِي

Purchase Islami Books Online Contact:

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad

فَلْيَقُلْ يَا صَدِيُّ بَنِ عَبْجَلَانَ أَذْ كُرَّمَا كُنْتَ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا شَهَادَةً أَنْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ؛ رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرٍ مِنْ وَجْهِ
اٰخَرَ عَنْ أَبِي أَمَامَةَ رَفَعَهُ إِذَا مَاكَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ فَذَفَنْتُمُوهُ فَلْيَقُمْ
أَحَدُكُمْ عِنْدَ رَأْسِهِ فَلْيَقُلْ يَا فَلَانَ بَنِ فَلَانَةَ فَإِنَّهُ يَسْمَعُ فَلْيَقُلْ يَا فَلَانَ
بَنِ فَلَانَةَ فَإِنَّهُ يَسْتَعْرِئُ قَاعِدًا فَلْيَقُلْ يَا فَلَانَ بَنِ فَلَانَةَ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَهُ
أَرَشَدَنِي بِرَحْمَتِكَ اللَّهُ فَلْيَقُلْ أَذْ كُرَّمَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا
شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ السَّاعَةَ
آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ بَاعَثَ مَنْ فِي الْقُبُورِ فَإِنَّ مُنْكَرًا وَنَكِيرًا
عِنْدَ ذَلِكَ يَأْخُذُ كُلُّ وَاحِدٍ بِيَدِ صَاحِبِهِ وَيَقُولُ فَمَ مَا تَصْنَعُ عِنْدَ
رَجُلٍ لَقِنَ حُجَّةً فَيَكُونُ اللَّهُ حَاجِبِيهِمَا ذُوِيهِ.

”روایت کیا اس کو طبرانی نے کبیر میں اور کتاب الدعاء میں اور ابن مندہ نے کتاب الروح میں اور ابن عساکر اور دیلمی نے اور روایت کیا اس کو ابن مندہ نے دوسرے طریقہ سے ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے کہا کہ جب میں مرجاؤں اور تم لوگ مجھے دفن کر چکو تو چاہیے کہ کھڑا ہو ایک آدمی میری قبر کے سرہانے اور کہے کہ ”اے صدی بن عجلان! یاد کرو اس شے کو جس پر تم دنیا میں تھے (یعنی شہادت اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود بجز اللہ تعالیٰ کے اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں“ روایت کیا اس کو ابن عساکر نے دوسرے طریقہ سے ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور مرفوع کیا اس کو ”جب مرجائے کوئی مرد تم لوگوں میں سے اور دفن کر چکو اس کو تو چاہیے کہ کھڑا ہو جائے کوئی آدمی تم لوگوں میں سے اس کے سرہانے اور یوں کہے اے فلان بن فلاں! بے

شک وہ مردہ سنتا ہے پھر کہے! اے فلان بن فلاں! پس وہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے پھر کہے! اے فلان بن فلاں! پس بے شک وہ اسے کہتا ہے کہ رہبری کرو میری رحم کرے گا تم پر اللہ تعالیٰ اس کے بعد اسے کہنا چاہیے کہ ”یاد کرو جس چیز پر تم نکلے ہو دنیا سے (یعنی) اس بات کی شہادت کہ ”نہیں ہے معبود کوئی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بے شک محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اٹھانے والا ہے ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں“ پس بے شک اس وقت منکر اور نکیر پکڑتے ہیں ہر ایک اپنے ساتھی کے ہاتھ کو اور کہتے ہیں اٹھو کیا کرو گے ایسے مرد کے پاس جو تلقین کیا جا رہا ہے اپنی حجت کہ ہو جائے اللہ تعالیٰ ان دونوں کی طرف سے جھگڑنے والا اس وقت۔“

اسی صفحہ ۳۶۹ میں ہے:

رَوَى سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ وَضَمْرَةَ بْنِ حَسِيبٍ وَحَكِيمِ بْنِ عَمِيرٍ قَالُوا إِذَا سَوَى عَلَى قَبْرِهِ وَانصَرَفَ النَّاسُ عَنْهُ كَانَ يُسْتَحَبُّ أَنْ يُقَالَ لِلْمَيِّتِ عِنْدَ قَبْرِهِ يَا فُلَانُ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَا فُلَانُ قُلْ رَبِّي اللَّهُ وَدِينِيَ الْإِسْلَامُ وَنَبِيَّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سعید بن منصور راشد بن سعد، ضمیرہ بن حبیب اور حکیم بن عمیر سے راوی، ان لوگوں نے کہا کہ جب مردے پر مٹی برابر کر دیں اور لوگ اس سے واپس پھریں، تو مستحب ہے کہ میت کی قبر کے پاس یہ کہا جائے، اے فلاں! کہہ لا الہ الا اللہ تین مرتبہ، اس کو کہیں اے فلاں! کہہ رب میرا اللہ دین میرا اسلام نبی میرے محمد ﷺ

ہیں۔

علامہ شامی روالختار جلد اول ص ۷۹۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔

قَوْلُهُ وَلَا يُلْقَنُ بَعْدَ تَلْحِيْدِهِ ذِكْرُ فِي الْمِعْرَاجِ أَنَّهُ ظَاهِرُ الرَّوَايَةِ ثُمَّ قَالَ وَفِي الْخَبَائِزِ وَالْكَافِي عَنِ الشَّيْخِ الزَّاهِدِ الصَّفَّارِ أَنَّ هَذَا قَوْلُ الْمُعْتَزِلَةِ كَمَا أَنَّ الْأَحْيَاءَ بَعْدَ الْمَوْتِ عِنْدَهُمْ مُسْتَحِيلٌ أَمَا عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ فَالْحَدِيثُ أَيُّ لَقِينُوا مَوْتَكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحْمُولٌ عَلَى حَقِيقَتِهِ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحْيِيهِ عَلَى مَا جَاءَتْ بِهِ الْأَثَارُ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهُ أَمَرَ بِالتَّلْقِينِ بَعْدَ الدَّفْنِ فَيَقُولُ يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانَةَ أَذْكَرُ دِينِكَ الَّذِي كُنْتَ عَلَيْهِ مِنْ شَهَادَةٍ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ (الخ)

یعنی معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ دفن کے بعد تلقین نہ کی جائے اس لیے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ان کے نزدیک محال ہے اور اہل سنت کے نزدیک لقینوا موتا کم لا الہ الا اللہ اپنے حقیقت پر محمول ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مردہ کو زندہ کرے گا اور حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا ہے تو کہے اے فلاں بن فلاں! یاد کرو اس دین کو جس پر تم دنیا میں تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں۔“

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

گیارہواں طریقہ:

دعاء ثبت کرنا

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَانَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَاسْأَلُوا بِالتَّيْبِتِ فَإِنَّهُ الْأَنْ يُسْأَلَ (رواه ابو داؤد، جلد ۲، ص ۱۰۲)

”ابوداؤد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس ﷺ جب دفن میت سے فارغ ہوتے قبر کے پاس ٹھہرتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کی مغفرت کی دعا اور سوال کرو کہ اللہ تعالیٰ اسے قول ثابت پر ثابت وقائم رکھے۔ اس لیے کہ اس وقت وہ سوال کیا جائے گا۔ منکر تکیر اس سے پوچھنے کو آئیں گے۔“

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِفُ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يَسْوِي عَلَيْهِ فَيَقُولُ اللَّهُمَّ نَزِّلْ بِكَ صَاحِبَنَا وَخَلِّفَ الدُّنْيَا خَلْفَ ظَهْرِهِ اللَّهُمَّ ثَبِّتْ عِنْدَ الْمَسْئَلَةِ مَنْطِقَهُ وَلَا تَفْتِنَهُ لِي قَبْرِهِ بِمَا لَا طَاقَةَ لَهُ بِهِ. (رواه سعد بن منصور)

”یعنی سعید بن منصور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ بعد درستی قبر پر ٹھہرتے اور دعا کرتے خداوند! میرا صحابی تیرے پاس اترا ہے اور دنیا کو اپنے پیٹھ پیچھے چھوڑا! خداوند! سوال کے وقت اس کی بولی ثابت و درست رکھ اور قبر میں اسے جانچ میں مبتلا نہ کر جس کی اسے طاقت نہ ہو۔“

وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ يَهُيْمَى فِي السَّنَنِ عَنِ ابْنِ الْمُسَيْبِ قَالَ
حَضَرْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي جَنَازَةِ ابْنِهِ لَهُ فَلَمَّا وَضَعَهَا فِي اللَّحْدِ قَالَ
بِسْمِ اللَّهِ رَفِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَمَّا أَخَذَ فِي تَسْوِيَةِ اللَّحْدِ قَالَ اللَّهُمَّ
أَجْرِهَا مِنَ الشَّيْطَانِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَلَمَّا سَوَى الْكُتَيْبَ عَلَيْهَا
قَامَ جَانِبَ الْقَبْرِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ جَافِ الْأَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهَا وَصَعِدْ
رُوحَهَا وَلَقِّهَا مِنْكَ رِضْوَانًا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”یعنی ابن ماجہ و یہیمی سنن میں حضرت ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی
کہ میں حضرت ابن عمر کی صاحبزادی کے جنازہ میں حاضر ہوا، تو جب ان کو لحد
میں رکھا، تو بسم اللہ و فی سبیل اللہ کہا، جب قبر برابر کرنے لگے تو ”اللَّهُمَّ أَجْرِهَا
مِنَ الشَّيْطَانِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ“ کہا یعنی خداوند! اس کو شیطان اور قبر
کے عذاب سے بچا، اور جب مٹی برابر کر چکے تو قبر کی طرف کھڑے ہوئے اور کہا!
کہ اے اللہ! قبر کو دونوں طرف سے پھیلا دے اور اس کی روح کو بلند فرما اور اس
سے رضامندی کے ساتھ ملاقات کر، پھر کہا، کہ اسے میں نے رسول اللہ ﷺ
سے سنا۔

وَرَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ دَفَنَ ابْنَانَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ
جَافِ الْأَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهِ وَافْتَحْ أَبْوَابَ السَّمَاءِ لِرُوحِهِ وَأَبْدَلْهُ دَارًا
خَيْرًا مِنْ دَارِهِ.

ابن ابی شیبہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضرت انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ کو دفن کیا پس کہا، خداوند! زمین کو اس کے دونوں

جانب سے کشادہ فرما اور اس کی روح کے لیے آسمان سے دروازے کھول دے
اور اس کا گھر بدل دے جو دنیوی گھر سے بہتر ہو۔

حکیم ترمذی نو اور الاصول میں فرماتے ہیں:

الْوُقُوفُ عَلَى الْقَبْرِ وَسَوَالُ التَّيْبِتِ فِي وَقْتِ الدَّفْنِ مَدَدٌ لِلْمَيِّتِ
بَعْدَ الصَّلَاةِ لِأَنَّ الصَّلَاةَ بِجَمَاعَةِ الْمُؤْمِنِينَ كَالْعُسْكَرِ لَهٗ وَقَدْ
اجْتَمَعُوا بِبَابِ الْمَلِكِ يَشْفَعُونَ لَهُ وَالْوُقُوفُ عَلَى الْقَبْرِ وَ سَوَالُ
التَّيْبِتِ فِي وَقْتِ الدَّفْنِ مَدَدٌ لِلْعُسْكَرِ وَ ذَلِكَ سَاعَةٌ شُغِلَ الْمَيِّتِ
(الكل من شرح الاحياء ج ١، ص ٣٢٨)

”قبر پر ٹھہرنا اور ثابت قدم رہنے کی دعا کرنا، دفن کے وقت یہ نماز جنازہ کے بعد
میت کی مدد ہے، اس لیے کہ جماعت مؤمنین کے ساتھ نماز پڑھنا مثل لشکر کے
ہے جو بادشاہ کے دروازہ پر سفارش کے لیے جمع ہوا ہے اور قبر پر ٹھہرنا اور ثابت
قدم رہنے کی دعا کرنا اس لشکر کی مدد ہے کیونکہ یہ وقت میت کی مشغولی کا ہے۔“

بارھواں طریقہ:

بعد دفن قبر پر اذان دینا

امام احمد و طبرانی و بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قَالَ لَمَّا دُفِنَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ (زاد فی روایہ) وَسَوَى عَلَيْهِ سَبَّحَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَبَّحَ النَّاسُ مَعَهُ طَوِيلًا ثُمَّ كَبَّرُوا كَبْرًا النَّاسُ
ثُمَّ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ سَبَّحْتَ (زاد فی روایہ) ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ
لَقَدْ تَضَاقَقَ عَلَيَّ هَذَا الرَّجُلُ الصَّالِحِ قَبْرَهُ حَتَّى فَرَّجَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُ.

”جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی، نبی ﷺ دیر تک ”سبحان اللہ سبحان اللہ“ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور ﷺ کے ساتھ کہتے رہے، پھر حضور ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے۔ پھر صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! حضور اول تسبیح، پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر اس کی قبر تک ہوئی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دور کر دی اور قبر کشادہ فرمادی۔“
علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ای ما ذلت اکبر و تکبرون واسبح وتسبحون حتی فرجه الله.

”یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اکبر، سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سنگی سے انہیں نجات بخشی۔“

اقول، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے میت پر آسانی کے لیے بعد دفن کے، قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے، اور یہی کلمہ مبارک کہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہوا، غایت یہ کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زائد ہیں، سوان کی زیادت نہ معاذ اللہ کچھ مضرت نہ اس امر مسنون کے منافی، بلکہ زائد مفید و مؤید مقصود ہے کہ رحمت الہی اتارنے کے لیے ذکر خدا کرنا تھا۔ علاوہ بریں بالاتفاق سنت اور حدیثوں سے ثابت اور فقہ میں مثبت کہ میت کے پاس حالت نزع میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں، کہ اسے سن کر یاد ہو۔ حدیث میں ہے:

لَقِنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اپنے مردوں کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سکھا دو اور راہ

الامام احمد، و مسلم، ابو داؤد، و الترمذی، والنسائی، وابن ماجہ عن ابی

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

معبد الخلدی، وابن ماجہ کمسلم عن ابی ہریرہ وکالنسانی عن ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

اب جو نزع میں ہے وہ مجاز مراد ہے اور اسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ خاتمہ اسی پاک کلمے پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا، ہیئتہ مردہ ہے اور اسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ تعالیٰ جو اب یاد ہو جائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بے شک اذان میں یہی کلمہ لا الہ الا اللہ تین تین جگہ موجود بلکہ اس کے تمام کلمات جو اب نکیرین بتاتے ہیں۔ ان کے سوال تین ہیں۔ من ربک تیرا رب کون ہے؟ ما دینک تیرا دین کیا ہے؟ ما کنت تقول فی هذا الرجل تو اس مرد یعنی نبی ﷺ کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ اب اذان کے ابتداء میں اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اخیر میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ سوال من ربک کا جواب سکھائیں گے۔ ان کے سننے سے یاد آئے گا میرا رب اللہ ہے اور اشہد ان محمدا رسول اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ سوال ما کنت تقول فی هذا الرجل کا جواب تعلیم دیں گے کہ میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تھا اور حسی علی الصلاہ، حسی علی الفلاح جو اب ما دینک کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا دین وہ تھا جس میں نماز رکن وستون ہے کہ الصلاة عماد الدین تو بعد دفن اذان دینا عین ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی ﷺ نے حدیث صحیحہ مذکور میں فرمایا۔ نیز علم والا ہر شخص جانتا ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور سوال نکیرین ہوتا ہے شیطان رجیم (اللہ عزوجل صدقہ اپنے محبوب کریم علیہ وافضل الصلاۃ والتسلیم کا ہر مسلمان مردوزن کو حیات و ممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے) وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بہکاتا ہے والعیاذ بوجہ

العزیز الکریم ولا حول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم امام ترمذی محمد بن علی
نوادرا اصول میں امام اجل سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا سُئِلَ مَنْ رَبُّكَ تَرَامَى لَهُ الشَّيْطَانُ فَيُشِيرُ إِلَى نَفْسِهِ
أَنِّي أَنَا رَبُّكَ فَلِهَذَا وَرَدَ سُؤَالُ التَّهْبِيتِ لَهُ حِينَ يُسْئَلُ.

”یعنی جب مردہ سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا
ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اسی لیے حکم آیا کہ میت
کے لیے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔“

امام ترمذی فرماتے ہیں:

وَيُؤَيِّدُهُ مِنَ الْأَخْبَارِ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَفْنِ
الْمَيِّتِ اللَّهُمَّ أَجْرَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلَوْلَمْ يَكُنْ لِلشَّيْطَانِ هُنَاكَ
سَبِيلٌ مَادَّعَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ.

”یعنی وہ حدیثیں اس کی موید ہیں جن میں وارد کہ حضور اقدس ﷺ میت کو دفن
کرتے وقت دعا فرماتے، الہی اسے شیطان سے بچا، اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل
نہ ہوتا، تو حضور اقدس ﷺ یہ دعا کیوں کرتے؟“

اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے۔ صحیح بخاری و صحیح

مسلم وغیرہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس ﷺ فرماتے
ہیں اِذَا اذَانَ الْمَوْذِنِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ حِصَاصٌ جَبَّ مَوْزِنِ اذَانَ كَهْتَابِ
شَيْطَانٍ يَطِيحُ بِحَيْرِ كُرْوَانَانَ بَهَا كَتَابِ۔

صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ

جاتا ہے اور خود حدیث میں حکم آیا، جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے۔

اخرجه الامام ابو القاسم سليمان بن احمد والطبرانی فی اوسط معاجمه
عن ابی هريره رضی اللہ عنہ ہم نے اپنے رسالہ ”نسیم الصافی ان الاذان
بحول الوبا“ میں اس مطلب پر بہت حدیثیں نقل کیں اور جب ثابت ہو گیا کہ وہ وقت
”عیاذ باللہ“ مدخلت شیطان لعین کا ہے اور ارشاد ہوا کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور
ہمیں حکم آیا کہ اس کے دفع کو اذان کہو تو یہ اذان خاص حدیثوں سے مستحبط بلکہ عین ارشاد
شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عمدہ امداد و اعانت ہوئی جس کی
خوبیوں سے قرآن و حدیث مالا مال۔

اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ماتہ حاضرہ جناب مولانا شاہ احمد
رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ القوی نے ایک مستقل رسالہ بنام ”ایذنان
الاجر فی اذان القبر“ تصنیف فرمایا جس میں پندرہ دلیلوں سے اس مسئلہ کو مدلل فرمایا۔
یہ تین دلیلیں اسی رسالہ سے ماخوذ ہیں اس کے علاوہ بعض علماء دین نے میت کو قبر میں
اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا: امام ابن حجر کی اپنے فتاویٰ اور علامہ خیر الدین رطبی
استاذ صاحب درمختار نے حاشیہ ”بحر الرائق“ میں ان کا یہ قول نقل فرمایا۔ حضرت مولانا شاہ
نبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ”ملفوظات عزیز“ میں ہے ”عمل مشائخ ست“ کہ
اذان برقبر بعد دفن می گویند۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد دفن قبر پر اذان دینا بزرگوں سے چلا
آ رہا ہے اور وہ سب حدیثیں اس عمل خیر کی اصل ہیں۔ واللہ البہادی۔

تیرھواں طریقہ:

قبر کے اوپر کھجور کی شاخ یا کوئی لکڑی یا کوئی سبزی وغیرہ رکھنا
عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال مرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِحَائِطٍ مِّنْ حَيْطَانِ الْمَدِينَةِ أَوْ مَكَّةَ فَسَمِعَ صَوْتَ انْسَانَيْنِ يُعَذِّبَانِ
فِي قَبْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذِّبَانِ وَمَا يُعَذِّبَانِ
فِي كَبِيرٍ ثُمَّ قَالَ بَلَىٰ كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَرُّ مِنْ بَوْلِهِ وَكَانَ
الْآخِرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا كَسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ
عَلَىٰ كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كَسْرَةً فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا قَالَ
لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَبْسُ. (رواه البخاری و مسلم و
ابوداؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ
گزرے رسول اللہ ﷺ مکہ یا مدینہ کے باغوں سے کسی باغ میں تو دو آدمیوں کی
آواز سنی کہ ان پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا: کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات میں عذاب نہیں
ہوتا جس سے بچنا مشکل ہو پھر فرمایا: ان میں ایک آدی تو اپنے پیشاب سے
پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا چنچل خوری کرتا تھا پھر کھجور کی ایک تر شاخ منگوائی
اور اس کو دو ٹکڑے کیا اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھا صحابہ نے عرض کیا حضور ﷺ نے
ایسا کس لیے کیا؟ فرمایا: تاکہ ان دونوں پر عذاب میں تخفیف ہو جب تک یہ
دونوں خشک نہ ہوں۔

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

علامہ عینی شرح بخاری، جلد اول، ص ۸۷۴ میں فرماتے ہیں:

قوله لعله أن يُخففَ عنهما أي لعله يُخففَ ذلكَ من ناحية التبرك باثر النبي عليه الصلاة والسلام و دُعَايِهِ بِالتَّخْفِيفِ عَنْهُمَا فَكَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ مُدَّةَ بَقَاءِ النَّدَاوَةِ لِيَهُمَا خَلْدًا لِمَا وَقَعَتِ الْمَسْأَلَةُ مِنْ تَخْفِيفِ الْعَذَابِ عَنْهُمَا وَلَيْسَ ذَلِكَ مِنْ أَجْلِ أَنْ فِي الرُّطْبِ مَعْنَى لَيْسَ لِيِ الْيَابِسِ قَالَه الْخَطَّابِيُّ وَقَالَ النَّوَوِيُّ قَالَ الْعُلَمَاءُ وَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ الشَّفَاعَةَ لَهُمَا فَاجِبَتْ شَفَاعَتُهُ بِالتَّخْفِيفِ عَنْهُمَا إِلَى أَنْ يُبَيَّنَّا وَقِيلَ يَحْتَمَلُ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو لَهُمَا تِلْكَ الْمُدَّةَ وَقِيلَ لِكُونِهَا يُسَبِّحَانِ مَا دَامَتَا رَطْبَتَيْنِ وَلَيْسَ لِلْيَابِسِ تَسْبِيحٌ قَالُوا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ مَعْنَاهُ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُمْ حَيَاةُ كُلِّ شَيْءٍ بِحَسْبِهِ فَحَيَاةُ الْخَشَبَةِ مَا لَمْ تَبْيَسَ وَحَيَاةُ الْحَجَرِ مَا لَمْ يَقْطَعْ.

”یعنی تخفیف عذاب کے سبب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ علامہ خطابی نے کہا کہ تخفیف عذاب بوجہ برکت اثر نبی کریم ﷺ و دعا تخفیف ہے، کہ حضور ﷺ نے جریدہ کی تری کا باقی رہنا تخفیف عذاب کی حد قرار دیا، اور اس کی وجہ یہ نہیں کہ تر لکڑی میں کوئی ایسی خوبی ہے جو خشک میں نہیں۔ علامہ نووی نے فرمایا: کہ علمائے کرام فرماتے ہیں یہ اس بات پر محمول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تک وہ دونوں لکڑیاں خشک نہ ہوں ان دونوں کے تخفیف عذاب کی دعا و سفارش فرمائی، تو تا خشک ہونے ان کے حضور کی شفاعت دربارہ تخفیف عذاب مقبول ہوئی، اور یہ بھی کہا گیا ہے احتمال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس مدت تک ان

دونوں کے لیے دعا کرتے ہوں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ تخفیف عذاب اس وجہ سے ہو کہ جب تک وہ دونوں تر ہیں خداوند عالم کی تسبیح کرتی ہیں اور اس سے تخفیف عذاب ہوتی ہے اور خشک لکڑی تسبیح نہیں کرتی۔ علماء نے وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ کے معنی میں کہا کہ کوئی زندہ چیز نہیں جو خدا کی تسبیح نہ کرتی ہو پھر ہر چیز کی حیات اس کے مطابق ہوتی ہے۔ لکڑی کی حیات اس وقت تک ہے کہ خشک نہ ہو اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے کہ کاٹا نہ جائے۔

فتح الباری شرح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی جلد اول ص ۲۲۳ میں ہے:

وقد قيل ان المعنى فيه انه يُسَبِّحُ مَا دَامَ رَطْبًا فَيَحْصُلُ التَّخْفِيفُ بِبِرْكَاتِ التَّسْبِيحِ وَعَلَى هَذَا فَيَطْرُقُ فِي كُلِّ مَا فِيهِ رَطوبَةٌ مِنَ الشَّجَرِ وَغَيْرِهَا وَكَذَلِكَ لِيَمَّا فِيهِ بِرْكَاتٌ كَالذِّكْرِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ مِنْ بَابِ الْاُولَى وَقَدْ تَأَسَّى بِرَيْدَةَ بْنِ الْخَصِيبِ الصَّحَابِيُّ بِذَلِكَ لِاَوْصَى اِنْ تَوَضَّعَ عَلَى قَبْرِهِ جَرِيدَتَانِ كَمَا سَيَأْتِي فِي الْجَنَائِزِ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ وَهُوَ اَوْلَى اَنْ يَتَّبَعَ مِنْ غَيْرِهِ.

”یعنی اور کہا گیا ہے کہ تخفیف عذاب کی وجہ یہ ہے کہ کھجور کی شاخ جب تک تر رہے گی خدا کی پاکی بیان کرے گی تو تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی اور اس بنا پر یہ برکت درخت وغیرہ ہر اس چیز کو عام ہوگی جس میں تری ہے۔ اسی طرح ہر اس چیز میں جو تبرک ہے اور جیسے ذکر اور تلاوت قرآن میں بدرجہ اولیٰ یہ برکت ہوگی اور حضرت بریدہ ابن الخصب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی پیروی کی وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخ کھجور کی رکھی جائیں۔ اس کا بیان اسی کتاب کے ”باب الجنائز“ میں آئے گا اور حضرت بریدہ زیادہ مستحق اس امر کے ہیں کہ ان کی پیروی کی جائے باعتبار دو دوسروں کے۔

ارشاد الساری شرح بخاری علامہ خطیب قسطلانی جلد ۲ ص ۳۷۱ میں ہے:

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

وان المعنى فيه أن يُسَبِّحَ مَا دَامَ رَطْبًا فَيَحْصُلُ التَّخْفِيفُ بِهَرَكَةِ
التَّسْبِيحِ وَحِينَئِذٍ فَيَطْرُقُ ذُلُّهُ كُلِّ مَا فِيهِ رُطُوبَةٌ مِنَ الرِّيَاحِينَ وَالْبُقُولِ
وغيرها وَلَيْسَ لِلْيَابِسِ تَسْبِيحٌ قَالَ تَعَالَى إِنَّ مِنْ شَيْئِي الْأَيْسَبُحُ
بِحَمْدِهِ أَيْ شَيْئِي حَيٌّ وَحَيَاةٌ كُلِّ شَيْئِي بِجَنْبِهِ فَالْخَشَبُ مَا لَمْ
يَبْسُ وَالْحَجَرُ مَا لَمْ يَقْطَعْ مِنْ مُعْدِنِهِ.

”یعنی اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک وہ شاخ تر رہے گی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے
گی، تو تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی اور اس وقت ہر اس چیز کو جس
میں تری ہے یہ حکم عام ہوگا خوشبو ہو یا سبزی وغیرہ اور خشک چیز تسبیح نہیں کرتی۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنْ مِنْ شَيْئِي اس کا مطلب یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی زندہ چیز
مگر وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور زندگی ہر چیز کی اس کے مناسب ہوتی ہے تو
لکڑی کی زندگی اس وقت تک ہے کہ خشک نہ ہو اور پتھر کی اس وقت تک ہے کہ
اپنی کان سے کاٹا نہ جائے۔

امام جلال الدین سیوطی ”شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور“ میں فرماتے ہیں:

قال الخطابي هذا عند اهل العلم محمول على ان الاشياء مادامت
على اصل خلقتها وخصرتيها او طراوتيها فالها تسبح حتى يجف
رطوبتها او تحول خضرتها ويقطع عن اصلها وقال غير الخطابي
فاذا خفف عنها بتسبيح الجريد فكيف بقراءة المؤمن القرآن
وقال هذا الحديث اصل في غرس المؤمن الاشجار عند القبور
واخرج ابن عساكر من طريق حماد بن سلمة عن قتادة ان ابا هريرة
الاسلمي رضى الله عنه كان يحدث ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم مر على قبر وصاحبه يُعَذَّبُ فاخذ جريدة فغمسها في
القبر وقال عسى ان يرفعه عنه مادامت رطبة فكان ابو هريرة يؤمى

إِذَا مِتُّ فَضَعُوا لِي قَبْرِي مَعِيَ جَرِيدَتَيْنِ قَالَ لِمَات لِي مَفَازَةٌ بَيْنَ
كَرْمَانٍ وَ قَوْمَسَ فَقَالُوا يَوْصِينَا أَنْ نَضَعَ لِي قَبْرَهُ جَرِيدَتَيْنِ وَ هَذَا
مَوْضِعٌ لَا تُصَيِّبُهَا فِيهِ فَبِينَاهُمْ كَذَلِكَ إِذْ طَلَعَ عَلَيْهِمْ رَكْبٌ مِنْ
قَبْلِ سَجِسْتَانَ فَأَصَابُوا مَعَهُمْ سَعْفًا فَأَخَذُوا جَرِيدَتَيْنِ فَوَضَعُوهُمَا
مَعَهُ لِي قَبْرِهِ وَ أَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ مُسْرُوقٍ قَالَ أَوْصَى بِرَيْدَةَ أَنْ
يُجْعَلَ لِي قَبْرَهُ جَرِيدَتَانِ.

”یعنی علامہ خطابی نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ کا ان دونوں کی قبروں پر جریدہ رکھنا اس بات پر محمول ہے کہ اشیاء جب تک اپنے اصل خلقت اور سبزی و تری پر رہتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں یہاں تک کہ اس کی رطوبت خشک ہو یا اس کی سبزی جاتی رہے یا اصل سے وہ چیز قطع کر دی جائے اور خطابی کے سوا دیگر علماء نے فرمایا کہ جب بسبب تسبیح شاخ خرما ان دونوں مردوں سے عذاب میں تخفیف کی گئی تو مومن کے قرآن شریف پڑھنے کے سبب کس قدر تخفیف ہوگی؟ اور یہ حدیث مسلمانوں کی قبروں کے پاس درخت لگانے کی اصل ہے۔

اور ابن عساکر نے بطریق حماد بن سلمہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث شریف بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر پر گزرے اور قبر والے شخص پر عذاب کیا جا رہا تھا تو حضور ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ لے کر اس کو اس قبر پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ شاخ تر رہے گی اللہ تعالیٰ اس مردہ سے عذاب اٹھالے گا اور ابو بزرہ وصیت کرتے تھے کہ جب میں مردوں تو میری قبر میں کھجور کی دو شاخ تر رکھنا۔

قتادہ کہتے ہیں اتفاق وقت کہ ان کا انتقال کرمان اور قوس کے درمیان ایک میدان میں ہوا لوگوں نے کہا ان کی وصیت یہ تھی کہ ان کی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھیں اور یہ ایسی جگہ ہے جہاں کھجور کی شاخ نصیب نہیں بس ہم لوگ اسی

جیس ہیں میں تھے کہ سمعان کی طرف سے ایک جماعت آتی ہوئی نظر آئی ان کے ساتھ کچھور کی شاخیں تھیں لوگوں نے ان سے دو شاخیں لیں اور ان دونوں کو حضرت ابو بزرہ کے ساتھ ان کی قبر میں رکھا۔

علامہ ابن حجر مکی فتاویٰ حدیثیہ، ص ۲۰۰ میں اس حدیث بخاری کے متعلق سوال کے جواب میں تحقیق و تفصیل کے بعد لکھتے ہیں:

وَمَا قَرَّرْتَهُ يُعْلَمُ أَنْ يُسْنِ لِكُلِّ أَحَدٍ اتِّبَاعَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ الْأَصْلَ فِي أَعْمَالِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسِي الْأَمَادِلَ دَلِيلٌ عَلَى الْخُصُوصِيَّةِ وَلَا دَلِيلَ هُنَا فَنَدَب النَّاسِي بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ.

”اور جو کچھ میں نے تقریر کیا اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے لیے منسوں ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی اتباع میں قبر پر شاخ تر خرما کی رکھے اس لیے کہ اصل حضور ﷺ کے افعال میں اقتداء کرنا ہے ہاں! جب کوئی دلیل خصوصیت کی ہو تو البتہ مخصوص ہوگا اور اس جگہ کوئی دلیل تخصیص نہیں تو اس مسئلہ میں حضور اقدس ﷺ کی اقتداء کرنا مندوب و مستحسن ہوگا۔“

فقیر غفرلہ المولیٰ القدر کہتا ہے کہ اس حدیث سے علماء کرام نے تین مسئلے استنباط فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ قبر کے پاس قرآن شریف کی تلاوت مستحب و مندوب ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ، جلد ۱، ص ۲۸۶ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

واستحب العلماء قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِهَذَا الْحَدِيثِ أَوْ تِلَاوَةَ الْقُرْآنِ أَوْلَىٰ بِالتَّخْفِيفِ مِنْ تَسْبِيحِ الْجَرِيدِ وَقَدْ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ أَنَّ بَرِيدَةَ بِنَ الْخَصِيبِ الصَّحَابِيَّ أَوْصَىٰ أَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَتَانِ فَكَانَ تَبْرُكٌ بِفِعْلِ مِثْلِ فَعَلِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یعنی علماء نے اس حدیث سے قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنا مستحب بتایا ہے اس لیے کہ قرآن شریف کی تلاوت تخفیف عذاب میں تسبیح جریدہ سے ضرور اولی ہے اور بخاری نے ذکر کیا کہ جریدہ بن نصیب صحابی نے وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں کھجور کی رکھی جائیں تو گویا انہوں نے مثل فعل رسول ﷺ سے برکت لینا چاہا۔“

یعنی شرح بخاری جلد اول ص ۸۷۴ میں ہے:

واستحب العلماء قراءة القرآن عند القبر لهذا الحديث لانه اذا كان يُرَجَى التخفيف بتسبيح الجرید فتلاوة القرآن أولى.
”یعنی اس حدیث سے علماء نے قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنا مستحب قرار دیا“ اس لیے کہ جب تسبیح جریدہ سے تخفیف عذاب کی امید ہے تو تلاوت قرآن سے تخفیف عذاب بدرجہ اولی ہوگی۔“

شرح احیاء العلوم علامہ سید مرتضیٰ زبیدی جلد ۱ ص ۳۶۹ میں ہے:

قال السيوطي في شرح الصدور وأما قراءة القرآن على القبر فجزم بمشروعيتها اصحابنا وغيرهم قال الزعفراني سألت الشافعي عن القراءة عند القبر فقال لا بأس به وقال النووي في شرح المهذب يستحب لزائر القبور ان يقرأ ما تيسر من القرآن ويدعولهم عقبها نص عليه الشافعي واتفق عليه الاصحاب زاد في موضع اخر وان ختموا القرآن على القبر كان افضل وقد سئل الشمس محمد بن علي بن محمد بن عيسى العسقلاني الكِنَائِيُّ السَّمُونِيُّ الشَّافِعِيُّ عرف بابن القطان المتوفى ۸۱۳ هـ وهو من مشايخ الحافظ ابن حجر عن مسائل فاجاب ومنها وهل يصل ثواب القراءة للميت أم لا فأجاب عنها في

رِسَالَةٍ سَمَّاهَا "الْقَوْلُ بِالْإِحْسَانِ الْعَمِيمِ فِي انْتِفَاعِ الْمَيِّتِ بِالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ" وَاَنَا أَذْكَرُ مِنْهَا مَا يَلِيْقُ بِالْمَقَامِ مَعَ الْإِخْتِصَارِ
قَالَ رَحِمَهُ اللهُ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي ثَوَابِ الْقِرَاءَةِ الْمَيِّتِ فَذَهَبَ الْكَثْرُونَ إِلَى الْمَنْعِ وَهُوَ الْمَشْهُورُ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَنَقَلَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْحَنْفِيَّةِ وَقَالَ كَثِيرٌ مِنْهَا يَصِلُ وَبِهِ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بَعْدَ أَنْ قَالَ الْقِرَاءَةُ عَلَى الْقَبْرِ بَدْعٌ بَلْ نَقَلَ عَنْهُ أَنَّهُ يَصِلُ إِلَى الْمَيِّتِ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ صَدَقَةٍ وَصَلَاةٍ وَحَجٍّ وَصَوْمٍ وَاعْتِكَافٍ وَقِرَاءَةٍ وَذَكَرُوا غَيْرَ ذَلِكَ وَنَقَلَ ذَلِكَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ السَّلَفِ وَنَقَلَ عَنِ الشَّافِعِيِّ انْتِفَاعَ الْمَيِّتِ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى قَبْرِهِ وَاخْتَارَ شَيْخُنَا شَهَابُ الدِّينِ بْنِ عَقِيلٍ وَتَوَاتَرَ أَنَّ الشَّافِعِيَّ زَارَ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ وَالثِّيَّ عَلَيْهِ خَيْرًا وَقَرَأَ عِنْدَهُ خِتْمَةً وَقَالَ أَرْجُو أَنْ تَدُومَ لَكَ الْإِمْرُ كَذَلِكَ وَقَالَ الْقُرْطُبِيُّ قَدْ اسْتَدَلَّ بَعْضُ عُلَمَائِنَا عَلَى قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عَلَى الْقَبْرِ بِحَدِيثِ الرَّطْبِ الَّذِي شَقَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالثَّنِينِ ثُمَّ غَرَسَ عَلَى قَبْرِ نَصِيفَا وَعَلَى قَبْرِ نَصِيفَا وَقَالَ لَعَلَّهُ يُخَفِّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَسْبِ رَوَاهُ الشَّيْخَانُ قَالَ وَيَسْتَفَادُ مِنْ هَذَا غَرَسُ الْأَشْجَارِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ عَلَى الْقُبُورِ وَإِذَا خَفَفَ عَنْهُمْ بِالْأَشْجَارِ فَكَيْفَ بِقِرَاءَةِ الرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ الْقُرْآنَ
وَقَالَ النَّوَوِيُّ اسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقُبُورِ وَاسْتَأْنَسُوا بِذَلِكَ بِحَدِيثِ الْجَرِيدَتَيْنِ وَقَالُوا إِذَا وَصَلَ النِّفْعُ إِلَى الْمَيِّتِ بِتَسْبِيحِهِمَا حَالَ رَطْبَتِهِمَا فَانْتِفَاعُ الْمَيِّتِ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عِنْدَ قَبْرِهِ أَوْلَى فَاِنْ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ مِنَ السَّانِ اعْظَمَ وَانْفَعَ مِنَ السَّبِيحِ مِنْ عَوْدًا.

”یعنی امام جلال الدین سیوطی ”شرح الصدور“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کا قبر پر پڑھنا تو ہمارے اصحاب اور دوسروں نے اس کے مشروع ہونے کا یقین کیا امام زعفرانی نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کا مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا: اس میں مضائقہ نہیں۔ علامہ نووی نے شرح مہذب میں فرمایا کہ زائرِ قبور کے لیے مستحب ہے کہ جس قدر باسانی قرآن شریف پڑھ سکے اتنا قرآن پڑھے اس کے بعد مردوں کے لیے دعا کرے امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس پر نص فرمائی: اور دوسری جگہ اس قدر اور زیادہ کیا کہ اگر ایک ختم قرآن کامل کریں تو اور بہتر ہے۔

اور علامہ شمس محمد بن علی عسقلانی کنانی سنودی شافعی استاذ علامہ عصر حافظ ابن حجر عسقلانی معروف بہ ابن القطان (متوفی ۱۸۳ھ) سے چند مسئلے دریافت کیے گئے تو آپ نے ان کے جوابات دیئے، منجملہ ان مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ کیا قرآن شریف پڑھ کر بخشے سے مردہ کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ آپ نے اس کے جواب میں ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا جس کا نام ”القول بالاحسان للعمیم فی انتفاع لمیت بالقرآن العظیم“ رکھا اور ہم اس سے تھوڑا سا حسب مناسبت مقام اختصار کے ساتھ اس جگہ ذکر کرتے ہیں۔

مردے کو قراءۃ قرآن شریف کا ثواب پہنچنے میں علماء کا اختلاف ہے اکثر لوگ منع کی طرف گئے ہیں اور یہی مشہور مذہب امام شافعی کا ہے اور امام مالک و جمہور حنفیہ سے منقول ہے اور اکثر حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ میت کو قرات کا ثواب پہنچتا ہے امام احمد بن حنبل بھی اسی کے قائل ہیں البتہ پہلے یہ کہتے تھے کہ قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنا بدعت ہے بلکہ ان سے منقول کہ مردے کو سب کچھ پہنچتا ہے۔ صدقہ نماز حج روزہ اعتکاف قراءہ قرآن ذکر وغیرہ اور اسے سلف صالحین

کی ایک جماعت سے نقل کیا اور قبر پر قرآن شریف پڑھنے سے میت کا نفع اٹھانا امام شافعی سے منقول ہے اور اسی کو ہمارے استاذ شہاب الدین عقیل نے پسند فرمایا اور امام شافعی سے متواتر طریقہ پر ثابت ہے کہ انہوں نے لیث بن سعد کی قبر کی زیارت کی اور ان کی تعریف بیان کی اور وہاں ایک ختم قرآن شریف پڑھا اور فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ یہ قرأت ہمیشہ جاری رہے پس ویسا ہی واقع ہوا۔

علامہ قرطبی نے کہا کہ بعض علماء نے قبر پر قرآن شریف پڑھنے کے جواز پر شاخ خرمادالی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے شاخ خرمادو نصف کیا اور ایک نصب ایک قبر پر اور دوسرا دوسرے پر نصب کیا اور فرمایا کہ جب تک یہ دونوں تر رہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں مردوں پر عذاب میں تخفیف فرمائے گا اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا اور کہا کہ اس حدیث سے قبر پر درخت کا نصب کرنا اور قرآن شریف پڑھنا مستفاد ہوتا ہے کہ جب شاخ درخت کی وجہ سے تخفیف عذاب ہو تو قرآن مجید کے مفید ہونے کا کیا کہنا۔

علامہ نووی نے فرمایا کہ علماء نے قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنا مستحب جانا اور حدیث ”جریدتین“ سے استدلال کیا اور فرمایا کہ جب شاخ ترکی تسبیح سے مردہ کو فائدہ ہوتا ہے تو قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے سے نفع ہونا بدرجہ اولیٰ ہے اس لیے کہ انسان کا قرآن شریف پڑھنا کلمہ کی تسبیح کرنے سے رتبہ میں اعظم اور فائدہ میں انفع ہے۔

فقیر غفرلہ المولیٰ القدر کہتا ہے کہ علامہ ابن قطان کا ”فَلذَّهَبَ الْاَكْثَرُونَ اِلَى الْمَنَعِ“ فرمانا محل نظر ہے اس لیے کہ علماء راہمین کی تحقیق و تصریح کے خلاف ہے۔
ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری، مرقات شرح مشکوٰۃ، جلد ۲، ص ۳۸۲ میں

فرماتے ہیں:

اختلف في وصول ثواب القرآن للميت فجمهور السلف الائمة
الثلاثة على الوصول وخالف في ذلك امامنا الشافعي مستدلا
بقوله تعالى "وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى" و اجاب الاولون عن
الاية بوجوه

احدها، انها منسوخة بقوله تعالى وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
بِإِيمَانٍ الْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ الاية ادخل الانباء الجنة بصلاح الابهاء
الثاني، انها خاصة بقوم ابراهيم و موسى عليهما الصلاة والسلام
فاما هذه الامة فلها مَا سَعَتْ وَمَا سَعَى بِهَا قاله عكرمة
الثالث، المراد بالانسان ههنا الكافر فاما المومن فله ما سعى
وما سعى لها قاله الربيع ابن النس.

الرابع، لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى من طريق العدل فاما من باب
الفضل فجانز ان يزيد الله ماشاء قال الحسين بن فضل
الخامس، إِنَّ اللَّامَ فِي لِلْإِنْسَانِ بِمَعْنَى عَلَى اى لَيْسَ عَلَى الْإِنْسَانِ
إِلَّا مَا سَعَى واستدلوا على الوصول بالقياس على الدعاء والصدقة
والصوم والحج والعتق فانه لا فرق في نقل الثواب بين ان يكون
عن حج او صدقة او وقف او دعاء او قرائة

وبالاحاديث المذكوه وهى وان كانت ضعيفة لمجموعها تدل
على ان لذلك اصلا وان المسلمين ماذا الوافى كل مصر و
عصر يجتمعون ويقراء ون لموتاهم من غير تكبير فكان ذلك
اجماعا ذكر ذلك كُتِبَ الحافظ شمس الدين بن عبدالواحد
المقدسى الحنبلى فى جزء أَلْفِهِ فى المسئلة ثم قال السيوطى
واما القراءة على القبر فجزم بمشروعيتها اصحابنا وغيرهم.

”یعنی امام سیوطی فرماتے ہیں مردے کو قرآن شریف کا ثواب پہنچنے میں اختلاف ہے جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ کا یہ مذہب ہے کہ پہنچتا ہے اور ہمارے امام شافعی نے اس مسئلہ میں خلاف کیا اور اس آیت کے ساتھ استدلال کیا کہ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ اور پہلے مذہب والوں نے اس کے پانچ جواب دیئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے ناسخ اس کا وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ہے تو اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ آبا کی صلاح کی وجہ سے اولاد جنت میں جائے گی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کی امت کا ہے لیکن امت محمدیہ کے لیے دونوں ہیں جو اس نے سعی کی اور جو اس کے لیے سعی کی گئی یہ قول عکرمہ کا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس جگہ انسان سے کافر مراد ہے لیکن مومن کے لیے جو وہ سعی کرے اور جو اس کے لیے سعی کی جائے یہ قول ربیع بن انس کا ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ انسانوں کے لیے بطریق عدل وہی ہے جو اس نے کیا۔ البتہ بطریق فضل و احسان جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ جس قدر زائد دے یہ قول حسین بن فضل کا ہے۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ لیس للانسان میں لام بمعنی علی ہے یعنی انسان پر مواخذہ نہیں مگر اسی کا جو اس نے کیا اور پہلی جماعت اپنے مذہب پر (یعنی ثواب مردے کو پہنچتا ہے) یہ دلیل پیش کرتی ہیں اول دعا، صدقہ، روزہ، حج آزاد کرنے پر قیاس ہے تو ان میں اور قرآت قرآن میں کوئی فرق نہیں کہ ان سب چیزوں کا ثواب پہنچے اور قرآت قرآن کا ثواب نہ پہنچے۔

دوم اس قیاس کے علاوہ ان احادیث سے دلیل لاتے ہیں جو مذکور ہوئیں اور یہ حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان سب کے مجموعے سے یہ بات ثابت ہوتی

ہے کہ اس کی اصل ہے اور بلاشبہ مسلمان ہر زمانہ اور ہر شہر میں برابر بلا انکار جمع ہونے اور اپنے مردوں کے قبر پر قرآن پڑھا کرتے ہیں تو یہ اس فعل پر اجماع ہوا یہ سب کچھ حافظ شمس الدین بن عبدالواحد مقدسی حنبلی نے ایک مستقل رسالہ میں لکھا ہے جو خاص اسی مسئلہ کے متعلق تصنیف کیا، امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ قبر پر قرآن شریف پڑھنے کے مشروع ہونے پر ہمارے اصحاب اور ان کے غیر نے جزم و یقین کیا۔

تو ان تمام عبارات و تصریحات سے واضح ہوا کہ میت کے لیے قرآن شریف پڑھنے کا مشروع ہونا نہ صرف آئمہ ثلاثہ بلکہ چاروں اماموں کا مذہب ہے۔ پھر علامہ ابن قطن کا فذہب الاکترون الی المنع، کہنا کس طرح قابل قبول ہو سکتا ہے؟

نباتات جس وقت تک سبز رہتی ہیں خدا کی تسبیح کرتی ہیں

دوسرا مسئلہ جو اس حدیث سے علماء نے استنباط فرمایا وہ یہ ہے کہ نباتات جس وقت تک سبز رہتی ہیں خدا کی تسبیح کرتی ہیں اور اس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اس لیے قبرستان سے سبز گھاسوں کا اکھاڑنا، کاٹنا ممنوع و مکروہ ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

ويكروه قطع الحشيش الرطب من المقبرة فان كان يابس لا باس به لانه مادام رطبا يسبح فيونس الميت وعن هذا قالوا لا يستحب قلع الحشيش الرطب من غير الحاجة.

”یعنی قبرستان سے تر گھاس کا کاٹنا مکروہ ہے اس لیے کہ وہ خدا کی تسبیح کرتی ہے اور اس کی وجہ سے مردہ سے عذاب دفع ہوتا ہے اور مردہ کو انس ہوتا ہے اور اس بنا پر کفار کے مرگھٹ سے اور خشک گھاس کا کاٹنا مکروہ نہ ہوگا اور اس بارے میں صحیح حدیث آئی ہے“

فتاویٰ بزازیہ کتاب الکربیۃ میں ہے:

قطع الحشيش من المقابر يكره لانه يسبح ويندفع به العذاب من

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

الميت وعلى هذا لا يكره من مقابر الكفار وقطع اليابس و به و
رد الحديث الصحيح.

”یعنی قبرستان سے گھاس کاٹنا مکروہ ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور
مردے سے عذاب دور ہوتا ہے اسی بناء پر کفار کے قبرستان سے گھاس کاٹنا اور
مسلمانوں کے قبرستان سے خشک گھاس کاٹنا مکروہ نہیں ہے۔“

فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خاں سے منقول ہے:

ویکره قطع الحطب والحشيش من المقبرة فان كان يابس لا يابس
به كذا في فتاوی قاضی خان.

ترگھاس کا قبر سے کاٹنا مکروہ ہے اگر خشک ہے تو ہرج نہیں۔

علامہ شامی رد المحتار میں جلد اول ص ۸۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

يكره ايضا قطع النبات الرطب والحشيش من المقبرة دون
اليابس كما في البحر والدرر و شرح المنية و علله في الامداد بانه
مادام رطبا يسبح الله فيونس الميت وتنزل بهذه الرحمة.
او نحوه في الخانية.

”یعنی ترگھاس اور بزی کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے نہ خشک کا جیسا کہ بحر الرائق
اور درر اور شرح منیہ میں ہے اور اس کی علت امداد القاتح میں یہ بیان کی گئی ہے
کہ گھاس جب تک تر رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اس سے میت کو انس
حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت الہی نازل ہوتی ہے اسی کے
مثل فتاویٰ خانہ میں ہے۔“

مزارات پر پھول چڑھانا جائز ہے

تیسرا مسئلہ علماء کرام نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ پھول وغیرہ قبروں
پر رکھنا جائز ہے۔ ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۸۲ میں اس حدیث کے تحت

میں فرماتے ہیں:

وقد انكر الخطابي ما فعله الناس على القبور من الاخواص
ونحوها بهذا الحديث وقال لا اصل له.

”لوگ قبروں پر کھجور کی شاخ جو اس حدیث کی رو سے رکھ دیتے ہیں، خطاب نے
اس سے انکار کر کے کہا، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

علامہ خطاب کا یہ قول ذکر کر کے اس طرح رد کرتے ہیں:

واما انكار الخطابي وقوله لا اصل له ففيه بحث واضح اذ هذا
الحديث يصلح ان يكون اصلا له ثم رايت بن حجر صرح به
وقال قوله لا اصل له ممنوع بل هذا الحديث اصل اصيل له ومن
ثم التى بعض الائمة من متأخري اصحابنا بان ما اعتد من وضع
الريحان والجريد سنة لهذا الحديث.

”یعنی علامہ خطاب کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ اس کی اصل نہیں، اس پر کھلا ہوا
اعتراض ہے، اس لیے کہ یہ حدیث اس کی اصل ہو سکتی ہے، پھر میں نے علامہ ابن
حجر کو دیکھا کہ انہوں نے اس کی تصریح فرمائی، اور کہا کہ خطاب کا لا اصل لہ کہنا
ممنوع ہے، بلکہ یہ حدیث اس کی زبردست دلیل ہے۔ اسی وجہ سے بعض
متاخرین آئمہ نے فتویٰ دیا کہ لوگوں میں جو مروج ہے کہ خوشبو پھول اور کھجور کی
شاخ قبر پر رکھا کرتے ہیں، وہ اسی حدیث سے سنت ہے۔

ارشاد الساری شرح بخاری کی عبارت اوپر گزری:

او ان المعنى فيه انه يسبح مادام رطبا فيحصل التخفيف ببركة
التسبيح وحينئذ فيطرد في كل ما فيه رطوبة من الرياحين
والبقول وغيرها.

یا اس کی یہ وجہ ہے کہ شاخ جب تک تر رہے گی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے گی، تسبیح

کی برکت سے مردہ پر تخفیف ہوگی پس اس وقت ہر اس چیز کو جس میں تری ہے عام ہوگی گھاس ہو یا پھول وغیرہ۔
فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

وضع الورد و الرياحین علی القبور حسن.
گلاب کا پھول یا اور خوشبو پھول کا قبر پر رکھنا بہتر ہے۔
تصحیح المسائل ص ۲۰ میں ہے:

فی کنز العباد و فتاویٰ غرائب وضع الورد و الرياحین علی القبور
حسن لانه مادام رطبا یسبغ و یكون للمیت بتسبیحہ انس.
یعنی کنز العباد اور فتاویٰ غرائب میں ہے کہ گلاب کا پھول اور دوسرے پھولوں کا
قبر پر رکھنا حسن ہے اس لیے کہ وہ جب تک تروتازہ ہے خدا کی تسبیح کرتا ہے اور
اس سے مردے کا جی بہلتا ہے۔

فقیر غفرلہ المولی القدر کہتا ہے کہ علماء کرام کی انہیں تصریحات کی بنا پر مسلمانوں
میں رواج ہے کہ بزرگوں کے مزار پر پھول کی چادر چڑھاتے یا پھولوں کا ہار ڈالتے یا بے
گوندھا پھول قبروں پر رکھتے ہیں۔ واللہ الموفق۔ اس جگہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حدیث شریف
میں وضع جریدہ کی وجہ ان دونوں کا معذب ہونا ہے تو تخفیف عذاب کے لیے حضور اقدس
ﷺ نے ایسا کیا اور اس زمانہ میں گناہگاروں کی قبر پر کوئی ہار پھول نہیں ڈالتا بلکہ برعکس
بزرگوں کے مزار پر یہ چڑھاوا ہوتا ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ تخفیف عذاب بوجہ تسبیح جریدہ
ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور تسبیح کا اصل فائدہ نزول رحمت و انس میت ہے اور ہر شخص کو
ہر حال میں اس کی ضرورت ہے کوئی کسی مرتبہ پر پہنچ جائے مگر رحمت باری سے وہ بے نیاز
نہیں ہو سکتا ہر شخص کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے گنہگار معذب کے لیے تخفیف یا دفع عذاب اور
مرحوم مغفور کے لیے رفع مراتب و ترقی درجات و مزید اجر و ثواب ہے اور کوئی شخص اس کو
مشائخ کے ساتھ مخصوص نہیں جانتا۔

چودھواں طریقہ:

دفن کے بعد سرہانے فاتحہ بقرہ اور پاکتی میں خاتمہ سورہ بقرہ پڑھنا

عن عبدالرحمن بن العلاء ابن البجلاح عن ابيه انه اوصى اذا دفن ان يقرء عند راسه فاتحة البقرة وخاتمها وقال سمعت ابن عمر يوصى بذلك نكذا اورده القرطبي في التذكرة)

”عبدالرحمن بن علاء اپنے والد سے راوی کہ انہوں نے وصیت کی کہ ان کے دفن کے بعد ان کی قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں یعنی الم سے مفلحون تک اور خاتمہ بقرہ یعنی امن الرسول سے ختم سورہ تک پڑھا جائے اور کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو سنا کہ اس کی وصیت کرتے تھے۔“

شرح احیاء العلوم ص ۳۷۰ میں ہے:

وعنه قال قال لي ابي يابني اذا وضعتني في لحدى فقل بسم الله وفي سبيل الله وعلى ملة رسول الله ثم شن على التراب شنائم اقرء عند راسي بفاتحة البقرة واخاتمها فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ذلك (رواه الطبراني)

”یعنی عبدالرحمن بن علا کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے کہا کہ میرے بیٹے جب تم مجھے قبر میں رکھو تو بسم اللہ و فی سبیل اللہ و علی ملة رسول اللہ کہہ کر رکھنا پھر آہستہ آہستہ مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میرے سرہانے فاتحہ بقرہ و خاتمہ بقرہ پڑھنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ فرماتے تھے۔“

وعن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا مات احدكم ولا تحسوه لا واسرعوا به الى قبره وليقرنه عند راسه بفاتحة البقرة وعند رجليه بخاتمة سورة البقرة (رواه

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

البيهقي في شعب الايمان، مشکوة شريف، ص ۱۳۹)
”يعني حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ فرماتے ہیں جب تم میں کوئی شخص مرے تو اسے مت روکو اور جلدی اس کو قبر تک لے جاؤ اور اس کے سرہانے فاتحہ بقرہ اور پاکتی خاتمہ سورہ بقرہ پڑھو۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوة شریف، جلد ۲، ص ۳۸۱ اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:

(عند راسه فاتحة بقره) ای الی المفلحون (وعند رجليه بخاتمة) وفي نسخة خاتمة (البقره) ای من امن الرسول الخ قال الطيبي لعل تخصيص فاتحتها لاشتمالها على مدح كتاب الله وانه هدى للمتقين الموصوفين بالخلال الحميدة من الايمان بالغيب واقامة الصلاة وابتاء الزكاة وخاتمها لاحتوائها على الايمان بالله و ملائكته و كتبه ورسله و اظهار الاستكانة و طلب الغفران والرحمة والتولى الی كنف الله تعالى و حمايته.
یعنی فاتحہ بقرہ سے مراد الم سے مفلحون تک اور خاتمہ سے مراد من الرسول سے آخر سورہ تک ہے علامہ طیبی کہتے ہیں کہ تخصیص فاتحہ بقرہ کی یہ وجہ ہے کہ وہ مشتمل ہے اللہ کی کتاب کی تعریف پر اور اس کا بیان ہے کہ وہ پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے جو ان صفات حمیدہ سے موصوف ہیں یعنی غیب پر ایمان لانا نماز پڑھا کر نازکوٰۃ دیتے رہنا اور خاتمہ بقرہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ مشتمل ہے ایمان باللہ ایمان بالملائکہ ایمان بالکتب ایمان بالرسل پر اور اپنی عاجزی اور طلب مغفرت و رحمت اور اللہ کی جوار اور اس کی حمایت میں آنے کا ذکر ہے اس لیے فاتحہ و خاتمہ بقرہ سے سب باتوں کی یاد دہانی ہو جائے گی۔

پندرھواں طریقہ:

قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرنا کہ اونٹ
ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاسکے

عن عمرو بن العاص قال لابنه وهو في سياق الموت اذا انامت
فلا تصاحبني نائحة ولا نار فاذا دفنتموني فشنوا على التراب
شنائم اقيموا حول قبری قدر ما ينحرجزور و يقسم لحمها حتى
استانس بكم و اعلم ماذا اراجع رسل ربی. (رواه مسلم ص ۷۶
و مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۹)

”یعنی مسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ
انہوں نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ کو اپنے انتقال کے وقت فرمایا: کہ
جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے والی عورت نہ جائے
اور نہ آگ ہو؛ جب مجھ کو دفن کر چکو تو آہستہ آہستہ مجھ پر مٹی ڈالو پھر میری قبر کے
پاس اتنی دیر تک ٹھہرو جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم
کر دیا جائے تاکہ تم لوگوں کے رہنے سے انس حاصل کروں اور جانوں کہ اپنے
رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔“

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۸۱ میں فرماتے ہیں:

(حتی استانس بکم) ای بدعائکم و اذکارکم و قراءتکم
و استغفارکم.

”یعنی تم لوگوں سے انس کا مطلب تمہاری دعا، تمہارے اذکار اور تمہاری قرات
تمہارے استغفار سے انس حاصل کرنا ہے۔“

یعنی چاہیے کہ اتنی دیر تک خاموش بیٹھے نہ رہیں بلکہ دعا کریں اللہ و رسول کا

تذکرہ کریں، قرآن شریف کی تلاوت کریں، مغفرت کی دعا کریں۔
علامہ نووی ص ۶۷ شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے
تحریر فرماتے ہیں:

منها استحباب المكث عند القبر بعد الدفن لحظة نحو ما ذكر لما
ذكر وفيه ان الميت حينئذ يسمع من حول القبر.
”یعنی اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دفن کے بعد اتنی دیر تک جس کا بیان
حدیث شریف میں ہے، موانست میت کے لیے اور صحیح خیال و دماغ کے لیے قبر
پر ٹھہرنا مستحب ہے۔“

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مردہ گرد و پیش کی باتیں سنتا

ہے۔

علامہ مرتضیٰ زبیدی، شرح احیاء العلوم، جلد ۱، ص ۳۶۹ میں فرماتے ہیں:
وقال ابو بكر الاجري يستحب الوقوف بعد الدفن قليلا والدعاء
للميت مستقبلا وجهه بالثبات فيقال اللهم هذا عبدك وانت
اعلم به منا ولا نعلم الا خيرا ولقد اجلسته لتساله اللهم فثبته
بالقول الثابت في الاخرة كما ثبته في الدنيا اللهم ارحمه والحقه
بنبيه ولا تفتنا بعده ولا تحرنا اجره.

”ابو بکر اجری نے کہا کہ دفن کے بعد کچھ دیر تک ٹھہرنا اور میت کے لیے اس کی
طرف متوجہ ہو کر دین اسلام پر ثابت رہنے کی دعا کرنا مستحب ہے اور دعا میں یہ
کہنا چاہیے کہ خداوند! یہ تیرا بندہ ہے اور تو اس کے حال کو مجھ سے بہت زیادہ
جانتا ہے، جہاں تک ہمیں علم ہے، ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے، اس وقت
تو نے اسے سوال کے لیے بٹھایا ہے، خداوند! تو اسے آخرت میں قول پر ثابت
رکھ جس طرح دنیا میں ثابت رکھا ہے، میرے مولیٰ! تو اس پر رحم کر اور اس کو اس
کے نبی اکرم ﷺ سے ملا اور اس کے بعد ہمیں فتنہ میں مبتلا نہ کر اور نہ اس کے اجر
سے محروم کر۔“

سواہواں طریقہ:

زیارت قبور سے اہل قبر کو انس ہوتا ہے

زیارت قبور کرنا خصوصاً اپنے اعزہ و اقارب اور جانے پہچانے شخص کی قبر پر جانا کہ اس سے مردہ کو انس حاصل ہوتا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی 'شفاء القمام' ص ۶۵ و امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں تحریر فرماتے ہیں 'سید عالم ﷺ نے فرمایا:

انس و مایکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا.

”قبر میں مردہ کا زیادہ جی بہلنے کا وہ وقت ہوتا ہے جب زیارت کو وہ شخص آئے جسے دنیا میں دوست رکھتا تھا۔“

”ابن ابی الدنیا“ کتاب القبور میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور پر نور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

ما من رجل یزور قبر اخیہ ویجلس علیہ استانس و رد علیہ حتی یقوم.

”جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کو جائے اور اس کے پاس بیٹھے تو وہ مردہ اس سے انس حاصل کرتا ہے اس کا دل اس کے بیٹھنے سے بہلتا ہے اور جب تک وہ شخص اس کے پاس سے اٹھے اس کا جواب دیتا ہے۔“

ابوالشیخ ودیلیسی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

ما من رجل یزور قبر اخیہ فیسلم علیہ ویقعد عنده الا رد علیہ

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

السلام وانس به حتى يقوم من عنده.

”یعنی جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کو جائے اور اسے سلام کرے اور اس کے پاس بیٹھے تو اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور مردہ کا اس سے جی بہلتا ہے جب تک کہ وہ شخص اس کے پاس سے اٹھ آئے۔“

نبیہی ابوالدرداء ہاشم بن محمد سے راوی ہیں:

قال سمعت رجلا من اهل العلم يقول انه كان يزور قبر ابيه فطال عليه ذلك قال فقلت ازور التراب فاريتہ فی منامی فقال يا بنی مالک لا تفعل کما کنت تفعل فقلت ازور التراب فقال لا تقل ذلك يا بنی فوالله لقد کنت تشرف علی فیشیرنی بک جیرانی ولقد کنت تنصرف فما ازال اراک حتی تدخل الکوفة. (شرح احياء العلوم، ص ۳۶۷)

”ہاشم بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے ایک اہل علم کو کہتے سنا کہ وہ اپنے والد کی قبر کی زیارت کو برابر جایا کرتے تھے جب زمانہ دراز ہوا تو انہوں نے کہا کہ مٹی کی زیارت کو جاؤں انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں اے میرے بیٹے! تم اب زیارت کو کیوں نہیں آتے جس طرح پہلے آیا کرتے تھے؟ میں نے کہا کہ کیا میں مٹی کی زیارت کے لیے آؤں؟ والد صاحب نے فرمایا: نہیں بیٹا! ایسا نہ کہو خدا کی قسم! تم جس وقت آتے ہوئے دکھائی دیتے تھے اس وقت میرے پڑوسی تمہارے آنے کی بشارت و خوشخبری دیتے تھے اور جب تم واپس ہوتے تھے میں تم کو برابر دیکھتا رہتا تھا یہاں تک کہ تم کو فہ شہر میں داخل ہو جاتے تھے۔“

شرح احیاء العلوم ص ۳۶۷ میں ہے:

وروی ایضا عن الفضل ابن الموفق ابن خال سفیان بن عیینة قال
لحامات ابی جزعت جزعا شدید الفکت آتی قبره فی کل یوم ثم
انی قصرت عن ذلک فرایتہ فی النوم فقال یاہنی ما ابطاء بک
عنی قلت وانک تعلم بمجہنی قال ماجنت مرة الا علمتها وقد
کنت تاتینی فاسر بک ویسر من حولی بدعائک قال فکنت ایتہ
بعد کثیرا.

”یعنی فضل بن موفّق، سفیان بن عیینہ کے ماموں زاد بھائی“ کہتے ہیں کہ جب
میرے والد کا انتقال ہوا، میں سخت غمگین اور پریشان ہوا، بہت زیادہ جزع فزع
کیا، تو میں ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا تھا، پھر میں نے اس میں کچھ کوتاہی
کی، تو ان کو خواب میں دیکھا تو فرمایا: اے میرے بیٹے! کیوں تجھے مجھ سے دیر
ہونے لگی؟ میں نے کہا کہ کیا آپ کو میرے آنے کا علم ہوتا ہے؟ فرمایا: نہیں
آئے تم کبھی مگر میں نے جانا یعنی جب تم آئے، مجھے ضرور اس کا علم ہوا، اور جب
تم آتے تھے، تو میں تمہارے آنے کی وجہ سے خوش ہوتا تھا اور تمہاری دعا کی وجہ
سے میرے گرد و پیش کے لوگ مسرور ہوتے تھے فضل بن موفّق نے کہا کہ یہ سن کر
میں بہت زیادہ جانے لگا۔

اسی شرح احیاء العلوم میں دوسری جگہ مذکور ہے کہ:

قال الحافظ ابو طاهر السلفی سمعت ابا البرکات عبدالواحد بن
عبدالرحمن بن غلاب السوسی بالاسکندریة یقول سمعت
والدتی تقول رایت امی فی المنام بعد موتها وہی تقول یاہنتی اذا

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

جنتنی زائرة فاقعدی عند قبری ساعة املی من النظر الیک ثم
ترحمی علی الخ.

”حافظ ابو طاہر سلفی کہتے ہیں کہ میں نے ابو البرکات عبدالواحد سوسی سے
اسکندریہ میں سنا وہ کہتے تھے میں نے اپنی والدہ سے سنا کہ میں نے اپنی والدہ کو
خواب میں دیکھا وہ کہتی تھیں کہ میری بیٹی! جب تو میری زیارت کے لیے
میرے پاس آیا کرے تو ایک گھنٹہ میری قبر کے پاس بیٹھی رہتا کہ میں جی بھر کر
تجھ کو دیکھوں پھر میرے لیے رحمت کی دعا کر۔ واللہ الموفق۔

سترھواں طریقہ:

اخیر شب قبرستان جا کر مردوں کے لیے دعا کرنا

عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان
لیلتها من رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ینخرج من
اخر اللیل الی البقیع فیقول ”السلام علیکم دار قوم مؤمنین
واناکم ماتو عدون غدا موجلون وانا انشاء اللہ بکم لا حقون
اللهم اغفر لاهل البقیع الغرقہ“ (رواہ مسلم، ص ۳۱۳)

”مسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ جب رسول
ﷺ میری باری میں تشریف لاتے، اخیر شب مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت
الباقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے ”تم پر سلام ہو اے گھر مسلمانوں کے اور
جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے کل تمہارے پاس وہ چیز آئے گی اور انشاء اللہ ہم
تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، خداوند! باقیع الغرقہ والوں کے گناہ کو تو بخش

دے۔“

علامہ نووی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فيه فضيلة الدعاء اخر الليل وفضيلة زيارة قبور البقيع.
”یعنی اس حدیث سے اخیر شب میں دعا کرنے کی خوبی بقیع والوں کی قبور کے
زیارت کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔“

وعن عائشة قالت الا احدثكم عنى وعن رسول الله صلى الله
عليه وسلم قلنا بلى قال قالت لما كانت ليلتى التى كان النبى
صلى الله عليه وسلم فيها عندى انقلب فوضع رداءه وخلع نعليه
فوضعها عند رجليه وبسط طرف ازراه على فراشه فاضطجع فلم
يلبث الا ريث ماظن ان قد رقدت فاخذ رداءه رويدا وانتعل
رويدا او فتح الباب رويدا فخرج ثم اجافه رويدا فجعلت درعى
فى راسى واختمرت وتقنعت ازارى ثم انطلقت على اثره حتى
جاء البقيع فقام القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات ثم انحرف
فانحرفت فاسرع فاسرعت فهددل فهددلت فاحضر فاحضرت
فسبقته فدخلت فليس الا ان اضطجعت فدخل فقال مالك
يا عائشة حشيارابية قالت قلت لاشى قال لتخبرينى اولينخبرنى
اللطف الخبير قالت قلت يا رسول الله بابى انت وامى فاخبرته
قال فانت السواد الذى رايت امامى قلت نعم فلهدىنى فى صدرى
لهمة اوجعتنى ثم قال اظننت ان يحيف الله عليك ورسوله
قالت مهمايكنتم الناس يعلمه الله نعم قال فان جبرئيل اتانى حين

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

رايت فنادانى فاخفاه منك فاجبته فاخفيته منك ولم يكن
يدخل عليك وقد وضعت لياك وظننت ان قدرقدت
فكرهت ان اوقفك وخشيت ان تستوحشى فقال ان ربك
يامرك ان تاتي اهل البقيع فتستغفرلهم قالت قلت كيف اقول
لهم يارسول الله قال قولى السلام على اهل الديار من المؤمنين
والمسلمين ويرحم الله المستقدمين منا و المستأخرين وانا
انشاء الله بكم للاحقون' (رواه مسلم' جلد اول' ص ۳۱۳)

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی انہوں نے کہا کہ کیا میں خبر
ندوں اس بات کی جو مجھ میں اور رسول اللہ ﷺ میں ہوئی؟ ہم لوگوں نے کہا کہ
کیوں نہیں؟ یعنی آپ ہمیں ضرور خبر دیں، کہا کہ جب وہ رات ہوئی جس میں
رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف فرما تھے تو آپ مردانہ سے یہاں آئے، تو
اپنی چادر رکھی اور نعلین اتاری اور ان دونوں کو پانکتی میں رکھا اور اپنے تہبند کا ایک
حصہ اپنی بچھاؤں پر بچھایا اور لیٹ گئے۔ پس نہیں ٹھہرے مگر فقط اتنی دیر کہ
حضور ﷺ نے خیال کیا کہ میں سو رہی، پس اپنی چادر آہستہ آہستہ لی اور آہستہ
آہستہ جوتا پہنا اور آہستہ سے دروازہ کھولا، پھر باہر تشریف لے گئے اور آہستہ
سے دروازہ بند کر دیا، پس میں نے اپنی چادر سر پر رکھی اور اوڑھنی اوڑھنی تہبند
باندھا اور حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے ہوئی۔ یہاں تک کہ حضور بقیع تشریف لائے،
پس دیر تک وہاں ٹھہرے، پھر دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دعا کے لیے اٹھایا، پھر
حضور ﷺ راہ سے الگ ہوئے، تو میں بھی راہ سے الگ ہوئی، حضور تیز چلے تو
میں بھی تیز چلی، حضور دوڑے تو میں بھی دوڑی، پس مکان میں تشریف لائے تو

میں بھی مکان میں آئی پس ذرا پہلے میں پہنچی اور مکان میں داخل ہوئی تو فقط اتنی ہی دیر ہوئی کہ میں لیٹی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میری سانس پھول رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا حال ہے تمہاری سانس چڑھ رہی ہے اور پیٹ پھولا ہوا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا کچھ نہیں۔ ارشاد ہوا یا تو تم مجھے خبر دو ورنہ خداوند علیم وخبیر مجھے خبر دے گا، حضرت عائشہ نے کہا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں یہ کہہ کر میں نے سارا حال بیان کر دیا۔ حضور نے فرمایا: تم ہی میرے آگے آگے آرہی تھیں میں نے کہا ہاں! پس میرے سینہ میں ایک دو تھپڑ حضور ﷺ نے مارے جس سے مجھے تکلیف ہوئی پھر ارشاد ہوا کیا تمہارا یہ مکان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا (جب نہ کی بات رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا) تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اقرار کیا اور کہا کہ انسان جس چیز کو چھپائے خدا اس کو جانتا ہے ہاں! میرا ایسا ہی خیال ہوا تھا کہ حضور اور کسی بی بی کے یہاں تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ جبرئیل آئے جس وقت تم نے مجھے دیکھا تو جبرئیل نے مجھے آواز دی اور اس کو تم سے پوشیدہ کیا، تو میں نے جواب دیا اور تم سے چھپایا اور جب تم سونے کے لیے لیٹی ہو اس وقت اندر نہیں آتے میرا خیال ہوا کہ تم سو گئی۔ اس لیے میں نے تمہیں جگانا ناپسند کیا مجھے اندیشہ ہوا کہ تمہاری کی وجہ سے تم کو پریشانی ہوگی۔ جبرائیل نے کہا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ جنت البقیع تشریف لے جائیں اور ان لوگوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر ہم زیارت کے لیے جائیں تو کیا کہیں۔ ارشاد ہوا کہ تم اس طرح کہو السلام

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

على اهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم الله
المستقدمين والمستأخرين وانشاء الله بكم للاحقون۔
علامہ نووی شرح مسلم میں اس کے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں:
فيه دليل لمن جوز للنساء زيارة القبور و فيها خلاف للعلماء.
”یعنی جو لوگ عورتوں کے لیے زیارت جائز جانتے ہیں یہ حدیث ان کی دلیل
ہے اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔“

اٹھارہواں طریقہ:

جمعہ، جمعرات کے دن والدین اور بزرگوں

کی قبر کی زیارت کی تخصیص

ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں محمد بن واسع سے راوی کہ وہ جمعہ کے
دن زیارت قبور کو جایا کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ اگر دو شنبہ تک ملتوی کرتے تو اچھا ہوتا۔
آپ نے کہا:

بلغني ان الموتى يعلمون بزوارهم يوم الجمعة ويوما قبله ويوما
بعده.

”مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مردے زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن
اور ایک دن قبل اور ایک دن بعد۔“

شرح احیاء العلوم ص ۳۶۶ میں ہے:

علماء کرام فرماتے ہیں یوم جانا تو ہر روز اور ہر وقت ہوتا ہے لیکن جمعہ کی بزرگی
سے ان تین دنوں میں علم وسیع و کثیر ہوتا ہے۔ طبرانی معجم اوسط و صغیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن ابی الدنیا کتاب القبور اور بیہقی شعب الایمان میں محمد بن العثمان سے
مرسلاروی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

من زار قبر ابویہ او احد ہما فی کل جمعة غفر له و کتب ہراً.
”جو شخص اپنے ماں باپ یا دو میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت جمعہ کے دن کیا
کرے، اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور خدا کے یہاں وہ نیکو کار لکھا جائے
گا اور ظاہر ہے کہ بار و مغفور کی دعا قبول ہوتی ہے۔“

تو جو شخص جمعہ کے دن والدین کی قبر کی زیارت کو جائے اور ان کے لیے دعا و
استغفار کرے، تو وہ دعا بوجہ اس شخص کے مغفور ہونے کے ارجی بالقبول ہے:

قال رجل من ال عاصم الجحدری رایت عاصما فی منامی بعد
موتہ بسنین وفی روایتہ بسنتین فقلت السس قدمت قال بلی
فقلت فاین انت قال انا واللہ فی روضة من ریاض الجنة انا
ونفر من اصحابی لجتمع کل لیلۃ جمعة وصبیحتها الی ابی بکر
بن عبد اللہ المزنی فنلاقی اخبارکم قلت اجسامکم ام ارواحکم
قال هیما بلیت الاجسام وانما فنلاقی الارواح قال قلت فهل
تعلمون بزیراتنا ایاکم قال نعم نعلم بها عشیة الجمعة و یوم
الجمعة کلہ و یوم السبت الی طلوع الشمس قلت و کیف
ذلک دون الایام کلها قال بفضل یوم الجمعة وعظمة (رواہ ابن

ابی الدنیا فی کتاب القبور والبیہقی فی شعب الایمان)

”یعنی آل عاصم جحدری سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے عاصم کو ان کے
انتقال سے دو برس یا کئی سال بعد خواب میں دیکھا، پوچھا کہ کیا آپ کا انتقال

نہیں ہوا؟ کہا کیوں نہیں؟ پوچھا کہ آپ کہاں ہیں؟ کہا، بخدا! ہم جنت کی کیاریوں سے ایک کیاری میں ہیں، میں اور میرے چند احباب ہم سب لوگ شب جمعہ و صبح جمعہ کو ابو بکر بن عبداللہ مزنی کے پاس جمع ہوتے ہیں تو تمہاری خبریں پاتے ہیں۔ اس خواب دیکھنے والے نے کہا کہ ہم لوگوں کی زیارت کرنے کو آپ جانتے ہیں، کہا، ہاں! شب جمعہ اور تمام دن جمعہ اور ہفتہ کو طلوع آفتاب تک، میں نے کہا کہ اور دنوں سے ان دنوں کی خصوصیت کیا ہے؟ بولے کہ جمعہ کی فضیلت اور بزرگی کی وجہ سے۔

وقال الضحاك من زار قبر ا يوم السبت قبل طلوع الشمس علم الميت بزيارته قيل له كيف ذاك قال لمكان يوم الجمعة (رواه ابن ابي الدنيا في كتاب القبور و البيهقي في شعب الايمان)
”ضحاک نے کہا، جو شخص شنبہ کے دن قبل طلوع آفتاب کسی قبر کی زیارت کو جائے تو وہ مردہ اس کو جان لیتا ہے، کسی نے کہا، یہ کیونکر؟ کہا، روز جمعہ کی برکت سے۔“

عن عثمان بن سودة و كانت امه من العابدات و كان يقال لها راهبة قال لمامات كنت آتيها في كل جمعة فادعولها واستغفر لها ولاهل القبور فرايتها ليلة في منامي فقلت يا امه كيف انت فقالت يا بنى ان الموت لشديد كربه وانا بحمد الله في برزخ محمود افترش فيه الريحان والتوسد فيه السندس والاستبرق فقلت الك حاجة قالت نعم فقلت ما هي قالت لا تدع ما تصنع من زيارتنا والدعاء لنا فاني انس بمجيئك يوم

الجمعة اذا اقبلت من الهلك زائرا فابشروا يبشر بذلك من
حولى من الاموات. (رواه ابن ابى الدنيا و البيهقى شرح احياء
العلوم، ص ۳۶۷ جلد ۱۰)

”یعنی عثمان بن سوده سے روایت ہے اور ان کی ماں عابدہ تھیں جن کو لوگ راہبہ
کہا کرتے تھے۔ عثمان نے کہا کہ جب ان کا انتقال ہوا تو میں ہر جمعہ کو ان کی
زیارت کے لیے جاتا تھا اور ان کی اور قبرستان والوں کے لیے دعا و استغفار کرتا
تھا ایک دن میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔ کہا اے ماں! آپ کس طرح
ہیں؟ کہا اے میرے بیٹے! موت کی تکلیف سخت ہے اور خدا کے فضل سے میں
پسندیدہ مقام میں ہوں۔ وہاں ریحان کا بچاؤن ہے سندس واستبرق کے گاؤ
تکے ہیں میں نے پوچھا کہ آپ کو کسی بات کی خواہش ہے؟ بولیں ہاں! پوچھا
کیا؟ کہا کہ تم جو میری زیارت و دعا کو آیا کرتے ہو اس کو کبھی نہ چھوڑنا تمہارے
جمعہ کے دن آنے سے مجھے انس ہوتا ہے دل بہلتا ہے جب تم اپنے گھر سے
میری زیارت کو آتے ہو تو مجھے خوشی ہوتی ہے اور میرے گرد و پیش جو مردے ہیں
سب مجھ کو اس کی خوشخبری سناتے ہیں۔“

انیسواں طریقہ:

سال بہ سال ہر سرے سال پر زیارت کو جانا

عن عباد بن ابن صالح ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان
ياتى قبور الشهداء باحد على راس كل حول فيقول سلام عليكم
بما صبرتم فنعمة عقبى الدار قال وجاءها ابو بكر ثم عمر ثم عثمان

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

رضى الله عنهم فلما قدم معاوية بن ابي سفيان حاجا جاءهم قال
و كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا واجه الشعب قال سلام
عليكم بما صبرتم فنعم اجر العاملين (رواه ابن ثبه و فاء الوفاء
جلد ۲، ص ۱۱۲)

”یعنی ابن شہ نے عباد بن ابی صالح سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہر سرے
سال پر شہداء احد کی قبور کی زیارت کو تشریف لایا کرتے اور سلام علیکم بما
صبرتم فنعم عقبی الدار فرماتے۔ راوی نے کہا، حضور ﷺ کے بعد
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیا کرتے تھے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ حج کے لیے آئے اور مدینہ طیبہ پہنچے تو ان کے پاس آئے راوی
نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ جب گھاٹی کے سامنے آتے تو سلام علیکم بما
صبرتم فنعم اجر العاملين فرماتے۔

وعن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان
یاتی احدا کل عام فاذا لقوه الشعب سلم علی قبور الشهداء فقال
سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (رواه ابن المنذر و ابن
مردویہ)

”یعنی ابن منذر و ابن مردویہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور
اقدس ﷺ ہر سال کوہ احد تشریف لایا کرتے جب گھاٹیاں سامنے آتیں تو شہداء
احد کی قبور کو سلام کرتے اور سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی
الدار فرمایا کرتے۔“

وعن محمد بن ابراہیم قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی

قُبُورِ الشَّهَدَاءِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ لِيَقُولَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعِثْمَانُ (رواه ابن جرير)

”یعنی ابن جریر محمد بن ابراہیم سے راوی رسول اللہ ﷺ ہر سہ سال پر شہدائے احد کی قبور پر تشریف لایا کرتے اور ان کو سلام کرتے اور اسی طرح حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی کرتے۔“

ان احادیث میں اگرچہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہر سال شہدائے احد کی زیارت کے لیے جانا ثابت ہے مگر یہ طریقہ چاروں خلفاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تھا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی ہر سال شہدائے احد کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۲۹۵ میں فرماتے ہیں:

وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان ياتي قبور الشهداء راس كل حول فيقول السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار والخلفاء الاربعة هكذا كانوا يفعلون.

”یعنی حضور اقدس ﷺ ہر سہ سال پر شہدائے احد کی قبور پر تشریف لاتے اور سلام فرماتے کہ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور خلفائے اربعہ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔“

وروى ابن ابي شيبة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان ياتي قبور الشهداء باحد على راس كل حول فيقول السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار.

”یعنی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ نبی ﷺ ہر سہ سال پر شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جاتے اور سلام فرمایا کرتے۔ (رد المحتار جلد اول ص ۸۴۳)

فقیر غفر لہ المولی القدر کہتا ہے کہ ان حدیثوں میں حضور اقدس ﷺ و خلفائے راشدین کا دستور و طریقہ کہ ہر سرے سال شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جایا کرتے اور ان پر سلام کرتے، مسلمانوں کے اس فعل حسن و مندوب کی دلیل اور اصل اصیل ہے کہ ہر سال بزرگان دین کا عرس کرتے اور لوگ سال بسال بزرگوں کے مزاروں پر حاضر ہوا کرتے سلام و دعا، استغفار و تلاوت قرآن شریف، صدقہ، تقسیم شیرینی، و اطعام طعام کا ثواب ان لوگوں کو ایصال کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالکلیم صاحب پنجابی کے اس اعتراض:

و عرس بزرگان خود بر خود مثل فرض دانستہ سال بسال
بر مقبرہ اجتماع کردہ، طعام و شیرینی در انجا تقسیم نموده
مقابر او ثنا بعد می کنند.

”اپنے بزرگوں کے عرس میں خود پر فرض سمجھ کر ہر سال مزار پر جمع ہو کر وہاں کھانا اور شیرینی تقسیم کر کے قبروں کو بتوں کی طرح پوجتے ہیں۔“

کے جواب میں جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

عرس بزرگان خود راہ آہ ایس طعن مبنی ست ہر جہل بہ احوال
مطمعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس
فرض نمی داند آرمے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان
بامداد ثواب و تلاوت قرآن و دعا خیر و تقسیم طعام و شیرینی
امر مستحسن و خوب ست باجماع علماء و تعیین روز عرس
برائے آنست کہ ان روز مذکور انتقال ایشان می باشد از دارالعمل
بدار الثواب والاہر روز کہ این عمل واقع شود موجب فلاح و
نجات ست و خلف را لازم ست کہ سلف خود را باین نوع
برواحسن نماید چنانچہ در احادیث مذکور ست کہ ولد صالح

بدعولہ۔

”اپنے بزرگوں کے عرس کو انخریہ اغراض یا اعتراض کیے ہوئے مسئلہ کے حالات نہ جاننے پر مبنی ہے، اس لیے کہ بجز شرعی فرائض مقررہ کے کوئی شخص عرس کو فرض نہیں جانتا ہے، ہاں صلحاء کے مزارات سے صرف شرکت اور زیارت اور ان کی امداد (ان کو ثواب، تلاوت قرآن، دعائے خیر، کھانا تقسیم کر کے اور شیرینی تقسیم کر کے امداد حاصل کرنا مستحسن اور امر خیر ہے جیسا کہ علماء کے اجماع سے ثابت ہے۔ البتہ عرس کا دن مقرر کرنا اس لیے ہوتا ہے کہ وہ دن محض ان کے دنیا سے دار آخرت کی جانب منتقل ہونے کا دن یاد رکھا جائے ورنہ جس دن بھی یہ عمل واقع ہو، باعث فلاح و نجات ہے اور خلف پر واجب ہے کہ اپنے سلف کے لیے اس طرح پر نکلی کرے جیسا کہ احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔ نیک اولاد وہ ہے جو اپنے سلف کے لیے دعا کرے۔

اس کے بعد امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر ”درمنثور“ سے ابن منذر اور ابن مردویہ کی حدیث بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حدیث ابن جرید بروایت محمد بن ابراہیم جو اوپر مذکور ہوئیں، سند میں پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو رسالہ ”زبدۃ النصاب فی مسائل الذبائح“ ص ۴۲

بیسواں طریقہ:

ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا ثواب مردے کو بخشا کہ اس سے امید مغفرت ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲، ص ۱۰۲ میں فرماتے ہیں:

قال الشيخ محي الدين بن العربي انه بلغني عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال لا اله الا الله سبعين الفا غفر الله تعالى له ومن قيل له غفر له ايضا فكنت ذكرت التهليل بالعدد المروي من غير ان النوى لاحد بالخصوص فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفيهم شاب مشهور بالكشف فاذا هو في اثناء الاكل

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

اظهر البكاء فسأله عن السبب فقال ارى امي في العذاب فوهبت
في باطنى ثواب التهليل المذكورة لها فضحك فقال انى اراها
الان فى حسن العاب فقال الشيخ فعرفت صحة الحديث بصحة
كشفه وصحة كشف بصحة الحديث.

”یعنی سیدی شیخ اکبر محی الدین بن عربی نے فرمایا: مجھے حضور اقدس ﷺ سے
حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور
جس کے لیے اتنی مرتبہ کہا جائے اس کی مغفرت ہو۔ میں نے لا الہ الا اللہ اتنی
بار پڑھا تھا اور اس میں کسی کے لیے خاص نیت نہ کی تھی۔ اپنے بعض رفیقوں
کے ساتھ ایک دعوت میں گیا ان میں ایک نوجوان کے کشف کا شہرہ تھا کھانا
کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سب پوچھا؟ کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا
ہوں میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا۔ فوراً وہ جوان ہنسنے
لگا اور کہا کہ اب میں اپنی ماں کو اچھی جگہ دیکھتا ہوں۔ امام محی الدین ابن عربی
قدس سرہ فرماتے ہیں تو میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت
سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی مکتوب جلد ۲ ص ۲۷ مکتوبات چہارم دہم میں فرماتے ہیں:
بیاراں و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہفتاد ہزار بار کلمہ لا الہ الا
اللہ بروحانیت اخوی خواجہ محمد صادق و روحانیت مرحومہ
ہمشیرہ اوام کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار روحانیت
یکے بخشنند و ہفتاد ہزار بار دیگر را بروحانیت دیگرے از
دوستان دعا و فاتحہ مسئول ست. (الدار المنظوم) فی ترجمہ
ملفوظ المخدموم)

ساتھیوں اور احباب فرمائیں کہ ستر ستر ہزار بار کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ کر خواجہ محمد

صادق کے دونوں بھائیوں کو بخشش اور ان کی بہن ام کلثوم مرحومہ کی روح کے لیے پڑھیں اور ستر ہزار بار کا ثواب ایک کی روح کو بخشش اور ستر ہزار پھر پڑھ کر دوسرے کی روح کو بخشش۔ کیونکہ دوستوں ہی سے دعا اور فاتحہ کا سوال ہے۔
یعنی ملفوظات حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں رضی اللہ تعالیٰ عنہما ص ۱۶۷ میں ہے۔ ذکر اسوات یعنی مردوں کا نکلنا فرمایا حدیث صحاح ہے:

من قال لا اله الا الله مائة الف مرة وجعل الثواب للميت غفر الله
لذلك للميت وان كان موجبا للعقوبة.

یعنی جو شخص لا اله الا اللہ ایک لاکھ بار کہے اور اس کا ثواب مردے کو بخشے تو اللہ تعالیٰ اس مردے کو بخش دے، اگر وہ عقوبت کا مستحق ہو۔

اسی میں ہے ”فرمایا کہ میت والوں پر واجب ہے کہ ایک لاکھ بار یہ کلمہ ضرور پڑھیں اور اس طرف رسم ہے کہ جو کوئی مرتا ہے اس کے واسطے کہتے ہیں۔“

اسی میں ص ۱۶۸ پر ہے ”بعد اس کے فرمایا“ کہ دعا گونے واسطے برادر م حاجی دین محمد کے ایک لاکھ بار لا اله الا اللہ کہا، میرا ایک یار ہے اوچھ سے برابر آتا ہے، مجھ سے تعلق و بیعت رکھتا ہے اور اوراد شیخ کبیر نگاہ میں رکھتا ہے۔ اس نے دعا گو سے کہا کہ میں نے محمد حاجی کی قبر کو دیکھا کہ اس کو روشن و فراخ کر دیا۔“

اسی کے جلد ۲، ص ۶۳ پر ایک عمل حدیث صحاح کا ہے:

قوله عليه الصلاة والسلام من قال لا اله الا الله مائة الف مرة

وجعل الثواب للميت غفر له وان كان موجبا للعقوبة.

”یعنی جو کوئی لا اله الا اللہ کو سو ہزار یعنی ایک لاکھ بار کہے اور اس کا ثواب میت کو

بخشے تو وہ میت بخشی جائے، اگرچہ لائق عقوبت ہی کیوں نہ ہو۔“

فرمایا کہ مدینہ منورہ میں سو تیس ہزار ہزار دانہ کی بنا کر صندوق میں رکھی ہیں، سو آدمیوں کو دیتے ہیں، وہ لوگ کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں اور میت کو ثواب بخش دیتے ہیں، ذرا دیر میں

تمام ہو جاتا ہے دعا گو نے بھی ہزار دانے کی تسبیح جمع کی ہے اس جگہ جو میں بعض زیارتوں میں گیا تو اسی پر عمل کیا مجرب ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس جگہ بھی معمول ہو جائے گا۔

بانی مدرسہ دیوبند جناب مولوی محمد قاسم صاحب سے کون واقف نہیں۔ اپنی مشہور

کتاب تحذیر الناس ص ۳۸ میں لکھتے ہیں:

”حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا آپ نے سب پوچھا؟ تو بروئے مکافہ اس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید نے ایک لاکھ یا کچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے آپ نے پھر سب پوچھا؟ اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں سو آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جواب کے مکافہ کی صحت تو مجھ کو حدیث معلوم سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکافہ سے ہو گئی۔

فقیر غفرلہ المولیٰ القدر کہتا ہے کہ یہ حدیث اور علماء کی تحریر مسلمانوں کے اس عمل خیر کی اصل ہے کہ میت کے لیے تیسرے یا چوتھے دن جمع ہو کر قرآن شریف کے علاوہ لالہ الا اللہ ستر ہزار یا ایک لاکھ بار پڑھتے اور میت کو اس کا ثواب بخشتے ہیں تاکہ من قیل لہ کے تحت اس کی مغفرت ہو اور از انجا کہ ستر ہزار مرتبہ پڑھنے کے لیے بہت سی تسبیحوں کی ضرورت ہوگی جس کا ہر جگہ ملنا سخت دشوار ہے۔ اس لیے آسانی کے خیال سے چنانہ کا شمار دانہ بناتے ہیں جو بعد کو یا تو پڑھنے والوں میں تقسیم کر دیتے ہیں یا فقراء پر تصدق کر دیتے ہیں کہ ساتھ ساتھ صدقہ کا ثواب بھی میت کو ثواب پہنچے۔

اکیسواں طریقہ:

قرآن شریف پڑھ کر بخشا

قرآن شریف پڑھ کر بخشا اب رہا یہ کہ اس کے لیے کسی سورہ کا پڑھنا خاص طور پر بھی آیا ہے یا جو سورہ یا آیت پڑھ کر اس کا ثواب بخشیں کافی ہے تو کافی ہونے کے لیے تو سب کافی ہے:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرء حرفاً من کتاب اللہ فله بہ حسنۃ والحسنۃ بعشر امثالها لا اقول لکم الم حرف و لکن الف حرف و لام حرف و میم حرف. (رواہ الترمذی و الحاکم و البخاری فی التاریخ)

یعنی امام ترمذی اور حاکم و بخاری تاریخ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایک حرف قرآن شریف کا پڑھے اس کو ایک حسنہ (نیکی) ملے گا اور ایک حسنہ کا ثواب دس گناہ ہے، میں نہیں کہتا ہوں کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے، تو جو شخص فقط الم پڑھے گا اس کو تیس نیکیاں ملیں گی۔

کما هو مصرح فی الروایۃ الاخری، اقرءوا القرآن فانکم توجرون علیہ اما انی لا اقول الم حرف و لکن الف حرف عشرو لام حرف عشرو میم حرف عشر، فتلک ثلاثون رواہ ابو جعفر النحاس فی الوقف والابتداء والسنجری فی الابانۃ والخطیب فی التاریخ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

یعنی ابو جعفر نحاس "کتاب الوقف والابتداء" اور سنجری "کتاب الابانۃ" اور خطیب بغدادی "تاریخ" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم قرآن شریف پڑھا کرو کہ تم کو اس کا اجر دیا جائے گا۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور اس کا ثواب دس ہے لام ایک حرف ہے ثواب دس ہے میم ایک حرف ہے ثواب دس ہے تو یہ تمیں ثواب ہوئے۔ (کنز العمال، جلد ۱، ص ۱۳۰)

سب سے بہتر تو یہ ہے کہ قبر پر جا کر ایک ختم کامل کرے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب لیث بن سعد کی قبر کی زیارت کو گئے تو ان کی تعریف کی اور ایک ختم قرآن شریف کیا اور فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ یہ کار خیر ہمیشہ جاری رہے اور ان کے فرمانے کے مطابق ہوا۔ کَمَا مَرَّ عَنْ شَرْحِ الْاِحْيَاءِ نَقْلًا عَنِ الْقَوْلِ بِالْاِحْسَانِ الْعَمِيمِ فِي اَنْتِفَاعِ الْمَيِّتِ بِالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ لِلْعَلَامَةِ شَمْسِ الدِّينِ الْمَعْرُوفِ بَابِنِ الْقَطَّانِ اور ہندوستان میں بھی بعض بعض شہروں میں مروج ہے مثلاً بریلی شریف میں عرصہ تمیں یا بتیس سال سے ہر جمعہ کے دن مزارات خاندان اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز پر جا کر طلباء مدرسہ منظر اسلام والہل شہر دو ختم قرآن شریف کر کے اس کا ثواب پہنچاتے ہیں اور وہاں سے بہت پہلے تقریباً سو سال سے بدایون مزارات پر خاندان جناب تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر محبت الرسول قدس سرہ پر اہل شہر و طلباء مدرسہ قادریہ جا کر ہر جمعہ کو دو ختم قرآن کیا کرتے اور اس کا ثواب ان بزرگوں کو بخشتے ہیں اور انصار کرام کا دستور العمل بھی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے:

اخرج الخلال في الجامع عن الشعبي قال كانت الانصار اذا مات لهم الميت اختلفوا الى قبره يقرءون القرآن (مرفقات شرح مشکوٰۃ، جلد ۲، ص ۳۸۲)

”یعنی انصار کے یہاں جب کوئی مرتا تو لوگ اس کی قبر پر جاتے اور قرآن شریف پڑھتے۔“

لیکن اگر اس قدر نہ ہو سکے تو جس قدر ہا سانی پڑھ سکے:

وفى شرح اللباب ويقرء من القرآن مايسر له من الفاتحة؟ و اول البقرة الى المفلحون و ”آية الكرسي و امن الرسول“ و سورة ليس و تبارك الملك و سورة التكاثر و الاخلاص النبى عَشْرَةَ مَرَّةً او احدى عشر او سبعا او ثلاثا ثم يقول اللهم اَوْصِلْ ثَوَابَ مَا قَرَأَ نَاهُ إِلَى فُلَانٍ أَوْ إِلَى هَيْهَاتُمْ (ردالمختار، جلد اول، ص ۸۳۳)

”یعنی شرح لباب میں ہے اور پڑھے جو آسان ہو قرآن سے مثلاً سورہ فاتحہ اول بقرہ مفلحون تک، آیہ الکرسی امن الرسول، سورہ یسین، سورہ الملک، سورہ تکوین، سورہ اخلاص ۱۲ یا ۱۱ یا ۷ یا ۳ بار۔ پھر کہے خداوند! جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں شخص یا ان لوگوں کو پہنچا۔

اور بعض سورتیں کہ خاص طور پر حدیث شریف میں جن کے پڑھنے کا ثواب مذکور ہے، ان سورتوں کا پڑھنا حضور اقدس ﷺ کی تعمیل ارشاد کے سبب بہت زیادہ باعث اجر و ثواب ہے اور وہ بھی بہت ہیں جن میں بعض بعض اس جگہ لکھی جاتی ہیں۔

(الف) عن على بن ابي طالب رضى الله عنه ان النبى صلى الله تعالى عليه واله وسلم قال من مر على المقابر فقراء قل هو الله احد ۵ احد عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطى الاجر لعدد الاموات. (رواه الدار قطنى (يعنى شرح هدايه، جلد ۲، ص ۱۶۱۱ و شامى، جلد ۲، ص ۲۴۳)

”یعنی دارقطنی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں گزرے اور گیارہ مرتبہ قل هو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشے، اس کو ان مردوں کے بدولت، ان مردوں کے برابر ثواب ملے۔“

(ب) عن عبد الله ابن عمر قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم

يقول اذا مات احدكم فلا تحبوه واسرعوا به الى قبره و ليقرء
عند راسه فاتحة البقرة وعند رجله خاتمة البقرة رواه البيهقي
في شعب الايمان وقال الصحيح انه موقوف عليه.
یعنی بیہقی شعب الايمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی
انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ فرماتے تھے جب تم میں سے
کوئی مرے تو اس کو مت روکو اور جلد قبر تک اس کو پہنچاؤ اور اس کے سرہانے
ابتداء سورۃ بقرہ مفلحون تک اور پاکی میں خاتمہ بقرہ یعنی امن الرسول سے آخر
تک پڑھا کرو۔ یہ حدیث اگرچہ بیہقی نے مرفوعاً روایت کی مگر صحیح یہ ہے کہ
حضرت عبداللہ بن عمر پر موقوف ہے۔

(ج) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
دخل المقابر ثم قرء فاتحة الكتاب ۝ وقل هو اللہ احد ۝ والہکم
التکالیر ۝ ثم قال انی جعلت ثواب ما قرءت من کلامک لاهل
المقابر من المؤمنین كانوا شفعاء له الى اللہ تعالیٰ رواه
ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی فی فوائد (مرقات جلد ۲ ص
۳۸۲)

”یعنی ابو القاسم سعد بن علی زنجانی اپنے فوائد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عندہ سے..... راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص قبرستان جائے پھر سورۃ
فاتحہ قل هو اللہ احد، الہکم التکالیر پڑھے پھر کہے خداوند! جو کچھ میں
نے تیرا کلام پڑھا اس کا ثواب مقبرہ والے مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو بخشا
تو وہ لوگ خداوند عالم کے یہاں اس کے سفارشی ہوں گے۔“

(د) عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال من دخل المقابر فقرأ سورة يس ۝ خفف الله عنهم وكان له

بعدد من فيها حسنات رواه عبدالعزیز صاحب الخلال بسنده.

(مرقات، جلد ۲، ص ۳۸۲)

”یعنی عبدالعزیز صاحب خلال نے اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص قبرستان جائے اور سورہ یٰسین پڑھے، اللہ تعالیٰ ان مردوں سے مواخذہ لے گا فرمائے اور جس قدر مردے اس قبرستان میں ہیں، ان کی تعداد کے مطابق اس شخص کو نیکیاں ملیں گی۔“

(۵) عن سلمة بن عبيد قال قال حماد المكي خرجت ليلة الى مقابر مكة فوضعت راسي على قبر فنمت فرأيت أهل المقابر حلقة حلقة فقلت قامت القيامة قالوا الا ولكن رجل من اخواننا قرء قل هو الله احد ۝ وجعل ثوابها لنا فنحن نقسمه منذ سنة رواه القاضي ابوبكر بن عبد الباقي الانصاري في مشيخته.

(مرقات، جلد ۲، ص ۳۸۲)

”یعنی قاضی ابوبکر بن عبد الباقي انصاری اپنے مشیخت میں سلمہ بن عبید سے راوی کہ حماد کی نے کہا کہ میں ایک شب مکہ کے قبرستان میں گیا، اور سو رہا، تو میں نے قبرستان والوں کو حلقہ حلقہ دیکھا۔ میں نے کہا، کیا قیامت قائم ہوگی؟ بولے! نہیں، لیکن ہمارے بھائیوں سے ایک شخص نے قل هو الله احد ۝ پڑھ کر اس کا ثواب ہم لوگوں کو بخشا ہے تو ہم سال بھر سے اس کو تقسیم کر رہے ہیں۔“

(۶) عن ابي بكر الصديق رضي الله عنه قال قال رسول الله عليه وسلم من زار قبر والديه او احدهما فقرأ عنده او عندها يس غفر له رواه ابوبكر بن النجار في كتاب السنن. (عمدة القارى شرح بخارى، جلد ۱، ص ۸۷۵)

”یعنی ابوبکر بن نجار کتاب السنن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

راوی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس سورہ یٰسین پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

بائیسواں طریقہ:

میت کے لیے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا یعنی نماز پڑھ

کر اور روزہ رکھ کر اس کا ثواب میت کو بخشنا

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار جلد ۲ ص ۲۴۳ میں فرماتے ہیں:

وردی الدار قطنی ان رجلا سأله عليه الصلاة والسلام فقال لي
ابو ان أبرهما حال حياتيهما فكيف لي ببرهما بعد موتهما فقال
صلى الله عليه وسلم إن من البر بعد الموت أن تُصلى لهما مع
صلاحيك وأن تصوم لهما مع صومك.

”یعنی دارقطنی نے روایت کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور
کہا کہ میرے ماں باپ ہیں ان کی حیات میں تو میں ان کے ساتھ بھلائی کرتا
ہوں تو ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کس طرح نیکی کر سکتا ہوں؟
ارشاد ہوا؟ ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کرنے کی صورت یہ ہے کہ
اپنی نماز کے ساتھ ان دونوں کے لیے بھی نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان
دونوں کے لیے بھی روزہ رکھو۔“

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنے رسالہ تذکرۃ الموتی والمقبورین ص ۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

واہن ابی شیبہ از حجاج دینار روایت کردہ کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فرمود از جملہ نیکی کردن با پدر و مادر آن
ست کہ نماز گزاری ہر ائے آنها با نماز خود و روزہ خود داری

ہوائے آنها باروزہ خود و صدقہ دہی از طرف آنها با صدقہ خود.
”ابن ابی شیبہ حجاج ابن دینار روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ماں
باپ کے ساتھ نیکیوں میں سے ایک نیکی یہ بھی ہے کہ نماز پڑھوان کے لیے اپنی
نماز کے ساتھ اور روزہ رکھوان کے لیے اپنے روزے کے ساتھ اور صدقہ دو ان
کی طرف سے اپنے صدقہ کے ساتھ۔

وعن مالک بن دینار قال دخلت المقبرة ليلة الجمعة فاذا انا
بِنُورٍ مشرق فيها فقلت لا اله الا الله نرى ان الله عز وجل قد
غَفَرَ لاهل المقابر فاذا انا بهاتف يهتف من البعد وهو يقول يا
مالك بن دينار هذه هدية المؤمنين الى اخوانهم من اهل المقابر
قلت بالذي انطقك الا خبرتني ما هو قال رجل من المؤمنين قام
هذه الليلة فامسح الوضوء وصلى ركعتين وقرأ فيهما فاتحة
الكتاب وقل يا ايها الكفرون وقل هو الله احد قال اللهم اني
قد وهبت لوابها اهل المقابر من المؤمنين فادخل الله علينا
الضياء والنور والفسحة والسرور في المشرق والمغرب قال
مالك فلم ازل اقرء هاهنا كل جمعة فرأيت النبي صلى الله عليه
وسلم في منامي يقول لي يا مالك قد غفر الله لك بعدد النور
الذي اهديتك الي امتي ولك ثواب ذلك ثم قال لي وبنى الله
لك بيتا في الجنة في قسري يقال له المنيف قلت و ما المنيف قال
المظلل على اهل الجنة (رواه ابن النجار في تاريخه)

”یعنی ابن النجار اپنی تاریخ میں مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں انہوں
نے کہا کہ میں شب جمعہ کو قبرستان میں گیا تو دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک نور تاباں
ہے۔ میں نے کہا لا اله الا الله بے شک اللہ تعالیٰ نے اس قبرستان والوں کی

مغفرت فرمادی اتنے میں سنا کہ دور سے ایک ہاتف غیبی کہتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا ہدیہ ہے جو اپنے بھائی اس قبرستان والوں کے پاس بھیجا میں نے کہا 'قسم اس ذات کی جس نے تجھ کو گویائی بخشی! مجھے خبر دے کہ واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا ' ایک مسلمان شخص اس شب میں کھڑا ہوا اور اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور ان دونوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد "قل یا ایہا الکفر ون اور" قل هو اللہ احد" پڑھا اور کہا کہ خداوند! میں نے اس کا ثواب قبرستان والے مردوں اور عورتوں کو بخشا تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر روشنی اور نور کاشادگی اور سرور مشرق و مغرب میں داخل کیا۔ مالک کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں ہر جمعہ کو اسے پڑھنے لگا پس میں نے حضور پر نور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: اے مالک! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا بقدر تعداد اس نور کے جو تو نے میری امت کی طرف ہدیہ کیا اور تیرے لیے اس کا ثواب ہے پھر مجھ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے "قصر منیف" میں گھر بنوایا ہے میں نے پوچھا کہ "قصر منیف" کیا ہے؟ فرمایا: جنتیوں پر سایہ کرنے والا۔ (شرح احیاء جلد ۲ ص ۳۷۲)

تین سو اسی طریقہ:

کنواں کھدوا کر مردے کی طرف سے وقف کر دینا

عن سعد بن عبادۃ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقة الفضل قال الماء فحضر بہرا و قال ہذہ لام سعد۔ (رواہ ابو داؤد و النسائی)

یعنی ابو داؤد و نسائی حضرت سعد بن عبادہ سے راوی ہیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ام سعد کا انتقال ہو گیا تو کون سا صدقہ ان کے لیے بہتر ہوگا؟ ارشاد ہوا پانی۔ انہوں نے کنواں کھدوا اور کہا یہ ام سعد کے لیے ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

(ص ۱۶۹)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ”مرقات“ جلد ۲، ص ۳۷۷ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

(رفی الصدفۃ الفضل) ای لروحها (قال الماء) انما کان الماء الفضل لانه اعم لفعالی الامور الدینیة والدنیویة خصوصاً فی تلك البلاد الحارة ولذلك من الله تعالى بقوله وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا کذا ذکره الطیبی.

”یعنی کون سا صدقہ ام سعد کی روح کے لیے افضل ہے حضور نے فرمایا: کہ پانی اور پانی کو اس لیے افضل صدقہ فرمایا کہ اس کا نفع دینی اور دنیوی سب کاموں میں عام ہے۔ خصوصاً ان گرم ملکوں میں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے قول ”أَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا“ میں پانی اتارنے پر احسان رکھا۔ اسی طرح علامہ طیبی نے ذکر کیا۔

فقیر غفرلہ المولی القدر کہتا ہے کہ یہ حدیث اصل اس دستور و رواج کی ہے جو مسلمانوں میں مروج ہے کہ مسجدوں میں نمازیوں کے غسل و وضو کرنے کے لیے گھڑا لوثا وغیرہ بھیجتے ہیں کہ اگر کتواں نہ کھدوایا تو ہمارا بھرا گھڑا مسجد میں رہے گا۔ کوئی پیا سا پانی پئے گا، کوئی وضو غسل کرے گا تو اس کا ثواب بھیجنے والے کو یا جس کی طرف سے بھیجا گیا ہے، اس کو ملے گا۔ خصوصاً جن گھڑوں، لوثوں سے میت کو غسل دیتے ہیں، اس کو تو غسل دینے کے بعد میت کے ایصالِ ثواب کے لیے مسجدوں میں بھیج دینے کا عام دستور ہے۔ البتہ بعض جگہ اس گھڑے اور لوثے کو جس سے میت کو غسل دیتے ہیں، میت کے ساتھ قبرستان لے جاتے ہیں اور قبر کی مٹی برابر کرنے کے بعد اس گھڑے میں بڑا سوراخ کر کے میت کے سر ہانے اور لوثے میں سوراخ کر کے میت کے پانگی میں رکھ دیتے ہیں یہ اضاعت مال اور گناہ ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

چوبیسواں طریقہ:

میت کی طرف سے صدقہ کرنا

عن ابن عباس ان رجلا قال يا رسول الله ان امي توفيت أفينفعتها إن تصدقت عنها قال نعم قال فان لي منحرفا فاشهدك اني قد تصدقت به عنها رواه الترمذی ص ۸۵ وقال هذا حديث حسن وبه يقول اهل العلم.

”یعنی ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں کا انتقال ہو گیا، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں تو ان کو مفید ہوگا۔ ارشاد ہوا کہ ہاں! اس شخص نے کہا کہ میرا ایک باغ ہے، میں حضور ﷺ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کیا۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔“

عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رجلا قال للنبي صلى الله عليه وسلم ان امي اقلتت نفسها واظننها لو تكلمت لتصدقت فهل لها اجر ان تصدقت عنها قال نعم. (رواه البخاری، ص ۱۵۳ و مسلم ۳۲۳)

”یعنی امام بخاری و مسلم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میری ماں کا دفعۃً انتقال ہو گیا اور میرا گمان یہ ہے کہ اگر وہ کلام کرتیں تو وہ ضرور صدقہ کرتیں، تو کیا ان کو ثواب ملے گا؟ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں!

علامہ نووی شرح مسلم ص ۳۲۲ میں تحریر فرماتے ہیں:

وفى هذا الحديث ان الصدقة عن الميت تنفع الميت و يصل
لوائبها وهو كذا لك باجماع العلماء و كذا أجمعوا على وصول
الدعاء و قضاء الدين بالنصوص الواردة فى الجميع.
”یعنی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مردہ کی طرف سے صدقہ دینا
مردہ کو فائدہ بخش ہے اور اس کا ثواب مردہ کو ملتا ہے اس کو پہنچتا ہے۔ اس پر علماء
کا اجماع ہے اور اسی طرح اجماع ہے دعا کے پہنچنے دین کے ادا ہونے پر ان
نصوص سے جو ان سب میں وارد ہوئیں۔“

علامہ عینی شرح بخاری جلد ۴ ص ۲۳۶ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

ويستفاد منه ان الصدقة عن الميت تجوز و انه ينفع بها.
یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور
اس سے مردہ کو نفع پہنچتا ہے۔

اسی میں صفحہ ۲۳۶ پر ہے:

وروى احمد عن عبد الله بن عمرو العاص بن وائل نذر فى
الجاهلية أن ينحرم مائة بُذنة وان هشام ابن العاص نحر عنه
خمسين وان عمر سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن
ذلك فقال اما ابوك فلو اقر بالتوحيد فصمت وتصدقت عنه
نفعه ذلك (عینی شرح بخاری، جلد ۴ ص ۲۳۶)

”یعنی امام احمد بن حنبل نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کیا کہ ان کے باپ
عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ سواؤنٹ قربانی کریں گے
اور ہشام ابن عاص نے ان کی طرف سے پچاس اونٹ قربانی کیے اور عمرو نے
رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اگر تمہارا

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

باپ توحید کا اقرار کرتا تو تم روزہ رکھتے اور اس کی طرف سے صدقہ کرتے تو نفع دیتا۔“

اور اس میں ص ۲۳۶ پر ہے:

وعنه ابن ماکو لامن حدیث ابراہیم ابن حبان عن ابیہ عن جدہ عن انس رضی اللہ عنہ انہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت انا لندعو لموتانا ونصدق عنہم ونحج فہل یصل ذلک إلیہم فقال انہ لیصل الیہم ویفرحون بہ کما یفرح احدکم بالہدیۃ.

”یعنی ابن ماکول نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم اپنے مردوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں تو کیا اس کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: بے شک وہ ضرور ان کو پہنچتا ہے اور وہ لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی ہدیہ بھیجنے سے خوش ہوتا ہے۔“

سبحان اللہ! یہ حدیث بھی عجیب و غریب جامع انواع ثواب ہے۔ اس لیے کہ ایصال ثواب تین طرح سے ہو سکتا ہے۔ بدنی، مالی، دونوں کا مجموعہ اس حدیث نے تینوں کو جمع کر دیا۔ ندعو لموتانا عبادت بدنی ہے تصدق عنہم ثواب مالی، حج عنہم عبادت مجموعہ مالی و بدنی ثابت ہوا کہ مردے کو ہر قسم کا ثواب پہنچتا ہے۔ بدنی ہو یا مالی یا دونوں کا مجموعہ۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور جلد اول ص ۶۳ میں فرماتے ہیں:

مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد رفتن او از عالم

تاہفت روز و تصدق از میت نفع می کند او امری خلاف میان اہل علم و وارد شدہ ست در ان احادیث صحیحہ خصوصاً آب و بعضے از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد میت را مگر صدقہ و دعا و در بعض روایات آمدہ ست کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از ولئے یانہ . واللہ تعالیٰ اعلم .

”مستحب ہے کہ میت کی جانب سے صدقہ کیا جائے اس کے دنیا سے گزرنے کے بعد سات روز تک میت کی جانب سے صدقہ کرنا میت کو نفع پہنچاتا ہے اس بارے میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ خصوصاً بعض علماء نے فرمایا ہے کہ نہیں پہنچتا ہے میت کو مگر صدقہ اور دعا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی شب کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی جانب سے لوگ صدقہ کرتے ہیں کہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس جگہ ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ میت کے ایصالِ ثواب کے لیے جو لوگ کھانا وغیرہ پکوا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں تو یہ میت کی طرف سے صدقہ ہے تو چاہیے کہ صرف فقراء کو دیا جائے لیکن متعارف ہے کہ اعزہ اقارب دوست احباب اغنیاء وغیرہ سب کھاتے اور سب کو کھلاتے ہیں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ صدقہ واجبہ نہیں جو فقراء کے ساتھ خاص ہو اغنیاء کے لیے ناروا بلکہ صدقہ نافلہ ہے اور کار خیر ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ایک حدیث ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ خود بنفس نفیس رسول اللہ ﷺ بھی طعام میت میں شریک ہوئے تو اگر یہ ناجائز ہوتا یا قابل احترام ہوتا تو خود حضور اقدس ﷺ ہرگز نہ شریک ہوتے۔

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو علی القبر أوسع یوصی الحافر یقول

أَوْسَعُ مِنْ قَبْلِ رَجُلَيْهِ وَوَسِعُ مِنْ قَبْلِ رَأْسِهِ فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِي
امراء ته فاجاب ولحن معه فَبَجِيءُ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهُ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ
فَاكَلُوا فَانظَرْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوكُ لُقْمَةً
فِي فِيهِ ثُمَّ قَالَ اجِدْ لِحْمَ شَاهٍ أَخَذْتَ بِغَيْرِ إِذْنِ أَهْلِهَا فَارْسَلْتَ
الْمَرْءَ تَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرْسَلْتُ إِلَى النَّقِيعِ وَهُوَ مَرَضِعٌ
يَبَاغُ فِيهِ الْغَنَمُ لَيْسْتُ بِرِي لِي شَاةٌ فَلَمْ تَوْجِدْ فَارْسَلْتَ إِلَى جَارِي لِي قَدْ
اشْتَرَى شَاةً أَنْ يَرْسَلَ بِهِ إِلَيَّ لَتَمْنَهَا فَلَمْ يَوْجِدْ فَارْسَلْتَ إِلَى أَمْرَأَةٍ
فَارْسَلْتَ إِلَيَّ بِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطْعَمِي
هَذَا الطَّعَامَ الْأُسْرَى (رواه ابو داؤد و البيهقي في دلائل النبوه)

”یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے تو میں نے دیکھا رسول
اللہ ﷺ کو کہ گورکن کو فرماتے ہیں پاؤں کی طرف سے قبر کو فراخ کر دوسری طرف
فراخ کرو جب بعد دفن واپس ہوئے اس میت کی بی بی نے ایک آدمی بھیجا کہ
کھانا تیار ہے نوش جان فرمائیے۔ آپ نے قبول فرمایا اور ہم سب آپ کے
ساتھ تھے وہاں گئے کھانا سامنے آیا آپ نے دست مبارک کھانے کی طرف
بڑھایا تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ وہن مبارک میں لقمہ چبا رہے
ہیں اور فرو نہیں کرتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: کہ یہ اس بکری کا گوشت ہے جو بغیر
اجازت مالک کے لی گئی ہے عورت نے یہ کہلا بھیجا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے
آدمی نقیع میں بھیجا جہاں بکریاں بکتی ہیں تاکہ بکری خریدی جائے تو وہاں نہ ملی
تب میں نے اپنے ہمسایہ کے پاس آدمی بھیجا کہ جو بکری اس نے خریدی ہے وہ
مجھ کو بقیہ دے اتفاق سے وہ ہمسایہ بھی گھر میں نہ تھا تو میں نے اس کی بی بی
کے پاس آدمی بھیجا تو اس نے بے اجازت شوہر بکری میرے پاس بھیج دی تب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ اس حدیث کو ابو داؤد اور بیہقی نے دلائل النبوة میں ذکر کیا۔“

ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۳۸۲ میں فرماتے ہیں:

هذا الحديث بظاهرة يرد على ما قرره اصحاب مذهبنا من انه

يكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع.

”عاصم بن کلیب کی یہ حدیث کھلے طور پر رد کرتی ہے اس مسئلہ کو جو ہمارے

مذہب والوں نے قرار دیا ہے کہ پہلے روز اور تیسرے دن اور بعد ہفتہ کھانا تیار

کرنا مکروہ ہے۔“

پھر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مذہب والوں کے قول اور حدیث میں اس طرح

تطبیق دیتے ہیں:

فليسبى ان نقيد كلامهم بنوع خاص من (اجتماع يوجب

استحياء اهل الميت) فيطعمونهم كرها او يحمل على كون

بعض الورثة صغيرا او غائبا اولم يعرف رضاء اولم يكن الطعام من

عند احمد معين من مال نفسه.

”یعنی حنفیہ جو طعام میت کو مکروہ بتاتے ہیں وہ اس صورت پر محمول ہے کہ اجتماع

ایک خاص قسم کا ہو جس سے اہل میت شرمائیں اور شرما کر ان لوگوں کو کھلائیں یا

جب کہ بعض ورثہ نابالغ ہوں یا غائب ہوں یا اس پر راضی نہ ہوں یا کم از کم

رضامندی معلوم نہ ہو یا کسی خاص شخص کی طرف خود اس کے مال سے وہ کھانا تیار

نہ کیا گیا ہو۔

ہدایہ فصل صدقہ ج ۳ ص ۲۹۰ میں ہے:

قد يقصد بالصدقة على الغنى الثواب.

”یعنی اغنیاء کا کھلانا جس طرح ان کی رضا جوئی کے لیے ہوتا ہے کبھی اس سے

مقصود حصول ثواب بھی ہوتا ہے۔“

مجمع البحار جلد دوم ص ۲۳۸ میں ہے:

الصدقة ما صدقت به على الفقراء ای غالب انواعها كذلك

فانها على الغنى جائزة عندنا يشاب به بلا خلاف.

”صدقہ اس کو کہتے ہیں جو فقراء کو دیا جائے، یعنی غالب انواع اس کا فقراء کے

لیے ہوتا ہے، ورنہ غنی کو دینا بھی ہمارے نزدیک جائز ہے، اس پر بلا خلاف اجر و

ثواب ملے گا، خود حدیث شریف میں ہے ”کل معروف صدقة“ ”ہر معروف

کام کرنے میں صدقہ کا ثواب ہے“ اور ظاہر ہے کہ اغنیاء کو کھانا کھلانا منکر نہیں

بلکہ معروف ہے۔“

فقیر غفر له المولى القدير کہتا ہے کہ اسی وجہ سے مسلمانوں میں مروج ہے کہ میت کی

طرف سے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکوا کر فقراء کو کھلاتے یا تقسیم کرتے ہیں اور میں کبھی

کبھی اغنیاء کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔

پچیسواں طریقہ:

میت کی طرف سے قربانی کرنا

عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بکبش اقرن یطاء فی سواد و یرک فی سواد فاتی بہ لیضحی بہ قال یا عائشہ ہلمی المدیة ثم قال اشحذیہا بحجر ففعلت ثم اخذہا و اخذ الکبش فاضجعه ثم ذبحہ ثم قال بسم اللہ اللہم تقبل من محمد و من امة محمد ثم ضحی بہ (رواہ مسلم جلد ۲ ص ۱۵۶)

”یعنی مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے حکم دیا کہ قربانی کے لیے ایک بکرا سینگ والا لایا جائے جس کے دونوں پاؤں سیاہ ہوں، پیٹ سیاہ ہو، آنکھیں سیاہ ہوں، یعنی وہ بکرا سر سے پاؤں تک سیاہ ہو تو ایسا بکرا لایا گیا۔ ارشاد ہوا، اے عائشہ! چھری لاؤ اور اس کو پتھر پر تیز کر لو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسا کیا، پھر حضور ﷺ نے وہ چھری اور اس بکرے کو پکڑا اور لٹایا پھر ذبح کیا اور فرمایا: ”بسم اللہ خداوند! اس کو قبول فرما محمد اور امت ان محمد کی طرف سے“ پھر قربانی کیا۔

ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۶۱ میں لکھتے ہیں:

قال الطیبی المراد المشاركة فی الثواب مع الامة لان الغنم الواحد لا یکفی عن النین فصاعدا.

”یعنی علامہ طیبی نے فرمایا کہ اس سے مراد امت کو ثواب میں شریک کرنا ہے اس

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

لیے کہ ایک بکری دو آدمی یا زیادہ کی طرف سے کفایت نہیں کرتی۔“

وعن جابر قال ذبح النبي صلى الله عليه وسلم يوم الذبح
بكباشين القرين المحين موجونين فلما وجههما قال إني ووجهت
ووجهي للذي فطر السموات والأرض على ملة إبراهيم حنيفا وما
أنا من المشركين إن صلاتي ونسكي ومحياي وممالي لله رب
العالمين لا شريك له وبذلك أمرت وأنا من المسلمين اللهم
منك ولك عن محمد وأمة بسم الله أكبر ثم ذبح. (رواه
احمد و ابو داؤد و ابن ماجه والدارمي)

”یعنی یہ محدثین حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
نے قربانی کے لیے دو بکرے سینگ والے خوبصورت آختہ ذبح فرمائے جب
ان کو لٹایا تو یہ دعا پڑھی اللھم انی و جہت و جہی الخ اور فرمایا کہ خداوند! یہ
تیرا عطیہ ہے اور تیرے لیے ذبح کیا گیا ہے محمد اور امت محمد کی طرف سے۔ بسم
اللہ اللہ اکبر کہا اور ذبح کیا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲، ص ۳۶۵ میں تحریر فرماتے ہیں:

(عن محمد) ای صادرۃ عنہ (وامتہ) ای المعاجزین عن
متابعینہ فی سنة اضحیة وهو یحتمل التخصیص باهل زمانه
والتعمیم المناسب لشمول احسانه والاول یحتمل الاحیاء
والاموات او الاخیر منہما ثم المشاركة اما محموله علی الثواب
وما علی الحقیقة فیکون من خصوصية ذلك الجناب والظاهر
ان یكون احدهما عن ذاته الشریفیة والثانی عن امتہ الضعیفة.

”یعنی یہ قربانی صادر ہے محمد اور ان کے ان امتیوں کی طرف سے جو سنت اخییہ میں آپ کی متابعت سے عاجز ہیں اور ہو سکتا ہے کہ یہ فقط انہیں لوگوں کی طرف سے ہو جو حضور ﷺ کے زمانہ میں تھے یا سب کو عام ہو اور یہی شمول احسان کے اعتبار سے مناسب ہے اور اول احتمال رکھتا ہے زندہ اور مردوں سب کو یا فقط مردوں کو پھر مشارکت یا تو فقط ثواب میں ہے یا ہیئتہ قربانی مراد ہے تو یہ حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت سے ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ ایک حضور ﷺ کی طرف ہو اور دوسری قربانی آپ کی امت ضعیف کی جانب سے۔“

وفی روایۃ لا حمدواہی داؤد والترمذی ذبح بیدہ و قال بسم اللہ اکبر اللہم عن لم یضح من امتی۔

یعنی امام احمد و ابو داؤد و ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے خود اپنے دست حق پرست سے ذبح کیا اور ”بسم اللہ اکبر“ کہا خداوند! یہ قربانی میری طرف سے اور میرے ان امتیوں کی طرف سے جنہوں نے قربانی نہ کی۔

وعن حنش قال رَأَيْتُ عَلِيًا يَضْحِي بِكَبْشِينَ فَقُلْتُ لَهُ مَا هَذَا فَقَالَ
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اوصاني ان اضحى عنه فانا
اضحى عنه. (رواه ابو داؤد والترمذی نحوه)

یعنی ابو داؤد اور ترمذی نے حنش بن عبداللہ سہامی سے روایت کیا انہوں نے کہا میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو دیکھا کہ دو بکرے قربانی کیے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کی طرف سے قربانی کیا کروں تو میں ایک جانور ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات جلد ۲ ص ۲۶۵ میں فرماتے ہیں:

(ان اضحیٰ عنہ) بعد موتہ اما بکبشین علی منوال حیوتہ
او بکبش احدہما عنہ والاخر عن نفسی رَفَانًا اُضْحِیٰ عَنْہُ) قَالَ
ابن الملک یَذُلُّ علی ان التضحیۃ تجوز عن مات.

”یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے جو فرمایا کہ میں ان کی طرف سے
قربانی کرتا ہوں، حضور ﷺ کے وصال کے بعد جس طرح آپ اپنے حیات
میں دو جانور قربانی کیا کرتے تھے اسی طرح میں بھی حضور ﷺ کی طرف سے دو
جانور قربانی کرتا ہوں یا دو میں سے ایک حضور ﷺ کی طرف سے اور ایک اپنی
طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ ابن ملک نے کہا کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت
کرتی ہے کہ میت کی طرف سے قربانی کرنی جائز ہے۔“

رد المحتار جلد ۵ ص ۲۲۰ میں ہے:

وان تبرع بہا عنہ لہ الاکل لانه یَقَعُ عَلٰی مَلْکِ الدَّابِحِ وَالغَوَابِ
للمیت.

”یعنی اگر کسی نے میت کی طرف سے تبرعاً قربانی کی تو اس سے کھانا جائز ہے
کیونکہ یہ قربانی ملک ذابح پر واقع ہوئی اور مردہ کو قربانی کا ثواب ملے گا۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔“

ایصال ثواب کے متعدد طریقے سوال نمبر ۱ اور نمبر ۲ کے جواب میں تحریر کیے گئے۔

ان میں بعض بعض طریقے تو جملہ صحابہ کرام و صحابیات حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ
و بنات طاہرات حضرت رقیہ و ام کلثوم و حضرت خبیب و حضرت حمزہ و حضرت جعفر طیار و دیگر
شہدائے جنگ بدر و خیبر و احد و حنین و تبوک و غیر ہارضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ایصال

ٹوال کے لیے خود بنفس نفیس رسول اللہ ﷺ اور حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ و اہل بیت نے کیا جس کی قدرے تفصیل گزشتہ جواب سے ظاہر اور تفصیل مزید واقف سیر و تاریخ سے پوشیدہ نہیں اور نہ فقط ایک ہی مرتبہ بلکہ ان میں بعض بعض تو بار بار برتے گئے۔ مثلاً حضور اقدس ﷺ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت ہر سال کیا کرتے تھے، خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اس سنت سنیہ کو جاری رکھا، حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی زیارت کو جایا کرتیں، وہاں نماز پڑھیں، رویا کرتیں اور دعا کرتی تھیں۔ امام محمد بن غزالی احواء الطوم میں تحریر فرماتے ہیں:

وعن جعفر بن محمد بن ابیہ ان فاطمة بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم كانت تزور عمتها حمزة فی الایام الفصلى وتبکی عنده.

”یعنی حضرت امام جعفر صادق اپنے والد ماجد امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی پردادی حضرت فاطمہ بنت رسول ﷺ نے اپنے (والد کے) چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر کی زیارت کو جایا کرتیں، تو وہاں جا کر نماز پڑھیں اور ان کے پاس روتی تھیں۔“

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی شرح میں فرماتے ہیں:

وروی البیهقی فی الشعب عن الواقدی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یزور الشہداء بأحد فی کل حول واذا بلغ رفع صوتہ فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعیم عقبی الدار ثم ابوبکر کل حول یفعل مثل ذلك ثم عمر ثم عثمان وکانت فاطمة رضی اللہ عنہا تأتيه وتدعو وکان سعد بن وقاص یسلم علیہم ثم یقبل علی اصحابہ فیقول الا تسلمون علی قوم یردون علیکم السلام.

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

”یعنی بیہقی شعب الایمان میں واقدی سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال شہداء احد کی زیارت کو تشریف لے جایا کرتے تھے اور جب وہاں پہنچتے تو بلند آواز فرماتے اور ”سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار“ کہتے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال اسی طرح کیا کرتے پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان بھی ایسا کرتے تھے اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حمزہ (کی قبر) کی زیارت کو آتیں اور دعا کرتیں تھیں اور حضرت سعد بن وقاص بھی شہدائے احد پر سلام کیا کرتے تھے اور پھر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے تم اس قوم پر کیوں نہیں سلام کرتے جو تمہارے سلام کا جواب دیں۔

شرح احیاء العلوم جلد ۱۰ ص ۳۶۳ میں ہے:

وروی ابن شہہ عن ابی جعفر ان فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت تزور قبر حمزة رضی اللہ عنہما لرمہ وتصلحہ وقد تعلمہ بجحر.

”یعنی ابن شہہ حضرت ابوجعفر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر کی زیارت کیا کرتیں اور اس کی مرمت کرتیں اور اصلاح درنگی کرتی اور پتھر کے ذریعے علامت بنا دیا تھا۔“

ورواہ یحییٰ بنحوہ عن ابی جعفر عن ابیہ علی بن الحسین وزاد فتصلی ہناک وتدعو وہکی حتی مات.

اور یحییٰ نے مثل روایت سابق ابوجعفر سے انہوں نے اپنے والد علی بن حسین امام زین العابدین سے روایت کیا اور اس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ وہاں

پڑھیں، دعا کرتیں، روتیں یہ دستور و طریقہ ہمیشہ جاری رہا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوا۔“

معلوم ہوا کہ دو چار بار کون پوچھتا ہے؟ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ خلفائے راشدین، حضرت امیر معاویہ، سعد بن وقاص مع جماعت احباب اور مدت العمر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شہدائے احد کی سالانہ زیارت کو آیا کرتے اور سلام کرتے اور دعا کرتے رہے۔

فقیر غفرلہ المولیٰ القدر کہتا ہے کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے احباب و اصحاب سے یہ کہنا ”الاسلمون علی قوم یردون علیکم السلام“ اس حدیث کی تصدیق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبور شہدائے احد کی زیارت کی اور فرمایا:

ان عبدک و نبیک بشہدان ہؤلاء شہداء والہم من زارہم
او سلم علیہم الی یوم القیمۃ ردوا علیہ.

خداوند! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ شہید ہیں قیامت تک جو شخص ان کی زیارت کرے گا اور ان پر سلام بھیجے گا یہ لوگ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔“

رواہ البیہقی فی الدلائل وقال العطاف وحدثتني خالتي انها
زارت الشهداء فسلمت علیہم فسمعت رد الاسلام فقالوا واللہ
انا نعرفکم کما يعرف بعضنا بعضا قالت فافشعرت.

”یعنی عطاف بن خالد راوی حدیث کہتے ہیں کہ میری خالہ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے شہداء کی زیارت کی پس ان پر سلام کیا تو جواب سلام سنا اور ان لوگوں نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم تم کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح ہمارا

بعض بعض کو پہنچتا ہے تو وہ کہتی ہیں کہ یہ سن کر میرے روٹے کھڑے ہو گئے۔“
وعن هاشم بن محمد العمري من ولد عمر بن علي قال اخذني
ابي بالمدينة الى زيارة قبور الشهداء في يوم جمعة بين الفجر
والشمس فكنت امشي خلفه فلما انتهى الى المقابر رفع صوته
فقال سلام عليكم بما صبرتم فبعم عقبي الدار قال اجيب
وعليك السلام يا ابا عبدالله فالظفت ابي الى فقال انت المجيب
فقلت لا فجعلني عن يمينه ثم اعاد السلام ثم جعل كلما سلم يرد
عليه حتى فعل ذلك ثلاث مرات فخر ساجدا. (رواه البيهقي)
”یعنی بیہقی ہاشم بن محمد عمری سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد مدینہ طیبہ میں
مجھے جمعہ کے دن درمیان طلوع فجر و طلوع شمس یعنی صبح صادق کے وقت شہداء
احد کی زیارت کے لیے لے گئے، میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، جب وہ
قبرستان پہنچے آواز بلند کی اور سلام علیکم بما صبرتم فبعم عقبي الدار کہا۔ راوی نے کہا،
تو کسی نے آپ کے سلام کا جواب دیا و علیکم السلام یا ابا عبد اللہ اس جواب کو سن کر
میرے والد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم نے جواب دیا؟ میں نے
کہا نہیں، پھر مجھے اپنے دہنے طرف کر لیا، پھر سلام کیا، تو جب جب سلام کرتے
جواب پاتے تھے۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ کیا، تو آپ سجدہ میں گرے۔“

وعن فاطمة الخزاعية تقول لقد رايتني وغابت الشمس
بقبور الشهداء ومعى اخت لي فقلت لها تعالی نسلم على قبر
حمزة فوقفنا على قبره فقلنا السلام عليك يا عم رسول الله
صلى الله عليه وسلم فسمعنا كلاما رد علينا وعليكم السلام

ورحمة الله قالت وما قربنا احد من الناس (رواه البيهقي)
”یعنی فاطمہ خزاہیہ کہتی ہیں کہ ایک دن آفتاب ڈوبتے وقت شہدائے احد کی قبور
پر میرا گزر ہوا اور میرے ساتھ میری بہن بھی تھی میں نے کہا، آؤ حضرت حمزہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کرنے چلیں، ہم دونوں ہمیں ان کی قبر پر ٹھہریں اور ہم
نے کہا، اے رسول اللہ ﷺ کے چچا! آپ پر سلام ہو پس ہم نے سنا کہ کسی نے
ہمارے سلام کا جواب دیا اور وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا، فاطمہ خزاہیہ کہتی ہیں اور
ہمارے آس پاس کوئی آدمی نہ تھا۔“ (وفاء الوفاء، جلد ۲، ص ۱۱۲)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ و خلفائے راشدین و دیگر صحابہ
کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعد کے
مسلمان تابعین، تبع تابعین، رجال و نساء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین الی یوم الدین برابر سال
بہ سال حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر شہداء احد کے مزارات پر جا کر ایصالِ ثواب کیا
کرتے تھے اور دیگر صحابہ کرام جن کے اسماء طیبہ سوال میں درج ہیں اور ان کے علاوہ وہ
حضرات صحابہ عظام جن کے اسماء گرامی درج نہیں، ان کے حالات بھی اگر تفصیل کتب سیر و
تواریخ میں دیکھے جائیں تو ہر ایک کے لیے ایصالِ ثواب کے گزشتہ طریقوں سے نہ صرف
ایک دو، بلکہ متعدد طریقے اور وہ بھی نہ صرف ایک بار، بلکہ بارہا کرنا ثابت ہوگا اور اگر بالفرض
نہ سہی تو عدم ذکر ذکر قدم نہیں، سینکڑوں کیا ہزاروں لاکھوں واقعات روزمرہ ہوا کرتے اور
تاریخ میں ان کا ذکر نہیں، تو کیا وہ سب باتیں شدہ بے شدہ ہو جائیں گی۔ ہاں! ماننے اور عمل
کرنے کے لیے مطلق ثبوت کافی ہے اگرچہ ایک شخص ایک فرد کے لیے ہو۔

در خالہ کس مت یک حرف بس مت

اور قبر پر کھجور کا شاخ کار کھنا تو بارہا ثابت ہوتا ہے، جن جن حدیثوں سے قبر پر

جریدہ رکھنا ثابت ہوتا ہے، امام نووی کا خیال ہے کہ وہ سب ایک ہی واقعہ کا بیان ہے، شارح بخاری اس کا رد کرتے اور بدلائل ثابت کرتے ہیں کہ یہ واقعات متعدد ہیں، علامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، جلد ۱، ص ۲۳۵ میں فرماتے ہیں:

وفيه نظر لمافي حديث ابى بكره عند الامام احمد والطبراني انه الذي اتى بالجريدة الى النبي صلى الله عليه وسلم وانه قطع المصنين فدل ذلك الى المقابرة ويؤيد ذلك ان قصة الباب كانت بالمدينة وكان معه صلى الله عليه وسلم جماعة وقصة جابر كانت في السفر وكان خرج لحاجته فتبعه جابر وحده فظهر التعاير بين حديث. ابن عباس و جابر بل في حديث ابى هريره رضى الله عنه المروى في صحيح ابن حبان ما يدل على الشاذة ولفظه انه صلى الله عليه وسلم مر بقبر فوقف فقال ايتونى بجريدتين فجعل احدهما عند راسه والاخرى عند رجليه.

”یعنی امام نووی کا یہ کہنا کہ یہ واقعہ ایک ہی ہے، اس میں نظر ہے، اس لیے کہ ابو بکرہ کی حدیث میں جسے امام احمد طبرانی نے روایت کیا، یہ ہے کہ ابو بکرہ نبی ﷺ کے پاس جریدہ لائے تھے اور انہوں نے اس کو دو حصہ کیا تھا تو یہ مغائرت کی دلیل ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس باب کا واقعہ مدینہ طیبہ میں واقع ہوا اس وقت حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ایک جماعت صحابہ کرام کی تھی اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ سفر میں ہوا، اس وقت حضور قضاے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے تھے کہ حضرت جابر تھا ساتھ ہو لیے، تو حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت جابر کی حدیث میں صاف مغائرت ظاہر

ہوگئی، بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو صحیح ابن حبان میں مروی ہے وہ تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ تیسرا واقعہ ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر پر گزرے تو ٹھہرے اور فرمایا کہ کعبور کی دو شاخیں لاؤ پس ایک کو میت کے سر ہانے رکھا اور دوسرے کو پانچتی میں۔

اسی طرح فتح الباری شرح بخاری، جلد اول، ص ۲۲۳ میں ہے:

وفی حدیث ابی بکرۃ عند احمد والطبرانی انہ الذی اتی بہا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واما مارواہ مسلم فی حدیث جابر الطویل المذکور فی او اخر الكتاب انہ الذی قطع الفصین فهو فی قصة اخرى غیر هذه فان تغایر حدیث ابن عباس و حدیث جابر و انہما کانا فی قضیتین مختلفتین ولا یبعد تعدد ذلك و قد روی ابن حبان فی صحیحہ من حدیث ابی ہریرۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر فوقف علیہ فقال ای تونی بجریدتین فجعل احدہما عند راسہ والاخری عند رجلیہ فیحتمل ان تكون هذه قصة ثالثة.

”ابی بکرہ کی حدیث میں احمد و طبرانی کے نزدیک یہ ہے کہ ابی بکرہ بھی نبی ﷺ کے پاس شاخ لائے تھے، لیکن وہ جس کو مسلم نے روایت کیا ہے یعنی جناب جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو کہ طویل ہے اور کتاب کے آخر میں درج ہے کہ انہوں نے شاخ کے دو ٹکڑے کیے تھے۔ یہ دوسرے قصہ میں ہے جو ان کے علاوہ ہے۔ کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور جابر کی حدیث میں مغایرت ہے اور یہ کہ یہ دونوں دو مختلف قصوں میں واقع ہوئے ہیں اور

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

قصوں کا متعدد ہونا بعید از قیاس نہیں ہے جب کہ ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو اپنی صحیح میں روایت فرمایا ہے کہ حضور ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو حضور اس پر ٹھہرے اور فرمایا لاؤ دو شاخیں پھر حضور نے رکھ دیا اس میں سے ایک کو سر ہانے اور دوسری کو پانکتی تو احتمال اس بات کا ہے کہ یہ قصہ خود ایک تیسرا قصہ ہو۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد اول، ص ۸۷۷ میں اس پر بہت بسط و تفصیل سے کلام فرماتے ہیں:

منہا ان فی متن هذا الحدیث ثم دعا بجريدة فکسرها کسرتین یعنی اتی بہا و کسرها و فی حدیث جابر رضی اللہ عنہ رواہ مسلم الہ الذی قطع الغصنین فهل هذه قضية واحدة او قضیتان الجواب انہم قضیتان والمغايرة بينهما بوجوه. الاول، ان هذه كانت فی المدينة وکان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم جماعة وقضية جابر کالت فی السفر وکان خرج لحاجته فبعہ جابرو حده. الثانی، ان هذه القضية الہ علیہ الصلاة غرس الجريدة بعد ان شقها نصفین كما فی رواية الاعمش الاتية فی الباب الذی بعده و فی حدیث جابر امر ہلیہ الصلوة والسلام جابرا قطع غصنین من شجرتین کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استر بہا عند قضاء حاجة فالقی غصنین عن یمینہ وعن یشارہ حیث کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جالسا وان جابرا اسالہ ذلک فقال انی مرت بقہرین بعدہان فاجبت بشفاعتی ان یرفع عنہما مادام

الفصنان رطبين.

الثالث، لم يذكر في قصة جابر ما كان السبب في عداتهما.

الرابع، يذكر فيه كلمة الترجي فدل ذلك كلها على انهما قضيعان مختلفتان بل روى ابن حبان في صحيحه عن ابي هريرة انه صلى الله عليه وسلم مربقبر فقال ايتوني بجريدتين فجعل احدهما عند راسه والاخرى عند رجليه فهذا بظاهرة يدل على ان هذه قضية ثالثة فسقط بهذا كلام من ادعى ان القضية واحدة كما مال اليه النووي والقرطبي.

”علامہ عینی نے حدیث جریدہ کی شرح اور اس کے فوائد حدیثیہ بیان کر کے (الاسئلہ والاجوبہ) کی سرخی سے چند سوالات کر کے ان کے جوابات دیئے ہیں۔ مجملہ ان سوالوں کے ایک سوال یہ ہے کہ اس حدیث کے متن میں ”ثم دعا بجريدة فكسريا كسرتين“ ہے یعنی ایک جریدہ لائے اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جسے مسلم نے روایت کیا یہ ہے کہ خود جابر ہی نے اس کے دو ٹکڑے کیے تو یہ ایک ہی واقعہ ہے یا دو واقعے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو قضیئے ہیں اور دو واقعہ ہونے کی چار دلیلیں ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کا واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے اور اس وقت حضور اقدس ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی اور حضرت جابر کا واقعہ سفر کا ہے حضور اقدس ﷺ قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے تھے اور فقط حضرت جابر ساتھ ہو لیے تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ متن والے واقعہ میں یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اس

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

شاخ کو دو آدھا کر کے دونوں قبروں پر گاڑ دیا جیسا کہ باب آئندہ میں بروایت
عمش مصرح ہے اور جابر والی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جابر
کو حکم دیا، انہوں نے ان دو درختوں سے دو شاخیں لیں، جس سے پردہ کر کے
رسول اللہ ﷺ نے قضائے حاجت کیا تھا، پھر جابر کو حکم دیا، انہوں نے ان دونوں
شاخوں کو دائیں بائیں ڈال دیا اور حضور اقدس ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت
جابر نے حضور ﷺ سے سوال کیا، تب حضور ﷺ نے فرمایا: کہ میں دو قبروں پر
گزرا تو دیکھا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے، تو میں نے دوست رکھا کہ میری سفارش
سے ان دونوں شخصوں پر سے عذاب اٹھا دیا جائے جب تک وہ دونوں تروتازہ
رہیں۔

تیسری دلیل مغائرت اور ان کے دو واقعہ ہونے کی یہ ہے کہ حضرت جابر کے
قصہ میں عذاب کا سبب نہیں بیان فرمایا۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں کلمہ ترجیحی مذکور نہیں، تو یہ سب باتیں امر کی
دلیل ہیں کہ دو واقعے علیحدہ علیحدہ ہیں، بلکہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ ایک قبر پر گزرے، پس
فرمایا کہ کھجور کی دو شاخ لاؤ، جب آئی تو ایک کو حضور نے سرہانے رکھا اور
دوسرے کو پائنتی میں رکھا، تو یہ حدیث اپنے ظاہری لفظوں سے دلالت کرتی ہے
کہ تیسرا واقعہ ہے تو اس سے ساقط ہو گیا کلام اس شخص کا جس نے دعویٰ کیا کہ یہ
ایک واقعہ ہے جیسا کہ اس طرف علامہ نووی اور علامہ قرطبی مائل ہوئے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح شہدائے احد کی قبروں کی زیارت اور وہاں
جا کر سلام کرنا، دعا کرنا، نماز پڑھنا وغیرہ ہارہا بلکہ بکرات و مرآت ثابت ہے۔ اسی طرح قبر

پر جریدہ رکھنے کا واقعہ بھی ایک ہی مرتبہ نہیں ہوا، بلکہ بارہا دو دو تین تین مرتبہ ہوا، خود آپ کے حکم سے صحابہ کرام نے کیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ۔ رہا یہ کہ خود رسول اللہ ﷺ کے ایصال کے لیے کیا طریقہ برتا گیا؟ اور کس طریقہ سے حضور ﷺ کو ایصال ثواب کیا گیا؟ حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ (جن کا جامع علوم ظاہری و باطنی ان کی تعنیفات شرح آداب المردئی، مکتوبات صدی، و مکتوبات دو صدی، و مکتوبات بست و ہشت، و ملفوظات معدن المعانی، و مع المعانی، و خوان پر نعمت وغیرہ سے ظاہر و باہر ہے) کے ملفوظات مسی بہ مع المعانی مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۳۲۱ھ مجلس سی و نہم، ص ۱۱۱ میں ہے:

ذکرے در نقل و عرس حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بحوالہ تفسیر زاہدی بعد بیان واقعات ذن مذکور و مسطور ہے۔

و بعد از نقل میان صحابہ اختلاف در امر خلافت القاد کہ خلیفہ رسول خدا کہ باشد، مهاجرے می گفت از مهاجران باشد و انصاری می گفت کہ از انصاریان باشد، و بعضے صلح می انگیزختند کہ یکے مهاجرے باشد و دیگرے انصاری، درین اختلاف نہ روز گزشت و این نہ روز، نہ حرم بودند، ہر یکے ہر روز طعامے بنام رسول علیہ السلام چنانچہ موجود بود کروند و در حرم رسول چنداں اسباب از کجا بودے کہ طعام چنداں کر لاندے کہ بہمہ رسیدے الغرض بعد از نهم روز صحابہ ہر یکے استدلال بریں یک چیز کردند کہ در انچہ حضرت رسالت زحمت غالب شد از سبب ملال زحمت نتوانستند کہ

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

در مسجد حاضر شوند و بوجود حضرت رسالت کرامجال
بودی که امامت کردی و چون وقت نماز در آمد بلال بخدمت
حضرت رسالت صلی الله علیه وسلم پیامد عرض داشت که
امامت کردن فرمان کرامی شود خدمت رسالت صلی الله علیه
وسلم اشارت فرمود که ابوبکر صدیق را بگویی تا امامت کند،
بلال ایس فرمان با امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی الله عنه
رسالید، ایشان امامت کردن

همبریس صحابه استدلال کردند که پیغامبر خدا مر ابوبکر
صدیق را در نماز که یکی از ارکان دین ست امام فرمود، و برین
کار امین گردایند و خلیفه خود گردایند که امامت نماز فرمود،
پس جائیکه در کار دین اورا امام گردانید و امین داشت در کار
دنیا بر طریق اولی امام ما باشد بدین بیاسود قرار گرفت و
اجماع منعقد شد بر خلافت ابوبکر صدیق رضی الله عنه بعد
خلافت برایشان معین شد

پس دو روز بعد از نقل اختلاف در دفن گزشت و نه روز درین
اختلاف گزشت جمله بازدهوز گزشت و دوازدهم روز بعد
آنکه اختلاف خلافت برخاست و ابوبکر صدیق معین گشت.
ابو بکر صدیق رضی الله عنه بروح رسول علیه الصلاه والسلام
طعام ساختند و طعام آن مقدار ساختند که تمام اهل مدینه را بس
کرده شوردر مدینه اتاد امروز چیست گفتند، الیوم عرس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الیوم عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی امروز عرس رسول خدا است و در دوازدهم عرس مشہور شد۔

حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کے درمیان خلافت کے بارے میں اختلاف پڑ گیا یعنی یہ کہ رسول خدا ﷺ کا خلیفہ کون ہو؟ مہاجرین کہتے تھے کہ مہاجرین میں سے ہونا چاہیے اور انصار کہتے تھے کہ انصاریوں میں سے ہونا چاہیے اور بعض صلح پیدا کرنا چاہتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک مہاجر اور دوسرا انصاری ہونا چاہیے۔ اس اختلاف میں نودن گزر گئے۔ ان نودنوں میں حضور کی نوبتیں تھیں جن میں سے ہر ایک ہر روز جو کچھ کہ موجود ہوتا اس میں سے ایک کھانا رسول علیہ السلام کے نام سے کرتی تھیں۔ حرم رسول میں اتنا اسباب کہاں تھا کہ اتنا کھانا کرتے جو سبھی تک پہنچ سکتا۔

قصہ کوتاہ یہ کہ نویں روز کے بعد صحابہ میں سے ہر ایک نے اس ایک چیز پر استدلال کیا کہ جس چیز میں حضور ﷺ پر زحمت غالب ہوتی اس کے بارے میں بسبب رنج و ملال اتنی زحمت نہ کر سکے کہ مسجد میں حاضر ہوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں کس کی مجال تھی امامت کرتا؟ اور جب نماز کا وقت آ گیا جناب بلال حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ وہ امامت کریں۔

حضرت بلال نے یہ فرمان امیر المؤمنین ابو بکر صدیق تک پہنچایا۔ انہوں نے امامت کی۔ اسی بنا پر صحابہ نے استدلال کیا کہ پیغمبر خدا نے دین کے لداکان میں سے ایک رکن یعنی نماز میں خاص کر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا ہے

اور اس کام کا امانت دار شمار کیا اور اپنا خلیفہ مقرر کیا، حتیٰ کہ جناب صدیق اکبر نے نماز کی امامت فرمائی، لہذا جب کہ دین کے کام میں ان کو امام مقرر کیا اور امین بنایا، تو دنیا کے کام میں بہتر طور پر ہمارے امام ہوں گے۔ اسی بنا پر یہ بات طے ہوگئی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہو گیا جس کے بعد خلافت ان کے حوالہ کر دی گئی۔

پھر دو روز اختلاف خلافت اٹھ جانے کے بعد دفن کرنے میں گزر گئے اور نو روز اختلاف خلافت میں گزرے۔ مجموعی طور پر گیارہ روز گزرے اور بارہویں روز بعد اس بات کے کہ خلافت کا اختلاف اٹھ چکا تھا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر ہو چکے تھے، جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی پاکیزہ روح کے لیے اتنا کھانا تیار کیا جو تمام اہل مدینہ کو کافی ہو، مدینہ میں یہ شور اٹھا کہ آج کیا ہے؟ لوگوں نے کہا شروع کیا، آج حضور ﷺ کا عرس ہے آج رسول خدا ﷺ کا عرس ہے اور بارہویں دن عرس مشہور ہو گیا۔

حضرت مخدوم الملک قدس سرہ العزیز کی اس عبارت اور صاحب تفسیر زاہدی کی صراحت سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کے لیے ایصالِ ثواب ازواجِ مطہرات نے کیا اور نہ فقط ایک مرتبہ بلکہ نو ازواج نے نو مرتبہ کیا، پھر حضور اقدس ﷺ کے خلیفہ و جانشین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایصالِ ثواب و عرس کیا اور اس مقدار سے کھانا پکوا یا کہ تمام اہل مدینہ کے لیے کافی ہوا اور نہ فقط اسی زمانہ میں ہو کر رہ گیا، بلکہ اس کے بعد بھی صحابہ عظام و مشائخ کرام و علماء فحاجم بلکہ جملہ اہل اسلام برابر طرح طرح سے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایصالِ ثواب کرتے رہے اور اب تک کرتے ہیں۔

علامہ شامی رد المحتار جلد اول، ص ۸۴۵ میں علامہ ابن تیمیہ کے اس خیال کا (کہ

رسول اللہ ﷺ کے لیے اہل ثواب ناجائز ہے) رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد بالغ السبکی وغيره في الرد عليه فان مثل ذلك لا يحتاج
الدين خاص الا ترى ان ابن عمر كان يحترم عنه صلى الله عليه
وسلم عمرا بعد موته من غير وصيته وحج ابن الموفق وهو في
طبقة الجنيد عنه سبعين حجة وختم ابن السراج عنه صلى الله
عليه وسلم اكثر من عشرة الان ختمه وضحى عنه مثل ذلك.

”یعنی علامہ تقی الدین سبکی وغیرہ نے ابن تیمیہ کے رد میں بہت مبالغہ کیا کہ اس
قسم کی بات میں خاص اذن کی ضرورت نہیں، کیا نہیں دیکھتے کہ حضرت عبداللہ
بن عمر حضور ﷺ کے وصال کے بعد مدت العبر بے وصیت برابر عمرہ کرتے
رہے۔ حضرت ابن موفق نے جو حضرت جنید کے طبقہ میں ہیں، حضور ﷺ کی
طرف سے سترج کیے ابن سراج نے حضور ﷺ کی طرف سے دس ہزار مرتبہ سے
زیادہ قرآن شریف ختم کیا، اور اسی قدر حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کی۔

بلکہ آج تک دستور ہے کہ جب کوئی شخص کسی بزرگ کی فاتحہ کرتا ہے تو پہلے حضور
اقدس ﷺ کی نیت سے الگ فاتحہ کرتا ہے۔ پھر اس میت کو حضور ﷺ کا طفیلی بنا کر بطفیل
حضور اقدس ﷺ ایصال کرتا ہے، تو حضور ﷺ کے لیے ہر روز کتنے فاتحہ کرتے ہیں ان کے
اعداد و شمار کوئی نہیں بتا سکتا، اور یہی طریقہ بزرگان دین اپنی کتابوں میں تحریر فرماتے ہیں۔
حضرت شیخ مجددی مکتوبات، جلد سوم، مکتوب بست و ہشتم، ص ۵۵ میں ہے:

بایند کہ ہر گاہ صدقہ بمیت نیت بکند اول بایند کہ بہ نیت آن
سرور علیہ وعلی الہ الصلاة والسلام ہدیہ جدا ساز دو بعد ازاں
بمیت تصدق کند کہ حقوق آنسرور علیہ وعلی الہ الصلاة

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

والسلام فوق حقوق دیگران مست و لیز ہوں تقدیر احتمال
قبول صدقہ مست بطفیل آنسرور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتحیۃ این
فقیر در بعضی صدقات موتی کہ در تصحیح نیت خود را عاجز
می یابد علاجی بہ ازیں نمی یابد کہ آن صدقہ را بہ نیت آن
سرور علیہ وعلی آلہ الصلاہ والسلام تعین نماید و آن میت را
طفیلی ایشان ساز و امید مست کہ بہرکت توسط ایشان قبول
القدر.

چاہیے کہ جب میت کے لیے صدقہ کی نیت کرے تو پہلے آنحضرت ﷺ کی نیت
کر کے ہدیہ کرے اس کے بعد میت کے لیے صدقہ کی نیت کرے کیونکہ سرور
عالم ﷺ کے حقوق دوسروں کے حقوق سے بلند تر ہیں اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اس
طرح پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل میں صدقہ قبول ہو جانے کی امید
ہے۔ یہ فقیر مردوں کے بعض صدقوں میں جب اپنی نیت کے صحیح کرنے میں خود کو
عاجز پاتا ہے تو اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں پایا کہ اس صدقہ کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے لیے مخصوص کر دے اور جس مردے کے لیے نیت کرنا تھا اس کو ان کا
طفیلی بنادے کیونکہ ان کے توسط کی برکت سے قبول ہو جانے کی امید ہے۔

اور مسلمانوں میں حضور اقدس ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا رواج و دستور وہ کیا
ہے؟ ایصال ثواب ہی تو ہے نیز اذان سن کر اللہم رب هذه الدعوة التامة الخ پر پڑھنا
تو عام مسلمانوں میں اس قدر کثرت سے رائج ہے کہ شاید ہی کوئی نمازی مسلمان اس سے
غفلت کرتا ہو یہ تو دن رات میں پانچ دفعہ ہر مسلمان کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے لیے
ایصال ثواب ہے جو زمانہ حضور اقدس ﷺ سے الی یومنا ہذا جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیام

قیامت تک جاری رہے گا۔

اللهم صلي على سيدنا ومولانا محمد كلما ذكره الذكرون و
كلما غفل عن ذكره الغافلون و صل على جميع الانبياء
والمرسلين والملائكة المقربين والعباد الصالحين وعلينا معهم
اجمعين الى يوم الدين.

۱۴ امام اعظم کافر زندان جہنم اور امام یوسف کو ایصالِ ثواب کی وصیت کرنا
ایصالِ ثواب کا طریقہ خود امام الائتہ سراج الامہ نے اپنے صاحبزادے کو بتایا
اپنے شاگرد رشید کو بتایا، وہ ایسی بہترین ترکیب ہے کہ اسی پر اگر سب حنفی حضرات عمل کیا
کریں تو کافی ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے کو بیس باتوں کی
وصیت فرمائی تھی، جن میں ہر ایک آب زر سے لکھنے کے قابل اور ہر حنفی کے عمل کے لائق
ہے۔ اس وصیت نامہ کو شیخ احمد ضیاء الدین مصطفیٰ کھنکی نوی نقشبندی مجددی خالدی نے اپنی
کتاب جامع الاصول فی الاولیاء و انوائعم میں درج فرمایا ہے، ملاحظہ ہو ص ۱۵۳۔ یہ کتاب
مطبع دارالکتب العربیہ الکبریٰ مصر میں ۱۳۳۱ھ میں چھپی ہے۔ یہ وہ وصایا ہیں جن کے
بارے میں امام صاحب تحریر فرماتے ہیں:

يا بنی ارشدک اللہ تعالیٰ و ایدک او صیک ہو صایان حفظہا
و حافظت علیہا رجوت لک الساعادة فی دینک انشاء اللہ
تعالیٰ.

”اے میرے بیٹے خدا تجھ کو راہ دکھائے اور تیری مدد کرے، میں تجھ کو ان باتوں کی
وصیت کرتا ہوں، اگر تو ان کو یاد رکھے، اور ان پر ہمیشہ عمل کرے، تو اللہ تعالیٰ سے
تیرے لیے دینی سعادت کی امید کرتا ہوں، انشاء اللہ تعالیٰ۔“

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

اسی وصیت نامہ میں ہے:

والثالث عشران تواظب على قراءة القرآن كل يوم وتهدى
ثوابها الى الرسول صلى الله عليه وسلم ووالديك واستاذك
وسائر المسلمين.

”یعنی تیرہویں بات یہ ہے کہ ہر روز قرآن شریف کی تلاوت پر مواظبت کرو اور
اس کا ثواب رسول اللہ ﷺ اور اپنے والدین اور اپنے استاذ اور تمام مسلمانوں کو
ہدیہ کرو۔“

اور جو وصیت نامہ اپنے شاگرد رشید امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لکھا، اسے
علامہ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر کے اخیر میں درج کیا
ہے۔ یہ وصیت نامہ بہت طویل ہے:

واذ كر الموت واستغفر الاستاذ ومن اخذت عنهم العلم ودوام
على التلاوة واكثر من زيارة القبور والمشائخ والمواقع
المباركة. (الاشباہ والنظائر، ص ۶۵۴)

”یعنی ہمیشہ موت کو یاد کیا کرو اور اپنے استاذ اور جس سے تم نے علم حاصل کیا ہے
ان کی مغفرت کی دعا کرو اور ہمیشہ قرآن شریف کی تلاوت کیا کرو اور بکثرت
قبروں کی زیارت کیا کرو اور مقدس و تبرک مقامات کی زیارت کو جایا کرو۔“
فقہ کی کتابیں تو ایصال ثواب کے طریقوں سے بھری ہیں، جن میں سے بعض
بعض عبارتیں اوپر گزریں اور تطویل کے خوف سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہ دیکھی اور جب
خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہ فقط تصریح، بلکہ اپنے صاحبزادے کو تاکید حکم شاگرد
رشید کو ہدایت موجود تو اگر بالفرض فقہ کی کتابوں میں اس کا کوئی ذکر نہ ہو جب بھی مضائقہ

نہیں کہ لاضرر بعد عروس خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مسئلہ ایصالِ ثواب کے متعلق چاروں سوالوں کے جواب سے فراغت ہوئی اور آیات قرآنیہ، ارشاداتِ نصوصِ نبویہ کے اقاداتِ علماء کرام کی تصریحات نے اس مسئلہ کو اچھی طرح واضح کر دیا کہ میت کے لیے ایصالِ ثواب کے طریقے خود قرآن شریف سے ثابت، احادیث سے ثابت، علماء کرام کی عبارات سے ثابت، خود حضور اقدس ﷺ کے فعل مبارک سے ثابت، خلفائے راشدین کے عمل سے ثابت، دیگر صحابہ کرام کے معمول سے ثابت، علمائے عظام کے دستور و تعامل سے ثابت، عام مسلمانوں کے مراسم و رواج سے ثابت، تمام اہل سنت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔

ایصالِ ثواب کا انکار معتزلہ کا مذہب ہے

ایصالِ ثواب کا انکار معتزلہ کا مذہب ہے، علماء کرام نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ پر زبردست روشنی ڈالی ہے، معتزلہ کے دلائل کا ذکر کر کے ان کے مفصل جوابات دیئے ہیں۔
شرح عقائد نفی ص ۷۰ میں ہے:

وفي دعاء الاحياء للموات وصدقهم اى صدقته الاحياء عنهم
اى عن الاموات نفع لهم اى للموات خلافا للمعتزلة تمسكا بان
القضاء لا يتبدل و كل نفس مرهونة بما كسبت والمرء مجزى
بعمله لا بعمل غيره

ولنا ما روى فى الاحاديث الصحاح من الدعاء للموات خصوصا
فى صلاة الجنائز وقد توارثه السلف فلولم يكن للموات نفع فيه
لما كان له معنى وقال عليه السلام ما من ميت تصلى عليه امة من
المسلمين يلقون مائة كلهم يشفعون له الا شفعوا فيه

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

وعن سعد بن عبادہ انہ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحضر بيرا او قال هذه الام سعد وقال عليه السلام الدعاء يرد البلا والصدقة تطفى غضب الرب وقال عليه السلام ان العالم والمعلم اذا مرا على قرية فان الله يرفع العذاب عن مقبرة تلك القرية اربعين يوما والاحاديث والاثر في هذا الباب اكثر من ان يحصى.

”یعنی مردوں کے لیے زندوں کے دعا کرنے اور مردوں کی طرف سے زندوں کے صدقہ دینے میں مردوں کا نفع ہے اس مسئلہ میں معتزلہ اہل سنت کے خلاف ہیں ان کے نزدیک زندوں کا عمل مردوں کے لیے بالکل بے اثر و غیر مفید ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ قضا بدلی نہیں جاتی اور ہر نفس اپنی کمائی کے ساتھ وابستہ ہے اور ہر آدمی کو اس کے عمل کی جزا ملے گی نہ دوسرے کے عمل کی اور ہماری دلیلیں وہ صحیح حدیثیں ہیں جن میں مردوں کے لیے دعا کرنے کا حکم ہے، خصوصاً نماز جنازہ میں اس کو سلف سے خلف تک لوگ برابر کرتے چلے آئے ہیں تو اگر اس میں مردے کو کوئی نفع نہ ہوتا تو نماز جنازہ پڑھنے کے کوئی معنی نہ تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مردہ پر مسلمانوں کی ایک جماعت جن کی تعداد سو ہو نماز جنازہ پڑھے اور ہر ایک اس مردہ کی شفاعت کرے تو ان کی شفاعت ضرور قبول ہوگی۔

اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! سعد کی ماں کا انتقال ہو گیا تو کون سا صدقہ ان کے لیے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی، بس

انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ ام سعد کی طرف سے صدقہ ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعا بلا کو ٹالتی ہے اور صدقہ خدا کے غضب کو بجھاتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں عالم اور طالب علم جب کسی بستی میں سے گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے اس بستی کے قبرستان پر سے چالیس دن عذاب اٹھالیتا ہے اور اس بارے میں آثار اور حدیثیں حد شمار سے باہر ہیں۔

اس جگہ کسی خاص صورت کے متعلق یہ شبہ عام خیالوں میں گزر سکتا ہے کہ اگر یہ کار خیر باعث اجر و ثواب ہوتا، تو رسول اللہ ﷺ و صحابہ کرام وغیرہم تم سے پہلے کیے ہوتے، اس لیے کہ وہ تم سے زیادہ دیندار تھے جس کی قدرے جھلک ان سوالوں میں بھی پائی جاتی ہے، مگر حق یہ ہے کہ اب اس قسم کے شبہات و توہمات کی گنجائش ہی نہیں، اس لیے کہ یہ شبہ نہ صرف قرن اول، بلکہ خلفائے راشدین، بلکہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہی کے وقت پیدا ہو کر صاف و صریح جواب سے دفع ہو چکا ہے، جو نہ صرف ہائی کورٹ کی نظیر، بلکہ پریوی کونسل کی نظیر کی طرح ہے جو کسی کے اٹھائے نہیں اٹھ سکتی۔ امام بخاری صحیح بخاری، جلد دوم، باب جمع القرآن میں فرماتے ہیں:

عن زید بن ثابت قال ارسل ابی ابو بکر مقتل اهل الیمامة و اذا عمر بن الخطاب عنده فقال ابو بکر ان عمر انی لقاتل ان اتاقد استحر بقراء القرآن و الی اخشی ان یستحر القتل بالقراء فی المواطن فیذهب کثیر من القرآن و الی اری ان تجمع تامر بجمع القرآن فقلت لعمر کیف تفعل شینا لم یفعله رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم قال عمر هذا والله خیر فلم یزل یراجعنی حتی شره الله صدیری لذلك و رایت فی ذلك الذی

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

رای عمر

فقال زيد قال ابوبكر انك شاب عاقل لانتهمك وقد كنت
تكتب الوحي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتمتع القرآن
فاجمعه فوالله لو كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان الاقل على
مما امرني به من جمع القرآن قلت كيف تفعلان شيئا لم يفعله
رسول الله صلى الله عليه وسلم قال هو الله خير فلم يزل ابوبكر
يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح له صدر ابي بكر و

عمر

فتبعت القرآن اجمعه من العصب واللخاف و صدر الرجال
و وجدت اخر سورة التوبة مع ابي خزيمة الانصاري لم اجدها مع
غيره لقد جاءكم رسول من انفسكم حتى خاتمة براه فكانت
الصحف مع ابي بكر حتى توفاه الله ثم عند عمر حياته ثم عند
حفصة بنت عمر. (رواه ابوداود و الطيالسي و ابن سعد و الامام
احمد في سنده و العدي الترمذي و النسائي و ابن جرير ابن ابي
داؤد في المصاحف و ابن المنذر و ابن حبان و الطبراني في
الكبير و البيهقي في شعب الايمان كنز العمال جلد اول ص

(۲۷۹)

”یعنی جب جنگ یمامہ میں بہت صحابہ حاملان قرآن شہید ہوئے، امیر المومنین
فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جناب امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی، یمامہ میں بہت حفاظ قرآن شہید

ہوئے اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر یونہی لڑائیوں میں حافظ شہید ہوتے گئے تو بہت
ساحصہ قرآن شریف کا جاتا رہے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے
جمع کرنے اور ایک جگہ لکھنے کا حکم دیں، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:
رسول اللہ ﷺ نے تو یہ کام کیا ہی نہیں، تم کیونکر کرو گے؟ فاروق اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اگرچہ حضور اقدس ﷺ نے نہ کیا، مگر خدا کی قسم! کام
تو خیر ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ
سے اس بارے میں بحث کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ
اس کے لیے کھول دیا اور میری رائے عمر کی رائے سے موافق ہو گئی۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید کو بلا کر قرآن شریف
جمع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم جو ان چھ گنڈہ شخص ہو، ہم تم کو مہتم نہیں جانتے اور تم
رسول اللہ ﷺ کے وقت میں قرآن شریف لکھا کرتے تھے، تم قرآن شریف کو
تلاش کرو اور جمع کرو، حضرت زید کہتے ہیں: بخدا! وہ اگر پہاڑوں میں سے کسی
پہاڑ کو ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو مجھ پر اتنا گراں
اور دشوار نہ ہوتا جس قدر کہ ان کا یہ حکم قرآن شریف کا جمع کرنا مجھے شاق گزرا،
میں نے کہا: آپ دونوں کس طرح وہ کام کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہ
کیا؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا: بخدا! وہ کام بہتر ہے، پھر ہمیشہ مجھ سے ابو بکر بحث
کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس کے لیے کھول دیا، جس
کے لیے ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سینہ کھولا تھا۔

پس میں نے قرآن شریف تلاش کرنا شروع کیا اور اس کو جمع کرنے کا کھجور کی
شاخوں اور ہار یک سفید پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اور آخر سورہ توبہ یعنی

لقد جاءكم رسول من أنفسكم آخريكم کے الفاظ کو فقط ابو خزیمہ انصاری کے اس پایا ان کے سوا اور کہیں نہ ملے تو یہ قرآن شریف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دی پھر تازہ زندگی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا ان کے وصال کے بعد حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رہا۔

اس واقعہ اور اس حدیث نے مسلمانوں کے لیے ایک شاہراہ عام کھول دیا کہ کسی کام کے کرنے کے لیے اس امر کو نہ دیکھنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے یا نہیں بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ وہ کام کیسا ہے، کار خیر ہے یا شر اگر کار خیر ہے تو اگرچہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام و تابعین عظام نے نہیں کیا ہو تب بھی کرنا چاہیے اس کے کرنے میں مضائقہ نہیں جیسا کہ جمع قرآن شریف اس کی پہلی مثال ہے بہت سے لوگ ایسے موقع پر یہ دیکھتے ہیں کہ قرون ثلاثہ میں ہوا یا نہیں، لیکن جب زید بن ثابت نے صدیق اکبر اور صدیق اکبر نے فاروق اعظم پر اعتراض کیا تو ان حضرات نے یہ جواب نہ دیا کہ نئی بات نکالنے کی اجازت نہ ہونا تو پچھلے زمانہ میں ہوگا۔ ہم صحابہ ہیں ہمارا زمانہ خیر القرون سے ہے بلکہ یہی جواب فرمایا گیا کہ اگرچہ حضور ﷺ نے نہیں کیا، پر وہ کام تو اپنی ذات میں بھلائی کا ہے پس کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے اور اسی پر صحابہ کرام کی رائے متفق ہوئی اور قرآن شریف باتفاق حضرات صحابہ جمع ہوا۔ مخالفین جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کوئی بات خلاف شرع نہ ثابت کر سکے تو جمع قرآن کی بدعت کا الزام دھرا۔ افسوس! کہ جو اعتراض مخالفین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کرتے تھے آج وہ اعتراض سنی حضرات خود اپنے ہم مذہب وہم مشرب سنیوں پر کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری جلد ۹، باب جمع القرآن میں اس

حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

وقد تسول بعض الرافضة انه يتوجه الاعتراض على ابن بكر بما فعله من جمع القران في المصحف فقال كيف جاز ان يفعل شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم والجواب انه لم يفعل ذلك الا بطريق الاجتهاد السالغ الناشى عن النصح منه لله ولرسوله ولكتابه ولامته المسلمين والعامتهم.

یعنی رافضیوں کو شیطان نے بہکایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع قرآن کی وجہ اعتراض کرتے ہیں، کیونکہ انہیں جائز ہوا کہ وہ ایسا کام کریں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے یہ فعل اپنے اجتہاد سے کیا، جس کا منشاء اللہ ورسول، کتاب امت اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔

اور اسی میں ہے:

واذا تامل المنصف ما فعله ابو بكر من ذلك جزم بانه بعد في فضائله ونبوة بعظيم منفعة لثبوت قوله صلى الله عليه وسلم من سنة حسنة فلا اجرها واجر من عمل بها فما جمع القران احد بعده الامكان له مثل اجره الى يوم القيمة.

اور جب انصاف پسند شخص حضرات ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کام میں تامل کرے گا، تو یقین کرے گا کہ یہ فعل ان کا ان کے فضائل و کمالات میں شمار کرنے کے قابل ہے اور ان کی عظیم الشان منقبت و تعریف کی خبر دیتا ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ جو شخص جاری کرے کوئی اچھا کام تو اس شخص کے لیے اس کام کا اجر ہے اور ان لوگوں کا اجر جو اس کام کو کریں گے تو آپ کے بعد جتنے لوگ قرآن شریف جمع کریں گے، لکھیں گے، اس کا اجر و

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

ثواب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

چونکہ اس قسم کا شبہ طریقت، شریعت، عقائد، اصول سب میں ہو سکتا ہے، اس لیے ہر فن والوں نے اس شبہ کے دفع کی طرف توجہ کی اور اپنی کتابوں میں اس شبہ کا جواب لکھا۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی القول الجلیل میں طریقتہ قادر یہ چشتیہ وغیرہ کے اوراد و اشغال ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ولا تظن ان النسبة لا تحصل الا بهذه الاشغال بل هذه طرق
لتحصيلها من غير حصر فيها وغالب الراى عندى ان الصحابة
والتابعين كانوا يحصلون السكينة بطرق اخرى (الى قوله) وهذا
المعنى هو المتوارث عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
من طريق مشائخنا لا شك فى ذلك وان اختلف الالوان
واختلفت طرق تحصيلها.

مولوی خرم علی صاحب بلہوری اس کے ترجمہ ”شفاء العلیل“ میں اس پوری عبارت کا ترجمہ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا فائدہ بیان کر کے لکھتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم الظہیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادر یہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سید ہوئے۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس امر کے واسطے اولیاء طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ اشغال مقرر کیے ہیں، وہ امر زمان رسالت سے اب تک برابر چلا آیا ہے۔ گو طریق اس کی تحصیل کے مختلف ہیں، تو فی الواقع اولیائے طریقت مجتہدین شریعت کے مانند ہوئے۔ مجتہدین شریعت نے استنباط احکام ظاہر شریعت کے اصول ٹھہرائے اور اولیائے طریقت باطن شریعت کی تحصیل کے، جس کو طریقت کہتے ہیں، قواعد مقرر فرمائے، تو یہاں بدعت سید کا گمان سراسر غلط ہے۔ ہاں! یہ البتہ ہے کہ

حضرات صحابہ کو بہ سبب صفائے طبیعت اور حضور خورشید رسالت کے تحصیل نسبت میں ایسے اشغال کی حاجت نہ تھی، بخلاف متاخرین کے ان کو بسبب بعد زمان رسالت کے البتہ اشغال مذکورہ کی حاجت ہوئی، جیسے صحابہ کرام کو قرآن وحدیث کے فہم میں قواعد صرف ونحو کے دریافت کی حاجت نہ تھی اور اہل عجم اور بالفعل عرب اس کے محتاج ہیں۔ واللہ اعلم (القول الجلیل مع ترجمہ شفاء العلیل، ص ۹۰)

مترجم صاحب حضور خورشید رسالت پر حاشیہ لکھتے ہیں: ”اس کی مثال ایسی ہے کہ جب تک آفتاب نکلا ہوا ہے ہر چیز پڑھ سکتا ہے آدی اور جب آفتاب غروب ہو گیا تو حاجت روشنی کی پڑی، پڑھنے کے لیے پس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں آفتاب رسالت طلوع کیے ہوئے تھا، کچھ حاجت اشغال کی حضور مع اللہ کے لیے نہ تھی، فقط ایک نظر ڈالنے سے جمال باکمال پر وہ کچھ حاصل ہوتا تھا کہ اب چلوں میں وہ حاصل نہیں ہوتا اور اب چونکہ وہ آفتاب عالمتاب غروب ہوا، حاجت پڑی ان اشغال کی اس ملکہ حضور کے حاصل کرنے کے لیے۔“

اسی میں ص ۴۱ پر مولانا حاشیہ میں فرماتے ہیں: ”اور اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات اور ہیئات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں۔ مناسبات تہفہ کے سبب سے جن کو مرد صافی الذہن اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے (الی قولہ) تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعات سیدہ نہ سمجھنا چاہیے، جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔“

جناب شاہ ولی اللہ صاحب و جناب شاہ عبدالعزیز صاحب و مترجم صاحب کی ان تمام عبارتوں کو پیش نظر رکھنے والا با آسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جب تک آفتاب رسالت طلوع کیے ہوئے تھا، ایصال ثواب کے لیے کسی خاص طریقے کی حاجت نہ تھی، حضور اقدس ﷺ کا فقط نماز پڑھنا ہی گنہگار سے گنہگار کی نجات کے لیے کافی تھا۔

كما يدل عليه حديث ان هذه القبور مملوءة ظلمة وانا انورها

بصلاحتی علیہا۔

”یہ قبریں تاریکی سے بھری ہیں اور میں نماز پڑھ کر ان کو منور کرتا ہوں۔“

لیکن جب آفتاب رسالت غروب کر گیا تو طرح طرح کی ترکیب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس لیے علماء و مشائخ نے قرآن و حدیث سے اخذ کر کے ایصال ثواب کے طریقے نکالے جس سے دفع سیئات و رفع درجات ہو، اس پر اعتراض اپنی کمال دانشمندی کا ثبوت دینا اور اکابر اولیاء کرام خصوصاً جناب شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ کو مورد اعتراض و ہدف ملامت بنانا ہے۔ اس قسم کے شبہ کار نہ صرف صوفیاء کرام ہی نے کیا، بلکہ جن علماء کرام نے عقائد میں کتابیں لکھیں، انہوں نے بھی اس شبہ و اہمیہ کا رد کیا۔ علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

وقد كانت الاوائل من الصحابة والتابعين رضوان الله عليهم
اجمعين لصفاء عقائدہم ببركة صحبة النبي صلى الله عليه وسلم
وقرب العهد بزمانه وقلة الوقائع والاختلافات وتمكنهم من
المراجعة الى الثقات مستغنين عن تدوين العلمين وترتيبهما ابوا
بالفصولا وتقرير مقاصدہما فروعاً واصولاً الى ان حدثت الفتن
بين المسلمين. الخ (شرح عقائد، ص ۳)

”یعنی سلف صالحین صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبی اکرم ﷺ کی صحبت اور قرب زمانہ رسالت کی برکت سے اور واقعات و اختلافات کے کم ہونے اور ائمہ لوگوں کی طرف مراجعت کا موقع پانے کی وجہ سے ان دونوں علموں کے جمع کرنے اور ان کو باب و فصل میں ترتیب دینے اور مقاصد کو فروغ و اصول پر مقرر کرنے سے مستغنی تھے۔ یہاں تک مسلمانوں میں فتنے پیدا ہوئے اور آئمہ دین سے بغاوت اور راویوں کا اختلاف اور بدعت و خواہش نفسانی کی طرف میلان ظاہر ہوا اور فتاویٰ و واقعات زیادہ ہوئے اور مہم اور مشکل باتوں

Purchase Islami Books Online Contact:

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad

میں علماء کی طرف رجوع کرنے لگے۔ تب علماء، نظر و استدلال اور اجتہاد و استنباط کی طرف متوجہ ہوئے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی کی غرض اس عبارت سے اسی شبہ و اہمیہ کا استیصال ہے جیسا کہ اس کے محشیوں نے تصریح کی۔ علامہ حسن شہید حاشیہ شرح عقائد ص ۶ میں لکھتے ہیں:

قوله قد كانت الخ دفع لما يوهم كون ذلك العلم مردودا
وحراما لسلا يحجم الشارع عن شروعه و كان ماسبق تمهيدا له
حاصلة ان الابحاث الكلامية بدعه لعدم اشتغال الاوائل بها
والانقل اليها لتوفر دواعيه كما نقل اشتغالهم بالمسائل الفقهية
وكل بدعة رد بخبره عليه الصلاة والسلام و حاصل الدفع ان
اريد عدم اشتغالهم بها مطلقا فهو باطل ان الايات على الثبات
الصانع وصفاته والاثبات النبوة والرد على المنكرين اكثر من ان
يحصى فكيف يمكن ان يقال انهم لم يخوضوا في هذه الاولة وان
اريد عدم اشتغالهم بها على تدوينها وعلى تقرير مقاصدها فروعها
واصولا كما اشتغلنا نحن لمسلم لكن هي في هذا الامر كالفقه
وليس لكونها مردودة بل لما ذكره من صفاء الخ. فاشتغالنا هذا
بها بدعة حسنة كاشتغالنا بالفقه.

یعنی شارع کا یہ قول و قد كانت الخ۔ جواب اس وہم کا ہے جو متوہم ہوتا ہے کہ یہ علم مردود و حرام ہے۔ یہ دفع اس لیے ہے کہ شروع کرنے والا شروع کرنے سے باز نہ رہے اور گزشتہ مضمون اسی کی تمہید ہے۔ خلاصہ اعتراض دوہم کا یہ ہے کہ ابحاث کلامیہ بدعت ہیں اس لیے کہ سلف صالحین اس کی طرف مشغول نہ ہوئے ورنہ ضرور ہم تک منقول ہوتا کیونکہ اس نقل و روایت کے دواعی

کثیر ہیں، جس طرح ان کا فقہ کے ساتھ مشغول ہونا منقول ہوا اور جب وہ مشغول نہ ہوئے تو بدعت ہوا اور ہر بدعت بحکم حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والتحیہ مردود ہے اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس عدم مشغولی سے مراد مطلقاً عدم مشغولی ہے، تو یہ بالکل باطل ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات اور نبوت کے اثبات اور منکرین کے رد کی آیتیں حد شمار سے باہر ہیں، تو کیونکر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ سلف صالحین نے ان آیات میں غور و حوض نہ کیا اور اگر یہ مراد ہے کہ علم و فن مدون نہ کیا، اصول و فروع کو معین نہ کیا، جس طرح ہم لوگ اس کے ساتھ مشغول ہیں، تو بیشک یہ مسلم ہے، مگر یہ عدم مشغولی اس وجہ سے نہیں کہ یہ علم مردود ہے بلکہ اس کی وجہ وہی ہے جو شارع علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا کہ صفاء عقائد کی وجہ سے ان کو اس کی ضرورت ہی نہ تھی، تو ہم لوگوں کا اس علم کے ساتھ مشغول ہونا بدعت حسنہ ہے، جس طرح فقہ کے ساتھ مشغول ہونا۔

علامہ خیالی اسی مضمون کو نہایت ہی نفیس قلم و دل طریقہ سے بیان کرتے ہیں:

وقد كانت الاوائل تمهيد لبیان الشرف و غايته مع الاشارة الى دفع ما يقال من ان تدوين هذا العلم لم يكن في عهد النبي عليه السلام و لافي عهد الصحابه و التابعين ولو كان له شرف و عاقبة حميدة لما اهلوه.

یعنی مصنف کا قول و قد كانت الاوائل الخ۔ اس علم کے شرف اور فضیلت کی تمہید اور اس کے غایت کا بیان اور اس اعتراض کے دفع کی طرف اشارہ ہے کہ علم کلام کی تدوین نہ زمانہ رسالت میں ہوئی نہ عہد صحابہ و تابعین میں، تو اگر اس علم میں کوئی خوبی ہوتی اور اس کا انجام محمود ہوتا تو سلف صالحین ہرگز اس کو چھوڑ نہ دیتے۔ (خیالی، ص ۹)

اسی طرح مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی ”شرح مسلم الثبوت“ میں منطوق کے متعلق اس

شبیہ کو دفع فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو ص ۳۱:

وليعلم ان النظر قد يقع فيه الخطاء من جهة الصورة وقد يقع من جهة المادة فلا بد من عاصم عن الخطاء بحسب الفطرة السليمة ولا يحتاج في العصمة الى المنطق اصلا كما هو للصحابة ومن تبعهم اذ بركة صحبة النبي صلى الله عليه وسلم وقرب نزول الوحي كانت عقولهم كاملة غير مشوبه بالوهم واذهانهم كانت قوية وقرائحهم جيلة واما امثالنا فلبعد زماننا عن زمان النبي صلى الله عليه وسلم وظهور الفسق والفساد وكثرة المشاجرات والاختلافات محتاجون في العصمة عن الخطاء من جهة الصورة الى المنطق ومن جهة المادة الى مباحث الامور العامة والجواهر والاعراض فوجب لنا هذه العلوم بعد وجوب النظر ايضا.

یعنی جانتا چاہیے کہ نظر میں کبھی غلطی صورت کی جہت سے واقع ہوتی ہے اور کبھی مادہ کی جہت سے، تو ایسے علم کی ضرورت ہوئی جو خطا سے بچائے اور عقل کامل باعتبار فطرت سلیمہ خطا سے بچانے والی ہے اور ایسے شخص کو منطق کی اصلاً ضرورت نہیں جیسے صحابہ و تابعین تھے اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کی صحبت اور نزول وحی سے قرب زمانہ کی برکت سے ان کی عقلیں کامل تھیں، آمیزش و ہم سے مبرا تھیں اور ان کے اذہان قوی تھے اور طبعیتیں جید تھیں، لیکن ہم جیسے لوگ تو زمانہ نبی ﷺ سے دوری، فسق و فسادات کے ظہور، مشاجرات و اختلافات کی کثرت کی وجہ سے خطا سے بچنے کے لیے صورت کے اعتبار سے، منطق اور مادہ کے اعتبار سے، مباحث امور عامہ، جواہر و اعراض کے محتاج ہیں، تو ہمارے لیے وجوب نظر کے بعد بھی ان علوم کی ضرورت ہے اور ان علوم کا جانتا واجب ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

بالجملہ! ہر علم و فن والے علماء زمانہ رسالت اور صحابہ و تابعین کے لیے بوجہ آفتاب رسالت یا قرب عہد بابرکت شرف و مزیت مانتے اور جانتے ہیں کہ جو باتیں ان کو بے کسب و محنت حاصل ہوتی تھیں ان کے لیے ہم لوگوں کو مجاہدہ و ریاضت سعی و مشقت کرنی ہوگی۔ یہ خیال خام ہے کہ جب انہوں نے نہ کیا تو ہم کو کرنا ناروا ہوگا بلکہ بوجہ بعد زمانہ خیر و برکت عہد رسالت ریاضت و محنت اور اوضاع و اطوار میں تا حد اجازت شرع جدت کرنی ہوگی اور یہ سب جائز و کارخیر مطابق شرع شریف ہی سمجھا جائے گا۔ جس طرح مولوی اسماعیل صاحب دہلوی ”صراط مستقیم“ ص ۷ میں لکھتے ہیں:

”اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضت ملائمہ ہر قرن جدا جدا
باشند و لہذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طرق دور تجدید
اشغال کوششہا کردہ الدہنا علیہ مصلحت دید وقت چنان
اقتضاء کرد کہ یک باب ازین کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ
کہ مناسب این وقت ست تعیین کردہ شود۔“

دیکھئے جو لوگ بدعت پر سخت دارو گیر کرتے ہیں وہ بھی نئے نئے طریقے اوراد و اشغال کے نکالنے اور ان اشغال جدیدہ کو درج کتاب کر کے دوسروں کو ان نئے نئے طریقوں پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ ان نئی نئی باتوں پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اگر یہ طریقے شرعاً جائز ہوتے تو تم سے پہلے صحابہ ضرور کرتے رسول اللہ ﷺ ان سب باتوں کا ضرور حکم دیتے یہ سب اوہام و خیالات ہیں شیطان کی ایک زبردست چال یہ ہے کہ نبی عن المنکر کے پردہ میں عمل بالمعروف سے روکتا ہے۔ ”ولا یغفرنکم باللہ الغرور“ خداوند! اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقہ شرع کے موافق جائز کاموں کی توفیق دے اور ممنوعات و منہیات شرعیہ سے بچا۔ آمین! ثم آمین!

قصہ تھا کہ ان چاروں سوالوں کے مختصر جوابات لکھ کر روانہ کر دیئے جائیں مگر جواب نے ایک رسالہ کی شکل اختیار کی تو مناسب معلوم ہوا کہ اس کا تاریخی نام ”نصرہ الاصحاب باقسام

ایصال الثواب“ ۱۳۵۴ھ رکھا جائے۔ خداوند اس رسالہ کو میرے دیگر رسائل و تصنیفات کی طرح قبول فرما اور مجھ کو اور میرے سب دینی بھائیوں کو اس سے فائدہ پہنچا۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز وهو حسبی ونعم الوکیل وصلى اللہ
تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ وابنہ وحبزہ
اجمعین و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین قالہ بضمہ
ورقمہ بقلمہ الفقیر ظفر الدین القادری الرضوی غفرلہ وحقق
املہ لثمان خلون من جمادی الاخری. ۱۳۵۴ھ۔

تمت بالخیر

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

كَشْفُ الرَّيْنِ فِي مَسْئَلَةِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ

تحقيق

مَسْئَلَةُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ

مصنف

حضرت ایشخ العالمہ المحدث محمد ہاشم بن عبد الغفور سندھی رحمہ اللہ

ترجمہ

علامہ محمد عباس رضوی

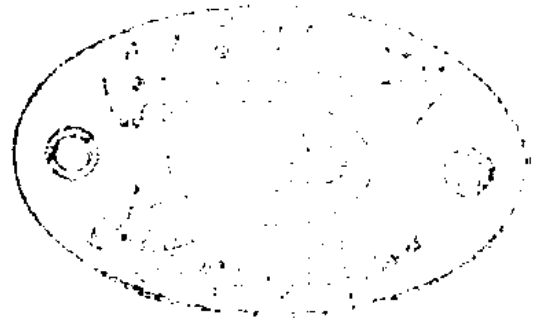
صفہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیمبرجی روڈ - اُردو بازار - لاہور فون: 7324210

يَا فَحْمَلَانِ نَوَّجْهَتَا بِيَا إِلَى رَبِّي فَجَاهِبِي (الحديث)

ذاتِ مصطفیٰ کا وسیلہ

بشرک نہیں



امام عطاء اللہ محمد زاہد الکوشری اہل حق
فضیلا الشیخ ایضاً محمد بن علوی مالکی دارالعلوم
حضرت مولانا عبدالکیم شرف قادری دارالعلوم

صُفْہ پِبای کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیمبرجی روڈ - اردو بازار - لاہور فون: 7324210

Purchase Islami Books Online Contact:

For More Books Madni Library Whatsapp +923139319528

تعارف و تعارف کی اصلاح کے لیے بہترین کتاب

- محبت الہی
- محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
- شانِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ
- مکتوباتِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ
- شیخ سید یوسف ہاشم الرفاعی کا
- علماء نجد کے نام اہم پیغام۔
- احادیثِ قدسیہ
- ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ
- شرک نہیں
- مزارات پر حاضری کے آداب
- اسلام اور خدمتِ خلق
- رفعتِ ذکرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
- عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ مسلکِ
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
- نعلِ پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم
- ختمِ نبوت
- کیا حدیثِ نبوی سے
- فضیلتِ یزید ثابت ہے؟
- اسلام اور رزقِ حلال
- نماز کی اہمیت و فضیلت
- الحق المبین
- انبی کا صحیح معنی و مفہوم
- ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت
- فاضل بریلوی اور امور بدعت
- مقاماتِ مقدسہ کی تصویر کشی

صفہ پبلی کیشنز

109 پتھر کی روڈ، لاہور، فون: 324210